امورِ دنیا میں

حبیبِ خدا ﷺ کے سب سے زیادہ عالم ہونے

کے موضوع پر

پہلی مستقل کتاب



علمِ نبوی اور امورِ دنیا

تالیف

مفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلی کیشنز لاہور

امورِ دُنیا میں

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ عالم ہونے

کے موضوع پر

پہلی مستقل کتاب

علمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمورِ دُنیا

تالیف
مفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1۔ میلاد سٹریٹ گلشن رحمان کالونی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور
042-5300353, 0300-4407048

نام کتاب	علم نبوی اور امور دنیا
تالیف	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	محمد فاروق قادری
ناشر	کاروان اسلام پبلی کیشنز
بتعاون	حاجی محمد اشرف صاحب شاہ جمال لاہور
طابع	محبوب الرسول قادری
اشاعت اول	جولائی، 2008
کمپوزنگ	اسلامیہ کمپوزنگ سنٹر
ہدیہ	300 روپے

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی
☆ بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور
☆ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور
☆ روحانی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ اورنٹیل پبلیکیشنز تجمل ٹاور گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

کاروانِ اسلام پبلی کیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور 1۔ میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

03004407048,042,5300353

الاهداء

باب مدینۃ العلم

حضرت امیر المومنین

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کی خدمت اقدس میں

آپ کا ادنیٰ غلام

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

حسنِ ترتیب

فصل

فصل

فصل

فصل

فصل

لاتسئلوا عن اشیاء'' کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا

کان قوم یسألون رسول اللہ ﷺ استھزأ فیقول الرجل من ابی و یقول الرجل تضل ناقتہ این ناقتی فانزل اللہ فیھم ھذہ الایۃ

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر)

کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے بطور تمسخر و مذاق سوالات کرتے ہوئے پوچھتے بتائیں میرا والد کون ہے؟ اونٹنی گمشدہ کے بارے میں پوچھتے میری اونٹنی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی

۳۔ حضور جواب نہیں دے سکتے

بعض اوقات حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو کر اعلان فرماتے کسی نے جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لے

فواللہ لا تسألونی عن شئی الا اخبرتکم بہ ما دمت فی مقامی ھذا

اللہ کی قسم تم جو بھی مجھ سے پوچھو گے میں اسی مقام پر کھڑے کھڑے بتاؤں گا

بلکہ آپ ﷺ بار بار یہ اعلان فرماتے

سلونی سلونی

مجھ سے پوچھ لو، مجھ سے پوچھ لو

(البخاری، ۲: ۱۸۳)

امام بدرالدین عینی (التوفی ۸۵۵) شارح بخاری شیخ مہلب کے حوالہ سے آپ کے خطبہ، اعلان اور ناراضگی کا سبب ان الفاظ میں لکھتے ہیں

لانہ بلغہ ان قوماً من المنافقین یسألون منہ و یعجزونہ عن بعض مایسألونہ فتغیظ و قال لا تسألونی

کچھ منافقین کے بارے میں آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ انھوں نے آپ ﷺ سے سوالات کئے اور کہا یہ ہمارے سوالات کا

ابتدائیہ

دنیاوی امور کا علم تواتر سے ثابت ہے

امام خفاجی ماننے والوں کے ساتھ ہیں

یہ مفہوم روایت طعن کا سبب ہے

اہل علم اور حدیث کا مشکل ہونا

شاہ ولی اللہ دہلوی کا سہارا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امت مسلمہ قرآن و سنت کی روشنی میں مانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جیسے دینی علوم سے بہرہ ور کیا ہے اسی طرح آپ ﷺ دنیاوی امور میں بھی سب سے زیادہ عالم اور ماہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو تمام اشیاء کا تفصیلی علم عطا فرمایا ہے ہاں وہ محیط و ذاتی نہیں۔ اس بارے میں یہ ارشادات نہایت ہی قابل توجہ ہیں

۱۔ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء (النحل۔۸۹) — اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا جو ہر شے کا بیان ہے

۲۔ وتفصیل کل شیء (یوسف۔۱۱۱) — قرآن ہر شے کا بیان ہے۔

۳۔ وعلمک مالم تکن تعلم (النساء۔۱۱۳) — اور آپ کو سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔

اسی طرح احادیث صحیحہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنا دست اقدس رکھا اس کی ٹھنڈک میرے سینے میں محسوس ہوئی تو

فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض — میں نے زمین و آسمانوں میں جو کچھ ہے اسے جان لیا

دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔

فتجلیٰ لی کل شیء وعرفت — اور ہر شے مجھ پر روشن ہوگئی اور اسے میں نے پہچان لیا

الفاظ کل اور ما سے بڑھ کر عموم پر کون دال ہو سکتا ہے تو ہمیں کھلے دل کے ساتھ تسلیم کر

لینا چاہیے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا کا تفصیلی علم عطا کیا ہے خواہ وہ دینی ہیں یا دنیاوی اسی لیے آئمہ امت نے تصریح کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دنیاوی امور کا ماہر ہونا تواتر سے ثابت ہے چند تصریحات ملاحظہ کر لیجیے۔

ا۔ قاضی عیاض مالکی (ت۔۵۴۴) آپ ﷺ کی اس شان علمی کا بیان ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

وقد تواتر النقل عنه ﷺ من المعرفة بامور الدنیا ودقائق مصالحها وسیاسة فرق اهلها ما هو معجز فی البشر. (الشفاء، ۲۔ ۱۵۸)

آپ ﷺ کے بارے میں تواتر سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ دنیاوی امور، ان کی دقیق مصلحتوں اور دنیا والوں کی جماعتوں کی سیاست وتدبیر سے اس قدر آگاہ تھے کہ وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں

۲۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیاوی امور کا بھی اس قدر علم عطا ہوا کہ اس سے بڑھ کر علم کا تصور نہیں ہو سکتا۔ قاضی عیاض مالکی (ت۔۵۴۴) اس حقیقت کو یوں واضح کرتے ہیں۔

ان قلوبهم قد احتوت من المعرفة والعلم بامور الدین والدنیا مالا شیء فوقه. (الشفاء، ۲۔۱۱۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دین اور دنیا کے امور کی اس قدر معرفت حاصل ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

ومن معجزاته الباهرة ما جمعه الله له من المعارف والعلوم وخصه به من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين. (الشفاء، ۱۔۳۵۴)

رسول اللہ ﷺ کے معجزات ظاہرہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معارف وعلوم کا جامع بنایا اور دنیا ودین کے تمام مصالح پر آگاہی کے لیے خاص فرمایا۔

حضرت ملا علی قاری اس پر کہتے ہیں۔

ای مایتم به اصلاح الامور الدنيوية والاخروية

یعنی ان مصالح کا علم دیا جن سے دنیاوی واخروی امور کی کامل اصلاح ہو

اس کے بعد تابیر نخل والا اعتراض وارد کیا اور پھر امام سنوسی کے حوالے سے جواب دیا کہ یہاں درس توکل تھا لاعلمی نہ تھی۔ (شرح الشفاء، ۱۔۲۰۷)

۳۔ اسی طرح امام محمد بن یوسف صالحی شامی (ت۔۹۴۲) نے بھی حضور ﷺ کی اسی شان اقدس کا ذکر یوں کیا ہے۔

وقد تواتر بالنقل عنه ﷺ من المعرفة بامور الدنيا ودقائق مصالحها و سياسة فرق اهلها ماهو معجز في البشر (سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۲۔۸)

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تواتر سے منقول ہے کہ آپ ﷺ امور دنیا، ان میں دقیق مصلحتوں اور دنیا والوں کی سیاست وتدابیر سے اس قدر واقف ہیں کہ وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں

اور اگر کوئی چیز اس کے خلاف بطور شاذ ونادر ہو تو نادر پر حکم نہیں ہوتا بلکہ اکثر واغلب پر حکم ہوتا ہے یہی تصریح اہل علم اور آئمہ امت نے کی ہے کتاب میں اس پر پوری فصل

موجود ہے۔لیکن چند تصریحات یہاں پڑھ لیجیے۔

ا۔امام احمد خفاجی انبیاء علیہم السلام اور علم امور دنیا پر رقم طراز ہیں۔

لکونهم اکمل الناس فطنةً وعقلاً لایکثر عدم علمهم بها وانما یکون ذالک من النادر (نسیم الریاض،۵۔۲۱۸)	کیونکہ آپ ﷺ تمام لوگوں سے فطانت وعقل میں اکمل ہیں لہذا کثیر علوم دنیا سے عدم علم نہیں ہوسکتا ہاں نادراً ہو سکتا ہے۔

۲۔قاضی عیاض مالکی نے یہی بات لکھی ہے۔

هذا انما یکون فی بعض الامور یجوز فی النادر لا فی کثیر. (الشفاء،۲۔۱۸۵)	یہ کچھ امور میں نادر طور پر ہوسکتا ہے کثیر میں نہیں ہوسکتا

۳۔امام احمد خفاجی فرماتے ہیں، اکثر اشیاء دنیا کا آپ ﷺ کو علم تھا اگر بعض کا علم نہ تھا تو یہ قابل اعتراض نہیں۔

فلا یخفیٰ علیه الامور قلیلة لا یضره عدم العلم بها (نسیم الریاض،۶۔۴۶)	امور قلیل ہی آپ ﷺ سے مخفی ہیں اور ان کا عدم علم آپ کے لیے قابل نقصان نہیں

آگے قاضی لکھتے ہیں

بل ان هذا فیها علی الندرة اذ عامة افعاله علی السداد والصواب بل اکثرها او کلها جاریة مجری العبادات والقرب (الشفاء،۲۔۱۹۶)	بلکہ یہ بطور شاذ ونادر ہے کیونکہ آپ ﷺ کے عام افعال صحیح و درست بلکہ اکثر یا تمام عبادات اور قرب کے درجہ پر ہیں۔

اس کی تشریح امام خفاجی نے ان الفاظ میں کی ہے۔

ای قلیل جداً والنادر ماقل وقوعه ولا حکم له (نسیم الریاض، ۶-۹۵)	یعنی وہ امور بہت قلیل ہیں اور نادر چیز وہ ہے جس کا واقع ہونا قلیل ہو اور اس کا کوئی حکم نہیں ہوتا

اذ عامة افعاله علی السداد، پر امام خفاجی نے لکھا

ویجوز ان یرید بالعامة الکل بجعل غیرھا کالعدم (نسیم الریاض، ۶-۹۵)	اور یہ بات جائز و لائق ہے کہ عام سے یہاں کل مراد لیا جائے اور اس کے علاوہ کو معدوم مانا جائے

امام خفاجی ماننے والوں کے ساتھ ہیں

اس عبارت میں امام خفاجی نے یہ آشکار کر دیا ہے کہ ہر مسلمان کو یہ کہنا و ماننا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ تمام دنیاوی امور کے ماہر اور جاننے والے ہیں اور اگر شاذ و نادر کسی شی کا آپ ﷺ کو علم نہ ہو تو اسے کالعدم قرار دیتے ہوئے قابل توجہ قرار نہیں دیں گے۔ کیونکہ نادر پر حکم نہیں ہوا کرتا۔

اس کے بعد مولانا سرفراز گکھڑوی کے یہ کہنے کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے کہ امام خفاجی ہمارے ساتھ ہیں۔ (ازالۃ، ۹۳)

کیا ان کی اس وضاحت نے واضح نہیں کر دیا کہ امام خفاجی تو رسول اللہ ﷺ کو ماہر امور دنیاوی ماننے والوں کے ساتھی ہیں۔

پھر تمام اہل علم نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء

دنیاوی امور سے آگاہ نہیں ہوتے

قاضی عیاض مالکی (ت ۵۴۴ھ) نے لکھا نادر طور پر اگر کسی جزئی کا علم نبی کا نہ ہو تو اس سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ اس پر امام احمد خفاجی، قاضی صاحب کو سلام پیش کرتے ہیں کہ آپ نے لفظ بعض لا کر بہت ہی اچھا کیا

لان عدم معرفتها بالكلية ينافي شدة فطنتهم وسلامة عقولهم	کیونکہ بالکل امور دنیا کا نہ جاننا ان کی اعلیٰ فطانت اور سلامتی عقل کے منافی ہے۔

(نسیم الریاض، ۵۔۲۱۸)

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں۔

لا يصح ان يقال ان الانبياء لا يعلمون شيأ من امور الدنيا فان ذالک يؤدي الى الغفلة والبله وهم منزهون عنه	یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام دنیاوی امور نہیں جانتے کیونکہ اس سے ان کا صاحب غفلت اور کم عقل ہونا لازم آتا ہے اور اس سے وہ پاک اور بالاتر ہیں

لیکن ہمارے دور کے کچھ لوگوں نے ایک ہی روایت کی بناء پر ایسے گل کھلائے کہ وہ حدود پھلانگ گئے اور کہا دنیاوی معاملات نبی کے دائرہ کار میں آتے ہی نہیں۔

آیئے چند تصریحات ملاحظہ کیجیے مولانا سرفراز صفدر روایت تابیر نخل کے تحت لکھتے ہیں

۱۔ بلکہ آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ ارشاد فرمایا کہ دنیاوی معاملات کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور ان امور میں میری رائے خطا بھی ہو سکتی ہے اور میری یہ رائے خطا تھی۔ (ازالۃ، ۹۰)

۲۔ جناب کریم ﷺ کی بلند و بالا ہستی اور امور دنیا سے لاعلمی؟ صرف امور دنیا سے لا

علمی ہی نہیں بلکہ اس لاعلمی میں آپ ﷺ کا مرتبہ وشان؟ اور صرف شان ہی نہیں بلکہ خاصہ نبوت وکمال منصبی؟ (ازالۃ، ۹۸)

۳۔ مگر جب دنیاوی معاملات کا سوال پیدا ہوتا ہے تو صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ انتم اعلم بامور دنیاکم (ازالۃ، ۳۶۸)

۴۔ بلکہ اس سے علم غیب کی نفی اور امور دنیاوی کے بارے میں لاعلمی مراد ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ امور دنیاوی سے نہ تو آپ کا کوئی لگاؤ تھا اور نہ ان کا علم تھا اور نہ ان سے لاعلمی سے آپ ﷺ کی شان رفیع پر کوئی حرف آتا ہے بلکہ ان دنیاوی امور کا نہ جاننا ہی آپ ﷺ کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ (ازالۃ، ۲۸۷)

مولا امین احسن اصلاحی، موطا امام مالک کی کتاب الجامع کے باب الغسل بالماء فی الحمی '(بخار میں پانی سے غسل کے بارے میں) حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ لوگ اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ آنحضرت ﷺ جتنی باتیں بتاتے وہ سب کی سب وحی پر مبنی نہیں ہوتی تھیں مثال کے طور پر تابیر نخل کے بارے میں آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ درخت کا بور کھجور کے درختوں پر جو چھڑکتے ہو مگر تم ایسا نہ کرو تو کیا حرج ہے! لوگوں نے چھڑکنا چھوڑ دیا تو پھل کم آیا لوگوں نے پھل کی کمی کی شکایت آپ ﷺ کے پاس کی کہ حضور ﷺ ہم نے آپ کے حکم سے ایسا کیا تھا لیکن پھل کم آیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انتم اعلم بامور دنیاکم (تم دنیا کے معاملات میں بہتر جانتے ہو) کھیتی باڑی کے معاملات تم جانو مجھے تو ایک ذوق کی بات لگی تھی تو میں نے کہہ دیا یہ کوئی شریعت کا حکم نہیں تھا۔

(رسالہ تدبر، ستمبر ۱۹۹۹۔۱۸۔۱۹)

مجھے تو ایک ذوق کی بات لگی تھی تو میں نے کہہ دیا کیا یہ کسی نبی کا جملہ وسوچ ہو سکتی ہے؟

مولانا منظور نعمانی ضمیمہ براہین قاطعہ کے چوتھے مقدمہ علوم کی تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں ایک وہ جن کو دین سے تعلق (جیسے تمام علوم دینیہ شرعیہ) اور دوسرے وہ جن کو دین سے تعلق نہیں جیسے زید، عمرو، گنگا پرشاد، جمناداس، سرسیک اور لارڈ لنگڈسن سنسر چرچل وغیرہ کے جزئی حالات، زمین کے کیڑے مکوڑوں اور سمندری مچھلیوں کی تعداد اور ان کے خواص کا علم، ان کی عام نقل وحرکت، اکل وشرب ظاہر ہے کہ ان چیزوں کے علم کا دین سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان علوم کو کمال انسانی میں کوئی دخل اور نہ ان کے نہ ہونے سے انسان میں کوئی نقصان اگر چہ یہ مقدمہ بدیہی ہے اور ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی اس کو تسلیم کرلے گا۔ (ضمیمہ براہین، ۲۷۸)

قرآنی مقدمہ

حالانکہ اس کے مقابل اور رد میں قرآنی بدیہی مقدمہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ہر چھوٹی بڑی اشیاء کے نام، خواص اور حقائق کا علم دیا۔ تو مذکورہ نام اور ان کے حقائق اس میں شامل ہیں اس کا کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے آدم علیہ السلام کا کمال بھی قرار دیا۔ اور اس فضیلت کی بنا پر انہیں ملائکہ پر فوقیت عطا کی۔ اگر مذکورہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر اسے کمال قرار دینا سراسر زیادتی بن جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہی نہیں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ان اشیاء کا جاننا بھی انسان کے لیے کمال ہے ہاں یہ کہہ سکتے کہ یہ ہر ایک کے لیے ضروری نہیں البتہ

جنہیں ذمہ داری سونپی گئی ہے ان کا واقف ہونا ضروری ہے۔

یہ مفہوم روایت سبب طعن بنتا ہے

اس روایت ''انتم اعلم باموردنیاکم'' کے اسی مفہوم کو لینے کی وجہ سے دین اسلام کے مکمل ضابطہ ہونے پر طعن لازم آتا ہے اور ملحدین کو اس کا موقع ملتا ہے کہ اسلام مذہب ہے نہ کہ دین اس کی نشاندہی اہل علم یوں کرتے ہیں۔

شیخ احمد محمد شاکر شرح مسند احمد میں اس روایت کے تحت رقم طراز ہیں۔

وهذا الحديث مما طنطن به ملحد و مصر و صنائع أوربة فيها ،من عبيد المستشرقين ،وتلامذة المبشرين ،فجعلوه أصلا يحجون به أهل السنة وأنصارها وخدام الشريعة وحماتها اذا ارادوا أن ينفوا اشيئاً من السنة ،وأن ينكروا شريعة من شرائع الاسلام في المعاملات وشؤون الاجتماع وغيرها ،يزعمون أن هذه من شؤون الدنيا ،يتمسكون برواية انس انتم أعلم بأمور دنياكم

یہ ایسی حدیث ہے جس کی وجہ سے ان ملحدین مصر اور یورپ نے طعن کیا ہے۔ جو مستشرقین کے غلام اور عیسائی مشن والوں کے شاگرد ہیں۔ وہ اسے اہل حدیث، اس کے معاونین، شریعت کے خدام و محافظین کے خلاف بطور دلیل لاتے ہیں جب کہ یہ معاملات اور امور دنیا وغیرہ میں کسی سنت کی نفی کرنا چاہیں اور احکام اسلام میں سے کسی حکم کا انکار کرنے لگیں اور کہتے ہیں اس حدیث کا تعلق امور دنیا سے ہے اور وہ

ینکروا شریعة من شرائع الاسلام فی المعاملات وشؤون الاجتماع وغیرها، یزعمون أن هذه من شؤون الدنیا، یتمسکون بروایة انس : أنتم أعلم بأمور دنیاکم واللہ یعلم أنهم لا یؤمنون بأصل الدین ولا بالالوهیة، ولا بالرسالة ولا یصدقون القرآن، فی قرارة نفوسهم ومن آمن منهم فانما یؤمن لسانه ظاهراً ویؤمن قلبه فیما یخیل الیه لا عن ثقة وطمانینة، ولکن تقلیداً وخشیة فاذا ما جد الجد وتعارضت الشریعة، الکتاب والسنة مع ما درسوا فی مصر أو فی أوربة، لم یترددوا فی المفاضلة، ولم یجمعوا عن الاختیار، فضلوا ما أخذوه عن سادتهم، واختاروا ما أشربتة قلوبهم! ثم ینسبون نفوسهم بعد ذالک أو ینسبهم الناس، الی الاسلام!! والحدیث واضح صریح لا یعارض نصاً

(شرح مسند احمد ۲۔۱۷۷، حدیث نمبر ۱۳۹۵)

امور دنیا وغیرہ میں کسی سنت کی نفی کرنا چاہیں اور احکام اسلام میں سے کسی حکم کا انکار کرنے لگیں اور کہتے ہیں اس حدیث کا تعلق امور دنیا سے ہے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی الفاظ ،تم دنیا کے امور بہتر جانتے ہوسے استدلال کرتے ہیں حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ لوگ تو اصل دین پر ہی ایمان نہیں رکھتے نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اور نہ ہی رسالت کو اور نہ ہی دل میں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں پھر جو ان سے ایمان لایا ہے وہ صرف زبان سے ورنہ ان کا دل اپنے خیال ہی میں ہے انہیں ایمان پر نہ اعتماد اور نہ طمینان البتہ بطور رسم وتقلید اور خوف ان کا ایمان ہے ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ کتاب وسنت اور شریعت میں تعارض پیدا کیا جائے حالانکہ نہ انہوں نے مصر میں پڑھا اور نہ یورپ میں ،نہ علم کے لیے سفر کیا اور نہ ہی حملہ آور ہونے میں مختار ہیں یہ اپنے بڑوں سے لے کر گمراہ ہوئے اور اپنے دلوں میں رس بچ جانے والی چیزوں کو سامنے لاتے ہیں پھر اپنے کویا

لوگ انہیں مسلمان گردانتے ہیں حالانکہ حدیث واضح وصریح ہے اور اس کا کسی نص سے تعارض نہیں۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے یہی رونا روتے ہوئے لکھا۔

حدیث: (انتم اعلم بأمر دنیاکم)الذی یتخذ منہ بعض الناس تکاۃ للتھرب من أحکام الشریعۃ فی المجالات الاقتصادیۃ والمدنیۃ والسیاسیۃ ونحوھا لانھا کما زعموا من شؤن دنیانا ونحن أعلم بھا وقد وکلھا الرسول ﷺ الینا .فھل ھذا ما یعنیھھذا الحدیث الشریف؟ کلا،فان مما أرسل اللہ بہ رسلہ،ان یضعو اللناس قواعد العدل ،موازین القسط،ضوابط الحقوق والواجبات فی دنیاھم حتی لا تضطرب مقاییسھم وتتفرق بھم السبل کما قال تعالی(لقدارسلنارسلنا بالبینات وأنزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط)ومن ھنا جاء ت نصوص الکتاب والسنۃ التی تنظم شؤن المعاملات من بیع وشراء وشرکۃ ورھن واجارۃوقرض وغیرھا وان أطول آیۃ

فرمان نبوی ﷺ (تم امور دنیا زیادہ جانتے ہو) کو بعض ایسے لوگوں نے اپنا سہارا بنایا جو معاشی ، سیاسی ،تمدنی اور دیگر احکام شریعت سے بھاگنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے دنیوی معاملات ہیں اور ہم انہیں زیادہ جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ہمارے سپرد کر دیا ہے۔ کیا اس روایت کا یہی مفہوم مراد لیا جائے گا ہرگز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اس لیے بھیجا کہ وہ لوگوں کے لیے عدل کے قواعد، انصاف کی میزان اور ان کی دنیا کے لیے حقوق وفرائض کے ضابطے واضح کریں تا کہ ان کی عقلیں مضطرب اور راستے متفرق نہ ہوں جیسے فرمان الٰہی ہے ہم نے رسولوں کو روشن دلائل دیئے اور ان کے ساتھ کتاب ومیزان کو نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کر سکیں اسی لیے قرآن وسنت میں ایسی نصوص موجود ہیں جو لوگوں کے معاملات کو منظم کرتی ہیں

وأنزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط)ومن هنا جاءت نصوص الكتاب والسنة التي تنظم شؤن المعاملات من بيع وشراء وشركة ورهن واجارة وقرض وغيرها وان أطول آية في كتاب الله نزلت في تنظيم كتابة (الديون)(يايها الذين آمنوا اذا تداينتم بدين الى أجل مسمىً فأكتبوه وليكتب بينكم كاتب بالعدل)

ان کے ساتھ کتاب ومیزان کو نازل کیا تاکہ وہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کر سکیں اسی لیے قرآن وسنت میں ایسی نصوص موجود ہیں جو لوگوں کے معاملات کو منظم کرتی ہیں مثلاً خرید وفروخت ،شراکت، رہن ،قرض اور دیگر کی اصلاح کرتی ہیں۔قرآن میں تو سب سے طویل آیت قرض اور لین دین کے بارے میں ہے۔فرمایا اے اہل ایمان جب تم دین کا معاملہ کرو تو اسے تحریر کرو اور تم میں سے ایک عادل اسے لکھ لے۔

(المدخل لدراسۃ السنۃ النبویۃ،۱۵۱)

شیخ اشرف علی تھانوی نے چوتھا مغالطہ یوں بیان کیا ہے۔

انهم جعلوا احكام النبوة بامور الآخرة فقط وزعموا ان الأمور الدنيوية لا علاقة لهما بالنبوة فجعلوا انفسهم متحررين من رقبة الدين في هذا المجال والنصوص تكذب ذالك يكل

کہ ان لوگوں نے احکام نبوت کو فقط آخرت تک ہی محدود کر دیا ہے اور خیال یہ کرتے ہیں کہ امور دنیاوی کا نبوت سے کوئی تعلق ہی نہیں تو انہوں نے اپنے کو اس میدان میں دین کے قلاوہ اتباع میں آزاد سمجھ لیا ہے حالانکہ نصوص نہایت ہی

وضوح و صراحة قال الله تعالیٰ وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم (الانتباہات المفیدۃ،۱۰۹ مکتبہ جامعہ دار العلوم کراچی)

واضح انداز میں اس کی تردید و تکذیب کر لیں جس اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اپنے معاملات میں کوئی اختیار نہیں جب کسی معاملہ کا فیصلہ اللہ اور اس کا رسول کر دیں اس آیت کا سبب نزول دنیاوی معاملہ ہی ہے

اہل علم اور حدیث کا مشکل ہونا

یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اس روایت کو مشکل المعنیٰ قرار دیا کہ اس کے معنیٰ سے آگاہی بڑا مسئلہ ہے، امام احمد بن مبارک سجلماسی مالکی (ت،۱۱۵۶) اپنے شیخ امام عبدالعزیز الدباغ سے حدیث کا معنیٰ نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں۔

قلت فانظر وفقک الله هل سمعت مثل هذا الجواب او رأیته مسطوراً فی کتاب مع اشکال الحدیث علی الفحول من علماء الاصول وغیرهم مثل جمال الدین بن الحاجب و سیف الدین الامدی وصفی الدین الهندی وابی حامد الغزالی

میں مولف کہتا ہوں خدا تمہیں سلامت رکھے خوب غور کرو اس مشکل مقام کا حل ایسا کبھی سننے میں آیا یا کسی کتاب میں دیکھا حالانکہ یہ وہ حدیث ہے جو امام جمال الدین بن حاجب (ت،۵۶۴) امام سیف الدین آمدی (ت،۶۳۱) امام صفی الدین ہندی اور امام ابو حامد غزالی (ت،۵۰۵) جیسے اکابر علماء اصول

رحمهم اللہ تعالیٰ پر مشکل ہو گئی اور وہ اس کے معنیٰ میں پریشان ہوئے۔ (الابریز،۱۶۴،۱۶۵)

اسی وجہ سے علمائے اسلام نے اس روایت کی توجیہ کرتے ہوئے متعدد جواب دیئے ہیں

۱۔ یہ خبر واحد ہے اسے دیگر نصوص کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا۔

۲۔ یہ بات بطور ناراضگی فرمائی تھی۔

۳۔ یہ درس توکل تھا صحابہ نے صبر نہ کیا اگر وہ صبر کر لیتے تو آسانی ہو جاتی۔

۴۔ اس کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیاوی امور عطا فرمائے گئے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کا سہارا

ان مخالفین نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی گفتگو سے بھی سہارا لیا حالانکہ اہل علم نے اس کی خوب تردید کی ہے۔ ہم نے کتاب میں اس پر تفصیلی گفتگو ذکر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے علم نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے تین موضوعات پر کام شروع کیا تھا۔

۱۔ **علم نبوی اور منافقین** (رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کا علم عطا فرمایا)

۲۔ **علم نبوی اور متشابہات** (اللہ تعالیٰ نے سورتوں کی ابتدا میں آنے والے حروف مقطعات کا علم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا)

۳۔ **علم نبوی اور امور دنیا** (اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فقط دینی ہی نہیں تمام امور دنیاوی کا بھی علم عطا فرمایا ہے)

الحمدللہ۔ اس کتاب کی تکمیل پر تینوں کام مکمل ہو رہے ہیں اس پر اپنے رب تعالیٰ جل

شانہ اور اس کے حبیب ﷺ کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ ان کا خوب غور و خوض سے مطالعہ کریں انہیں پھیلائیں تاکہ عقائد کی اصلاح ہو۔

بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ وہ اپنی خصوصی رحمت کا صدقہ قبول فرما کر انہیں نافع بنائے۔

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

۱۳ فروری ۲۰۰۸، بروز بدھ

باب ۱

قرآن اور امور دنیا

نو آیات مبارکہ کی تفسیر

یہ بیان قرآن کے اندر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے مروی تفسیر

حافظ ابن کثیر کا اعلان ترجیح

افعال سے علوم کا حصول

دینی اور غیر دینی کی تفسیر

داؤ کامیاب نہیں ہو سکتا

قرآن اور امورِ دنیا

قرآن صرف دینی امور پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اُمور دنیا پر بھی مشتمل ہے۔ آیئے کچھ آیات قرآنی اور ان کی مسلمہ تفسیر کا مطالعہ کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وکل شئی فصلناہ تفصیلا (الاسراء۔ ۱۲)

اور ہر شئی کو ہم نے خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

ان الفاظ قرآنی کے تحت بلا استثناء تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام امور کو تفصیلاً بیان فرمادیا ہے۔

خواہ ان کا تعلق دین سے ہے یا دنیا سے، آیئے چند مفسرین کی عبارات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ امام فخرالدین رازی ان کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ای کل شئی بکم حاجۃ فی مصالح دینکم و دنیاکم فقد فصلناہ وشرحناہ وھو کقولہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شئی وقولہ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی وقولہ تدمر کل شئی بامر ربھا وانما ذکر المصدر وھو قولہ تفصیلاً لاجل تاکید الکلام وتقریرہ کانہ قال وفصلناہ حقاً وفصلناہ علی الوجہ الذی لامزید علیہ

یعنی ہر شئی کی ہم نے تفصیل اور شرح کر دی ہے جس کی تمہیں دین اور دنیا میں ضرورت وحاجت ہو سکتی ہے۔ یہ باری تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کی طرح ہی ہے کہ ''ہم نے کتاب میں کسی شئی کو نہیں چھوڑا'' اور اس ارشاد مبارک کی طرح ''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر شئی کی تفصیل ہے'' اور اس فرمان عالی کی طرح کہ ''ہر شئی اپنے رب کے حکم سے ختم ہو گی'' اور کلام میں

و اللہ اعلم	تاکید و پختگی لانے کی وجہ سے مصدر
(مفاتیح الغیب - پ ۱۵ - ۳۰۷)	ذکر کیا کہ ہم نے اس قدر تفصیل کر
	دی ہے کہ جس سے اضافہ ممکن نہیں۔
	واللہ اعلم

۲- امام نظام الدین نیس پوری (المتوفی ،۷۲۸) رات اور دن کے عظیم نعمت ہونے اور ان کے فوائد پر گفتگو کرنے کے بعد کہتے ہیں

ثم قال (وكل شئى) مما تفتقرون اليه فى دينكم ودنياكم (فصلناه تفصيلا) بيناه بيانا غير ملتبس حتى انزحت العلل وزالت الاعذار فلا يهلك الا عن بينة	پھر فرمایا (اور ہر شئی) جس کی تمہیں دین و دنیا میں محتاجی ہے (ہم نے اس کی خوب تفصیل کر دی) اسے بغیر التباس کے بیان کر دیا حتیٰ کہ اعتراضات ختم اور عذر زائل ہو گئے اب جو بھی ہلاک ہوگا وہ دلیل کی بنا پر ہوگا۔
(غرائب القرآن - ۴ - ۳۳۰)	

۳- امام عبدالرحمن بن جوزی (المتوفی - ۵۹۷) رقم طراز ہیں۔

(وكل شئى) اى ما يحتاج اليه (فصلناه تفصيلا) بيناه تبيناً لايلتبس معه بغيره	(اور ہر شے) جس کی محتاجی ہے (ہم نے اسے تفصیل سے بیان کر دیا) ایسی تفصیل جس میں کوئی التباس نہ ہو۔
(زادالمسیر - ۵، ۱۱)	

۴- امام قاضی بیضاوی (المتوفی ،۶۸۵) کے الفاظ ہیں

(وكل شئى) تفتقرون اليه فى الدين والدنيا (فصلناه تفصيلا)	(اور ہر شئی) جس کے تم دین و دنیا میں محتاج تھے (ہم نے اسے تفصیل

بیناہ بیاناً غیر متلبس
(انوار التنزیل-۵، ۳۶۰)

سے بیان کر دیا) یعنی بغیر التباس کے بیان ہوا۔

۵- شیخ جار اللہ زمخشری (المتوفی ۵۳۸) لکھتے ہیں

(وکل شئی) مما تفتقرون الیہ فی دینکم و دنیاکم (فصلناہ) بیناہ بیاناً غیر ملتبس فازحنا عللکم وما ترکنا لکم حجۃ علینا
(الکشاف-۲-۴۴۰)

(اور ہر شئی) جس کے تم دنیا و دین میں محتاج تھے (ہم نے اس کی تفصیل کر دی) یعنی ایسا بیان جس میں کوئی ابہام نہیں جس سے تمہارے اعتراض ختم اور اب ہمارے خلاف تمہارے پاس کوئی حجت نہیں۔

۶- امام محمد بن جریر طبری (المتوفی-۳۱۰) نے یوں تفسیر کی ہے۔

یقول وکل شئی بیناہ بیاناً شافیاً لکم ایھا الناس لتشکروا اللہ علی ما انعم بہ علیکم من نعمہ و خلصوا لہ العبادۃ دون الالھۃ والاوثان
(جامع البیان-۱۵، ۶۳)

فرمایا اور ہر شئی کا ہم نے لوگو تمہارے لئے شافی بیان کر دیا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات پر شکر ادا کرو اور دیگر بتوں اور معبودوں کو چھوڑ کر صرف اسی کی عبادت بجالاؤ۔

۷- امام ابن عادل حنبلی (المتوفی ۸۸۰) کے الفاظ ہیں

ای فصلنا لکم کل ما تحتاجون الیہ فی مصالح دینکم ودنیاکم
(اللباب فی علوم القرآن، ۱۲-۲۲۴)

ہم نے تمہارے لئے ہر اس شے کی تفصیل کر دی جس کی تمہیں دین اور دنیا میں ضرورت تھی۔

۸- امام ابوالسعود حنفی (المتوفی ۹۵۱) نے اسی آیت مبارکہ کے تحت لکھا

(وكل شئى) تفتقرون اليه في المعاش والمعاد سوى ما ذكر من جعل الليل والنهار آيتين وما يتبعه من المنافع الدينية والدنيوية وهو منصوب بفعل يفسره قوله تعالىٰ (فصلناه تفصيلا) اى بيناه في القرآن الكريم بيانا بليغا لا التباس معه كقوله تعالىٰ ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شئى فظهر كونه هاديا للتي هي اقوم ظهوراً بيانا

(ارشاد العقل السلیم، ۵-۱۶۰)

(اور ہر شئی) جس کے تم دنیا اور آخرت میں محتاج ہو، رات و دن اور ان کے دینی و دنیاوی منافع بیان کر دیے ہیں- اور یہ ایسے فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کر رہا ہے- (ہم نے اسے خوب تفصیل سے بیان کر دیا) یعنی ہم نے اسے قرآن کریم میں کامل بیان کر دیا جس میں ابہام نہیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر شئی کی تفصیل ہے تو قرآن کا ہادی ہونا کامل طور پر آشکار ہو گیا-

۹- امام سید محمود آلوسی حنفی (المتوفی، ۱۲۷۰) نے یہی بات لکھی ہے-

وكل شئى تفتقرون اليه في معاشكم ومعادكم .... فالمعنىٰ بينا كل شئى في القرآن الكريم بيانا بليغاً لا التباس معه كقوله تعالىٰ ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شئى

(روح المعانی، پ۱۵-۳۱)

اور ہر شئی جس کے تم دنیا اور اخروی زندگی میں محتاج ہو............ تو معنی یہ ہوا کہ ہر شئی کا ہم نے قرآن کریم میں بیان کامل کر دیا اس میں کوئی التباس نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر شئی کی تفصیل ہے-"

۱۰۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی (المتوفی -۱۲۲۵) نے بھی دیگر مفسرین کی طرح لکھا

(وکل شئی) محتاجون الیه فی امور الدین والدنیا	اور (ہر شئی کی ہم نے تفصیل کر دی) جس کے تم امور دین اور دنیا میں محتاج ہو۔
(المظہری-پ۱۵، ۲۳)	

۱۱۔ شیخ محمد علی شوکانی (المتوفی -۱۲۵۰) نے واضح اور دوٹوک لکھا ہے۔

ای کل ما تفتقرون الیه فی امر دینکم و دنیا کم	اور تمام وہ چیزیں جس کے تم امور دین و دنیا میں حاجت مند ہو۔
(فتح القدیر-۳-۲۱۳)	

۱۲۔ شیخ محمد جمال الدین قاسمی (المتوفی -۱۳۲۲) لکھتے ہیں۔

(وکل شئی) ای مما تفتقرون الیه فی دینکم ودنیا کم (فصلناه تفصیلا) ای بیناه فی القرآن بیاناً بلیغاً لا التباس معه کقوله تعالیٰ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی	(اور ہر شئی) جس کے تم دین و دنیا میں محتاج ہو (ہم نے اس کی خوب تفصیل کر دی) یعنی ہم نے اسے کامل انداز میں قرآن میں بیان کر دیا کہ اب کوئی التباس نہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمان الٰہی ہے "اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر شئی کا بیان ہے۔"
(محاسن التاویل-۴-۵۷۸)	

۱۳۔ موجودہ دور کے عظیم مفسر قرآن علامہ محمد علی صابونی رقم طراز ہیں

ای وکل امر من امور الدنیا والدین بیناه احسن تبیین	یعنی ہر معاملہ خواہ اس کا تعلق امور دنیا سے ہو یا دین سے، ہم نے اسے خوب احسن انداز میں بیان کر دیا۔
(صفوة التفاسیر-۲، ۲۴۳)	

۱۴- اس طرح شیخ سعید حوی لکھتے ہیں۔

ای وکل شئی مما تفتقرون الیه فی دینکم ودنیا کم بیناه بیانا غیر ملتبس

یعنی اور ہر شئی جس کے تم دین و دنیا میں محتاج ہو ہم نے اسے بغیر کسی التباس کے کامل طور پر بیان کر دیا ہے۔

(اساس فی التفسیر-۶-۳۰۷۷)

۱۵- امام ابوالبرکات نسفی حنفی نے یہ الفاظ لکھے

ومما تفتقرون الیه فی دینکم و دنیاکم

ان کی تفصیل کردی جس کی طرف دین و دنیا میں احتیاجی تھی۔

(مدارک التنزیل،۳-۱۶۸)

۱۶- امام علاؤ الدین خازن فرماتے ہیں۔

یعنی و کل شئی تفتقرون الیه من امر دینکم ودنیا کم

یعنی ہر اس شئی کا بیان کر دیا جس کی تمہیں امور دین و دنیا میں احتیاجی ہو سکتی ہے۔

(لباب التاویل،۳-۱۶۸)

۱۷- امام جلال الدین سیوطی (ت،۹۱۱) اس آیت کا معنی یوں بیان کرتے ہیں

وکل شئی یحتاج الیه فصلناه تفصیلا

اور تمام اشیاء جن کی طرف احتیاجی ہے انہیں ہم نے تفصیلاً بیان کر دیا۔

(جلالین،۲۳۱)

۱۸- امام ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی (المتوفی،۶۵۴) نے بھی دیگر مفسرین کی طرح ہی لکھا

(وکل شئی) مما تفتقرون الیه فی دینکم ودنیاکم (فصلناه)

(اور ہر شے) جس کی تمہیں دین ودنیا میں احتیاجی تھی ہم نے اسے تفصیل

کے ساتھ بیان کر دیا۔

بیناہ تبیانا

(البحر المحیط -۶، ۱۵)

۱۹- ان کے شاگرد امام تاج الدین احمد بن عبد القادر (المتوفی -۶۸۲) نے بھی

یہی مذکورہ الفاظ تحریر کئے ہیں، ملاحظہ کیجئے (الدر اللقیط علی ہامش البحر، ۶-۱۱)

یہ بیان قرآن کے اندر ہے

ان تمام مفسرین نے یہ تصریح کی ہے کہ تمام امور کو بیان کر دیا گیا ہے خواہ ان کا تعلق دین سے ہے یا دنیا سے، وہاں انہوں نے اس حقیقت کو بھی آشکار کر دیا ہے کہ یہ بیان قرآن میں ہے اگرچہ پیچھے الفاظ آ چکے ہیں مگر ہم کچھ مسلمہ مفسرین کے الفاظ دہرا دیتے ہیں تاکہ کوئی یہ تشکیک پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے کہ یہ بیان قرآن میں نہیں بلکہ صرف لوح محفوظ میں ہے۔

۱- امام ابو اللیث سمرقندی حنفی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

ای بیناہ فی القرآن الکریم بیانا بلیغاً — ہم نے قرآن کریم میں ان کا کامل بیان فرمایا ہے۔

(بحر العلوم -۲-۲۰۴)

۲- امام ابو السعود حنفی (ت -۹۵۱) نے اس آیت مبارکہ کے تحت لکھا

ای بیناہ فی القرآن الکریم بیاناً بلیغاً لا التباس معه — یعنی ہم نے قرآن میں واضح کر دیا ہے جس میں کوئی التباس باقی نہیں۔

(ارشاد العقل السلیم، ۵-۱۶)

۳- امام سید محمود آلوسی حنفی (ت -۱۲۷۰) کے الفاظ ہیں۔

والمعنی بینا کل شئی فی القرآن الکریم بیانا بلیغاً — معنی یہ ہے کہ ہم نے ہر شئی کو قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔

(روح المعانی -۱۵-۳۱)

۴- شیخ محمد جمال الدین قاسمی (ت-۱۳۳۲) لکھتے ہیں-

ای بینــاه فـی الـقـرآن بیـانـاً بلیغاً
یعنی ہم نے قرآن میں کامل طور پر بیان کردیا ہے-

(محاسن التاویل-۴-۵۷۸)

۲- ارشاد باری تعالیٰ ہے-

ویوم نبعث فی کل امة شهیداً علیهم من انفسهم وجئنا بک شهیدا علـی هؤلاء ونـزلنا علیک الکتـاب تبیانـاً لکل شئی وهدی ورحمة وبشری للمسلمین
اور جس دن ہم ہر گروہ میں انہیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور اے حبیب تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے-

(سورۃ النحل-۸۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر

سب سے پہلے آپ مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر ملاحظہ کرلیں-

۱- امام محمد بن جریر طبری (المتوفی-۳۱۰) اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں

قـال ابـن مسعـود انزل فی هذا القـرآن کل علم و کل شئی قد بین لـنـا فی القرآن ثم تلا هذه الآیة (جامع البیان-۸،۲۱۲)
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے، بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ہر شئی کی تفصیل نازل کر دی ہے اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہم اس میں سے بعض کو جانتے ہیں پھر آپ

نے یہ آیت پڑھی، ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی

۲- امام ابن ابی حاتم (المتوفی -۳۲۷) نے اس صحابی رسول سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں

عن ابن مسعود قال ان اللہ انزل فی ھذا الکتاب تبیاناً لکل شئی وقد علمنا بعضا مما بین لنا فی القرآن ثم تلا ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے بلاشبہ اللہ تعالٰی نے اس کتاب میں ہر شئی کی تفصیل نازل کردی ہے اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہم اس میں سے بعض کو جانتے ہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی- ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی

(تفسیر ابن ابی حاتم، ۷-۲۲۹۷)

۳- امام جلال الدین سیوطی (ت، ۹۱۱) نے بھی ان دونوں بزرگوں کے حوالے سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی اپنی تفسیر میں نقل کیا-

(الدر المنثور، ۵-۱۵۸)

۴- امام سیوطی نے الاکلیل میں امام ابن ابی حاتم کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے

عن ابن مسعود قال ان اللہ انزل فی ھذا الکتاب تبیاناً لکل شئی ولکن علمنا یقصر عما بین لنا فی القرآن

(الاکلیل فی استنباط التنزیل-۱۴۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے اس کتاب میں ہر شئی کی تفصیل نازل فرمادی ہے لیکن ہمارا ذہن ان تمام کو پانے سے قاصر ہے-

۵- اس آیت کے تحت شیخ شوکانی نے امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن احمد (زوائد زھد) ابن ضریس (فضائل القرآن) محمد بن نصر (کتاب الصلاۃ) طبرانی، بیہقی (شعب) سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی بھی نقل کیا

من اراد العلم فلیثور القرآن فان فیہ علم الاولین والاخرین	جو آدمی علم چاہتا ہے وہ قرآن کی طرف رجوع کرے کیونکہ اس میں اولین وآخرین کا علم ہے۔

(فتح القدیر-۳-۱۸۹)

جب صحابی رسول نے آیت مبارکہ کی تفسیر کر کے واضح کر دیا کہ قرآن میں ہر شئی ہے اور ہر علم ہے مگر ہمارے اذہان ان تمام کو پانے سے قاصر ہیں تو اس کے بعد یہ تخصیص کسی طرح درست نہیں کہ قرآن میں صرف دینی امور کا ذکر ہے اور دنیاوی امور کا تذکرہ نہیں، یہی وجہ ہے مفسرین کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو ہی ترجیح دی ہے۔

حافظ ابن کثیر کا اعلان ترجیح

یہاں ہم مخالف رائے رکھنے والوں کے بھی مسلمہ مفسر قرآن حافظ ابن کثیر (ت-۷۷۴) کا وہ اعلان ذکر کئے دیتے ہیں جس میں انہوں نے دوسرے قول کو چھوڑ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول اور تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ "ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی" کے تحت لکھتے ہیں

قال ابن مسعود قد بین لنا فی ھذا القرآن کل علم و کل شئی وقال مجاھد کل حلال و حرام و قول ابن مسعود اعم واشمل فان القرآن اشتمل	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس قرآن میں ہر علم اور ہر شی کا بیان ہے۔ حضرت مجاہد نے کہا تمام حلال وحرام کا بیان ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی

علی کل علم نافع من خبر ما سبق وعلم ما سیأتی وکل حلال و حرام وما الناس الیه محتاجون فی امر دنیاهم ودینهم ومعاشهم ومعادهم

(تفسیر ابن کثیر،۲-۵۸۲)

میں زیادہ عموم و شمول ہے کیونکہ قرآن ہر علم نافع پر مشتمل ہے خواہ اس کا تعلق سابقہ سے ہے یا مستقبل سے، اس میں حلال وحرام اور ہر اس شئی کا بیان ہے جس کے لوگ محتاج ہیں خواہ وہ معاملہ دنیا کا ہے یا دین کا، دنیاوی ہے یا اخروی

۶- امام ابولیث نصر بن محمد سمرقندی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

کل شئی علمه فی الکتاب الا ان آراء الرجال تعجز عنه

ہر شے کا علم قرآن میں ہے مگر لوگوں کے ذہن اس کے پانے سے قاصر ہیں

۷- حضرت مجاہد سے نقل کرتے ہیں

ما یسئال الناس عن شئی الا فی کتاب الله تبیاناً

(تفسیر بحر العلوم،۲-۲۸۷)

لوگ جس شئی کے بارے میں بھی سوال کریں اس کا جواب قرآن میں موجود ہے۔

۸- امام محمود آلوسی حنفی (ت-۱۲۷۰) آیت مبارکہ کی متعدد تفاسیر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ذهب بعضهم الی ما یقتضیه ظاهر الایة غیر قائل بالتخصیص ولا بان (کل للتکثیر فقال ما من شئی من امر الدین والدنیا الا یمکن استخراجه من القرآن وقد بین

بعض مفسرین نے آیت کے ظاہری تقاضا عموم کے مطابق ہی قول کیا ہے اور تخصیص تسلیم نہیں کی اور یہ بھی نہیں مانا کہ یہاں کل سے مراد اکثر ہے بلکہ کہا جو شئی بھی ہے خواہ وہ دینی ہے یا دنیاوی اس کا استنباط قرآن سے ہوسکتا

فیه کل شئی بیاناً بلیغاً واعتبر فی ذلک مراتب الناس فی الفهم فرب شئی یکون بیاناً بلیغاً لقوم ولا یکون کذلک لاخرین بل قد یکون بیاناً لواحد ولایکون بیاناً لاخر فضلاً عن کون البیان بلیغاً او غیر بلیغ ولیس هذا الاتفاوت قوی البصائر

ہے اور اس قرآن میں ہر شئی کا کامل بیان ہے البتہ فہم کے اعتبار سے لوگوں کے مختلف درجات ہیں بہت سی چیزیں کچھ لوگوں کے لئے نہایت ہی آشکار ہوتی ہیں اور دوسروں کے لئے ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ کبھی کسی ایک کے لئے بیان بن جاتا ہے جبکہ دوسرے کے لئے نہیں بنتا چہ جائیکہ وہ اس کے کامل یا غیر کامل ہو- اور یہ فقط بصیرت کی قوتوں کا اختلاف ہے-

آگے چل کر فرماتے ہیں

انه جامع لما شاء الله تعالیٰ من الحوادث الکونیة وهو ایضاً مستخرج من القرآن العظیم

قرآن اللہ تعالیٰ کے کائنات میں پیدا کردہ احوال کو جامع ہے اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی مستنبط ہے-

(روح المعانی- پ۱۴، ۲۱۵-۲۱۶)

یاد رہے امام آلوسی نے اس قول کی تردید ہرگز نہیں کی بلکہ دوسرے مقام پر "ما فرطنا فی الکتاب من شئی" کے تحت بھی اسی طرح کی گفتگو نقل کی

المراد من الکتاب القرآن واختاره البلخی وجماعة فانه ذکر فیه جمیع مایحتاج الیه من امر الدین والدنیا بل وغیره

یہاں کتاب سے قرآن مراد ہے امام بلخی اور جماعت مفسرین نے اسی کو مختار قرار دیا کیونکہ اس میں ان تمام چیزوں کا ذکر ہے جن کی احتیاجی ہے خواہ وہ

ذلک اما مفصلاً واما مجملاً	امور دین ہیں یا امور دنیا بلکہ ان کے
.... ولا بدع فهی ام	علاوہ کا بھی ذکر ہے یا تو تفصیلاً یا اجمالاً
الكتاب وتلد كل امر عجيب	.... یہ کوئی نئی اور عجیب بات
وعلى هذا لاحاجة الى القول	نہیں قرآن تو اُم الکتاب ہے یہ امر
بتخصيص الشئى مما يحتاج اليه	عجیب کا پتہ دیتی ہے اسی بناء پر لفظ شئی کو
من دلائل التوحيد والتكاليف	صرف دلائل توحید اور تکالیف شرعیہ تک
(روح المعانی-پ-١٨٦)	ہی مخصوص کر لینے کی ضرورت نہیں۔

یہاں تو اس بات کی تصریح ہے کہ قرآن میں امور دنیا اور دین کے علاوہ کا بھی بیان ہے۔

۹۔ حضرت شیخ احمد ملا جیون کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

فما من شئى الا ويمكن القرآن	ہر شئی کا استنباط قرآن سے کیا جا سکتا
حتى استنبط بعضهم علم	ہے حتیٰ کے بعض نے علم ہیئت، ہندسہ،
الهيئة والهندسة والنجوم	نجوم، طب اور اکثر علوم عربیہ کو اسی
والطب واكثر العلوم العربية	سے مستنبط کیا ہے۔
(تفسیرات احمدیہ،۴)	

۱۰۔ موجودہ دور کے ایک عظیم شیخ سعید حوی نے یہی بات ان الفاظ میں کہی ہے

ويوم نبعث فى كل امة شهيدا	(اور اس روز ہر امت سے ان میں
عليهم من انفسهم) اى واذكر	سے گواہ لائیں گے) یعنی یاد کرو وہ
يوم نبعث فى كل امة نبيهم	دن جب ہم ہر امت پر ان میں سے
شهيدا عليهم من جنسهم	ان کے نبی کو گواہ بنائیں گے اور اے
(وجئنابك) يامحمد (شهيدا	محمد ﷺ ہم آپ کو لائیں گے (ان
على هؤلاء) اى على امتك	پر گواہ بنا کر) یعنی آپ کی امت پر،

ای اذکر ذلک الیوم وھولہ وما منحک اللہ فیہ من الشرف العظیم والمقام الرفیع ثم ذکر اللہ ما شرف بہ رسولہ ﷺ فی الدنیا من انزال ھذا القرآن علیہ (ونزلنا علیک الکتاب تبیانا) ای بینا (کل شئی) من امور الدین والدنیا قال ابن مسعود قد بین لنا فی ھذا القرآن کل علم وکل شئی فما من قضیۃ من القضایا التی یحتاج الیھا الانسان کفردو الانسانیۃ کلھا الا وللہ فیھا الحکم الحق ومجموع ھذہ الاحکام ھی الاسلام وفی الفوائد تفصیل حول ھذا الموضوع ثم اکمل اللہ وصف کتابہ بعد ان بین انہ تبیان لکل شئی فقال (ھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین) فکما ان القرآن فیہ تبیان لکل شئی ففیہ کذلک دلالۃ الی الحق

یعنی یاد کرو اس دن کو اور اس کی ہولناکیوں کو اور اس شرف عظیم اور مقام رفیع کو جو اللہ تعالیٰ اس میں آپ کو عطا فرمائے گا، اس کے بعد اس شرف کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے رسول ﷺ پر بصورت قرآن نازل فرمایا ہے (اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری جو تفصیل ہے) یعنی جو بیان کرنے والی ہے (ہر شئی کی) امور دین اور دنیا کو، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس قرآن میں ہمارے لئے ہر علم اور ہر شئی کا بیان ہے اور جس معاملہ کا انسان محتاج ہو خواہ کوئی فرد ہو یا تمام انسانیت، اس میں اس کے لئے حکم حق اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے، ان احکام کے مجموعہ کا نام اسلام ہے، آگے فوائد میں اس مسئلہ کی تفصیل آ رہی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ہر شئی کی تفصیل قرار دینے کے بعد اس کا وصف کامل بیان کرتے ہوئے فرمایا (یہ ہدایت، رحمت اور تمام

ورحمة للعالمين وبشارة لهم بالجنه وهكذا استقر المقطع على تبيان ان الاسلام تفصيله في هذا القرآن الذي فيه بيان كل شئي وفيه الهدى والرحمة والبشارة للمسلمين

(اساس فی التفسیر،۶-۲۹۶۵)

مسلمانوں کے لئے بشارت ہے) تو جس طرح یہ قرآن ہر شئی کی تفصیل ہے اس طرح یہ حق پر دال اور مسلمانوں کے لئے رحمت اور جنت کی بشارت ہے تو اس حصہ یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام کی تمام تفصیل اس قرآن میں ہے جو ہر شئی کے بیان پر مشتمل ہے اور اس میں ہدایت، رحمت اور اہل اسلام کے لئے بشارت ہے۔

۱۱- حدیث نبوی "فان خير الحديث كتاب الله" کے تحت ملا علی قاری (ت-۱۰۱۴) لکھتے ہیں۔

واشتمل عليه من بيان كل شئي تصريحاً او تلويحاً قال تعالىٰ (ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شئي) اى مما يحتاج اليه من امر الدين والدنيا والعقبى كالعلوم الاعتقادية والاعمال الشرعية والاخلاق البهية والاحوال السنية وغيرها

(مرقاۃ المفاتیح،۱-۳۶۷)

قرآن ہر شئی کے بیان پر مشتمل ہے صراحتاً یا اشارۃً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "نزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شئي" یعنی ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی محتاجی ہے خواہ وہ امور دین میں سے ہو یا دنیا اور آخرت سے ہو مثلاً علوم اعتقادیہ، اعمال شرعیہ، اخلاق اعلیٰ، افعال حسنہ یا دیگر اشیاء

۱۲- اس آیت کے تحت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے یہ لکھا

''اور علاوہ ازیں آپ ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کی سیادت وافضلیت کی، ایک یہ ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب یعنی قرآن اتارا جس میں دنیا و دین کی سب کی سب چیزوں کا بیان ہے۔'' (معارف القرآن-۴-۳۹۱)

۳۔ اللہ عزوجل کا مبارک فرمان ہے

لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الالباب ما كان حديثا يفترى ولكن تصديق الذى بين يديه و تفصيل كل شئي وهدى ورحمة لقوم يومنون (سورۃ یوسف،۱۱۱)

ان واقعات میں اصحاب عقل کے لئے عبرت و سبق ہے اور یہ قرآن بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے پہلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر شئی کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔

اس آیت مبارکہ کو بھی مفسرین نے عموم پر رکھا ہے اور امور دینیہ تک محدود نہیں کیا چند مسلمہ مفسرین کی آراء ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ حافظ ابن کثیر (المتوفی-۷۷۴) و تفصیل کل شئی کے تحت رقم طراز ہیں۔

من تحليل و تحريم و محبوب و مكروه وغير ذلك من الاحكام بالطاعات والواجبات والمستحبات والنهي عن المحرمات وما شاكلها من المكروهات والاخبار عن الامور الجليلة ومن الغيوب

حلال وحرام، پسندیدہ، مکروہ اور دیگر امور مثلاً طاعات، واجبات اور مستحبات کا حکم، محرمات اور مکروہات سے ممانعت، امور جلی اور مستقبل کے غیوب کی خبریں خواہ وہ اجمالی ہوں یا تفصیلی، اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کا مخلوقات

المستقبلة المجملة والتفصيلة والاخبار عن الرب تبارک و تعالیٰ بالاسماء والصفات وتنزنه عن مماثلة المخلوقات

سے مشابہت سے پاک ہونے کے بارے میں خبریں (یعنی ان تمام پر قرآن مشتمل ہے)

(تفسیر ابن کثیر،۲-۴۹۸)

۲- امام علاؤالدین علی الخازن (المتوفی-۷۲۵) اسی مبارک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "و تفصیل کل شئی" کے تحت لکھتے ہیں

یعنی ان فی ھذا القرآن المنزل علیک یا محمد تفصیل کل شئی یحتاج الیه من الحلال والحرام والحدود والاحکام والقصص والمواعظ والامثال وغیر ذلک مما یحتاج الیه العباد فی امر دینھم ودنیاھم

اے محمد ﷺ آپ پر نازل کردہ قرآن میں ہر اس شے کی تفصیل ہے جس کی محتاجی ہے مثلاً حلال، حرام، حدود، احکام، قصص، مواعظ، امثال اور دیگر اشیاء جس کی بندوں کو ضرورت تھی اپنے امور دینیہ میں اور دنیاویہ میں

(لباب التاویل-۳-۵۱)

۳- امام ابوالبرکات نسفی حنفی (ت-۷۱۰) کے یہ الفاظ ہیں

وتفصیل کل شئی یحتاج الیه فی الدنیا لانه القانون الذی یستند الیه السنة والاجماع والقیاس

اس میں ہر شئی کی تفصیل ہے جن کی دنیا میں ضرورت ہو سکتی ہے اس لئے کہ یہی قانون ہے جو سنت اجماع اور قیاس کی سند ہے۔

(مدارک التنزیل-۳-۵۱)

۴- شیخ سعید حوی نے پہلے حافظ ابن کثیر اور امام نسفی کے الفاظ نقل کئے اور پھر کہا

ومن هذه الاية ومن قوله تعالىٰ (ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شئى) فهم العلماء انه ما من قضية الا ولله فيها حكم عرفه من عرفه وجهله من جهله وكتاب هذا شأنه لا يمكن ان يكون الا من عند الله

(اساس فی التفسیر، ۵-۲۷۰۹)

اس آیت مبارکہ اور اس فرمان باری تعالیٰ (ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی) سے علماء نے یہ اخذ کیا ہے کہ ہر معاملہ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بیان کر دیا ہے- جان لیا جس نے جانا اور جاہل رہا جس نے جہالت اختیار کی اور ایسی شان کامل رکھنے والی کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے-

۵- اس آیت کی تفسیر میں علامہ سید محمود آلوسی (ت-۱۲۷۰) رقم طراز ہیں

ومن الناس من حمل كل على الاستغراق من غير تخصيص ذاهباً الى ان القرآن تبيين كل شئى من امور الدين والدنيا وغيره ذلك مما شاء الله تعالىٰ ولكن مراتب التبيين متفاوة حسب تفاوت ذوى العلم وليس ذلك بالبعيد عند من له قلب او القى السمع شهيد

(روح المعانی، ۱۳-۲۷۴)

کچھ اہل علم نے اس آیت مبارک میں ""کل"" کو بلا تخصیص، احاطہ و استغراق پر محمول کیا یہ کہتے ہوئے کہ قرآن میں تمام امور دنیا و دین اور ان کے علاوہ کا بیان و تفصیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا، ہاں بیان کے مراتب مختلف ہیں کیونکہ اصحاب علم میں تفاوت ہے اور یہ اس سے بعید نہیں جو دل رکھتا ہے یا وہ حاضر اور متوجہ ہو کر کان لگاتا ہے-

۵- ارشاد ربانی ہے

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو اس روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔

(الانعام-۵۹)

۱- امام فخر الدین رازی (المتوفی-۶۰۶) "یسئلونک عن الروح" کی تفسیر میں لکھتے ہیں-

وقال فی صفة القرآن (ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین) وکان علیه السلام یقول ارنا الاشیاء کما ھی فمن کان حاله وصفته کیف یلیق به ان یقول انالا اعرف ھذه المسئلة

(مفاتیح الغیب، جز۲۱-۳۹۲)

اور فرمایا قرآن کی صفت میں (ہر خشک وتر کا بیان اس روشن کتاب میں ہے) اور آپ ﷺ دعا فرمایا کرتے کہ مجھے اشیاء کی حقیقت دکھائی جائے جب آپ ﷺ کی یہ شان اور حال ہے تو یہ کیسے مناسب ہے کہ فرمائیں کہ میں یہ مسئلہ روح نہیں جانتا؟

یہاں یہ واضح نہ کرنا دیانتداری کے خلاف ہوگا کہ خود امام نے اس آیت کی تفسیر کے تحت کتاب مبین سے مراد علم باری تعالٰی ہی لینا صواب بتایا ہے- (ایضاً، جز۱۳-۱۲)

۲- اسی آیت کے تحت امام ابولیث نصر سمرقندی (ت-۳۷۵) لکھتے ہیں

یعنی فی اللوح المحفوظ ویقال القرآن قد بین فیه کل شئی، بعضه مفسر وبعضه بالاستدلال والاستنباط

(تفسیر بحر العلوم، ۱-۴۷۴)

یعنی لوح محفوظ مراد ہے یہ بھی کہا گیا کہ قرآن ہر چیز کو واضح کرتا ہے بعض کی تفسیر موجود ہے اس میں اور بعض استدلال اور استنباط سے معلوم ہوتی ہیں-

۳- امام ابوحامد محمد غزالی (ت-۵۰۵) اسی آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں

والله تعالیٰ اخبر فی القرآن عن جمیع العلوم و جلی الموجودات و خفیها و صغیرها و کبیرها ومحسوسها ومعقولها والی هذه الاشارة بقوله تعالیٰ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام علوم کی خبر دی ہے اور تمام موجودات کی خواہ وہ جلی ہیں یا مخفی، چھوٹے ہیں یا بڑے، محسوس ہیں یا معقول، اس طرف اشارہ یوں کیا کہ ہر خشک و تر کتاب روشن میں ہے۔

(الرسالة اللدنیه، ۲۲۸)

۶- ارشاد الٰہی ہے

وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شئی

اور نہیں کوئی زمین پر چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں، ہم نے کتاب میں کوئی شئی چھوڑی نہیں

(پ ۷، الانعام، ۳۸)

اس آیت کے تحت چند مفسرین کی آراء ملاحظہ کیجئے

۱- امام اسماعیل حقی (ت، ۱۱۳۷) رقمطراز ہیں

ماترکنا فی القرآن شیاً من الاشیاء المهمة التی بینا انه تعالیٰ مراع فیها لمصالح جمیع مخلوقاته على [illegible]

ہم نے قرآن میں کسی اہم شئی کا بیان ترک نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنی مخلوقات کی مصلحتوں کی اس طرح رعایت کی ہے جو ہونا چاہیے

بل قد بینا کل شئی اما مفصلاً او مجملاً
(روح البیان، ۳-۳۷)

بلکہ ہم نے ہر شے بیان کر دی ہے تفصیلاً یا اجمالاً

۲- امام محمود آلوسی (ت-۱۲۷۰) اس کے تحت لکھتے ہیں

المراد من الکتاب القرآن واختاره البلخی وجماعة فانه ذکر فیه جمیع مایحتاج الیه من امر الدین والدنیا بل وغیره ذلک اما مفصلاً واما مجملاً
(روح المعانی، ۷-۱۸۶)

یہاں کتاب سے مراد قرآن ہے، امام بلخی اور ایک جماعت مفسرین کا مختار یہی ہے کیونکہ قرآن میں ان تمام ضروریات کا ذکر ہے خواہ وہ دینی ہیں یا دنیاوی بلکہ ان کے علاوہ اشیاء کا ذکر ہے تفصیلاً یا اجمالاً

۳- حافظ ابن حجر مکی (ت-۹۷۳) علوم قرآنی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں-

علوم لاغایة لها کما قال ما فرطنا فی الکتاب من شئی وقال ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی
(المنح المکیة، ۳۹۶)

اس میں اس قدر علوم ہیں کہ ان کی انتہا نہیں جیسے فرمان الٰہی ہے ہم نے کتاب میں کوئی شی چھوڑی نہیں اور فرمایا اور ہم نے آپ پہ کتاب نازل کی جو ہر شی کی تفصیل ہے

دوسرے مقام پر امام بوصیری کے الفاظ وسع العالمین علماً و حکماً کے تحت رقم طراز ہیں

وسع علمه ﷺ علوم العالمین الانس والملائکة والجن لان الله تعالیٰ اطلعه علی العالم فعلم

رسول اللہ ﷺ کا علم تمام عالمین انس ملائکہ، جنات کے علم سے وسیع و ... کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

علوم الاولین والاخرین ما کان وما یکون کما مرو حسبک فی ذلک القرآن الذی اوتیه ومثله مع کما صح عنه وقد قال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شئی ویلزم من احاطته ﷺ بالعلوم القرآنیة ومثلها الذی اوتیه ایضاً انه احاطه بعلوم الاولین والاخرین وان علومهم مندرجة ومنغمزة فی علومه ﷺ (المنح المکیة، ۳۰۵)

اس قدر علم دیا کہ اولین و آخرین اور جو کچھ ہوا اور ہونے والا ہے اسے آپ نے جان لیا اس پر دلیل قرآن ہے جو ساتھ اس کی مثل جیسے حدیث صحیح سے ثابت ہے اور ارشاد الٰہی ہے ہم نے قرآن میں کوئی چیز چھوڑی نہیں، آپ علوم قرآنی اور اس کی مثل علوم کے احاطہ سے یہ بھی لازم ہے کہ آپ اولین و آخرین کے علوم کا احاطہ کرنے والے ہوں تو ان کے علوم آپ ﷺ کے علوم کے ضمن میں داخل وشامل ہیں۔

اعجاز قرآن پر چوتھی دلیل یوں دی

ما فیه من الاحاطة بعلوم الاولین والاخرین ما فرطنا ومن الاخبار بالمغیبات مما کان وما یکون نحو ولن تفعلوا، ولا یتمنونه ابدا (ایضاً-۳۸۹)

اس میں اولین و آخرین کے علوم کا احاطہ ہے- ارشاد الٰہی ہے ہم نے اس میں کچھ نہیں چھوڑا، اس میں غیب کی خبریں ہیں، گذشتہ اور آئندہ مثلاً تم اس کے مثل نہ لاسکو گے، اور وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے-

۴- امام فخر الدین رازی (ت،۶۰۶) نے الکتاب کے بارے میں دو اقوال ذکر کئے-

قول اول- لوح محفوظ مراد ہے

قول ثانی یہ ہے

ان المراد منه القرآن وهذا اظهر لان الالف واللام اذا دخلا على الاسم المفرد انصرف الى المعهود السابق والمعهود السابق من الكتاب عند المسلمين هو القرآن فوجب ان يكون المراد من الكتاب في هذه الاية القرآن	اس سے مراد قرآن ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ جب الف لام اسم مفرد پر داخل ہوں تو اس سے سابقہ مذکورہ مراد ہوتا ہے اور یہاں سابق مذکور کتاب مسلمانوں کے ہاں قرآن ہی ہے لہٰذا اس آیت میں کتاب سے قرآن ہی مراد ہوگا۔

پھر اس پر سوال اٹھایا کہ اس میں علم طب، علم حساب وغیرہ کی تفاصیل نہیں، اس کا جواب دیا کہ

قوله ما فرطنا في الكتاب من شئي يجب ان يكون مخصوصا ببيان الاشياء التي يجب معرفتها والاحاطة بها	ارشاد الٰہی ہم نے کتاب میں کوئی شے چھوڑی نہیں لازم ہے کہ اس کا تعلق ان اشیاء کے بیان سے ہو جن کی معرفت واحاطہ لازم ہو۔

(مفاتیح الغیب، جز۱۲، ۱۸۳، ۱۸۴)

۵- شیخ عبداللہ سراج الدین حلبی (ت-۱۴۲۲) نے دلیل کے ساتھ واضح کیا کہ یہاں کتاب سے مراد قرآن ہی ہے

فالمراد بالكتاب في آية، ما فرطنا في الكتاب من شئي، هو القرآن لا اللوح المحفوظ لانه سبحانه يمتن على عباده بانه ما	اس آیت "مافرطنا فی الکتاب من شئی" میں کتاب سے قرآن مراد ہے نہ کہ لوح محفوظ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان بتلاتے

فرط ای ما قصر فی بیان کل شئی، یعلم ذلک کل من اطلع علیہ، واما اللوح المحفوظ فمن الذی اطلع علیہ فی تبین لہ کل شئی، اما القرآن فھو امامھم حجۃ قائمۃ علیھم

(ھدی القرآن الکریم الی معرفۃ العوالم والتفکر فی الاکوان-۲)

ہوئے فرمایا کہ اس میں تمام اشیاء کی تفصیل میں کوئی کمی نہیں فرمائی تو اسے وہی جانے گا جو اس پر مطلع ہو، رہا لوح محفوظ تو اس میں ہر شئی کی تفصیل سے کون مطلع ہوگا؟ ہاں قرآن پر مطلع ہوا جا سکتا ہے- تو یہی امام و رہبر اور سب پر حجت ہے-

۷- ارشاد الٰہی ہے

ووجدک ضالاً فھدی

اور پایا ہم نے امور دنیا سے ناواقف تو راہ دی

امام فخر الدین رازی (ت-۶۰۶) نے اس آیت کے بیس معانی بیان کئے ان میں سے پندرہواں معنیٰ یہ ہے

ضالاً عن امور الدنیا لا تعرف التجارۃ ونحوھا حتی ربحت تجارتک وعظم ربحت حتی رغبت خدیجۃ فیک والمعنی انہ ما کان لک وقوف علی الدنیا وما کنت تعرف سوی الدین فھدیتک الی مصالح الدنیا بعد ذلک

(مفاتیح الغیب، جز۳۱، ۲۱۵)

کہ آپ ﷺ امور دنیا سے ناواقف تھے یعنی تجارت وغیرہ سے آگاہ نہ تھے تو ہم نے راہ دی تا کہ تجارت سے نفع ہوحتی کہ سیدہ خدیجہ نے آپ کی طرف رغبت کی تو معنی یہ ہوگا آپ دنیاوی امور سے آگاہ نہ تھے آپ صرف امور دین سے آگاہ تھے تو ہم نے اس کے بعد امور دنیا کے مصالح سے بھی آپ کو آگاہ کردیا-

۸۔ ارشادالٰہی ہے

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم — نبی اہل ایمان کی جانوں سے بھی زیادہ حق دار ہیں۔ (الاحزاب،٦)

ا۔اس کی تفسیر میں علامہ جاراللہ زمخشری (ت،۵۳۸) رقم طراز ہیں۔

فی کل شیٔ من امور الدین والدنیا کل مادعا الیه فھو ارشاد لھم الی نیل النجاۃ والظفر بسعادۃ الدارین — ہر شئی میں خواہ امور دنیا ہوں یا امور دین تو آپ ﷺ جس کی طرف بلائیں اس سے نجات اور دارین کی سعادت حاصل ہوگی۔ (الکشاف،۳۔۲۵۱)

۲۔امام ابوالبرکات نسفی (ت،۷۱۰) اسی آیت کے تحت رقم طراز ہیں۔

ای احق بھم فی کل شیٔ من امور الدین والدنیا وحکمه انفذ علیھم من حکمھا — یعنی رسول اللہ ﷺ دین ودنیا کی ہر چیز میں مسلمانوں پر کامل حق رکھتے ہیں تو آپ ﷺ کا حکم ان پران کی جان سے بھی زیادہ اورکامل طور پر جاری ہوتا ہے (مدارک التنزیل،۶۳۲)

۳۔علامہ غلام رسول سعیدی رقم طراز ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ ان کے دین اور دنیا کے معاملات میں کسی چیز کا حکم دیں اور ان کی خواہش ان معاملات میں کوئی اور کام کرنے کی ہوتو ان پرلازم ہے کہ وہ اس کام کوکریں جس کا نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا ہواوروہ اپنی خواہش پر عمل نہ کریں۔

(تبیان القرآن،۹۔۳۷۹)

۹۔ارشاد مقدس ہے۔

وما کان ھٰذا القرآن ان یفترٰی من دون اللہ ولٰکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل الکتٰب لا ریب فیہ من رب العٰلمین. (یونس،۳۷)

اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بے اللہ کے اتارے ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرے اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔

ا۔امام فخر الدین رازی (ت،۶۰۶) نے اس کے تحت اعجاز قرآنی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا۔

کہ کچھ لوگ اس کے امور غیب پر مشتمل ہونے کی وجہ سے معجز مانتے ہیں اور یہ "تصدیق الذی بین یدیہ" سے مراد ہے

اور کچھ اس کے علوم کثیرہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے معجز کہتے ہیں "تفصیل فی کل شئی" میں اس طرف اشارہ ہے۔

اس کی تفصیل وتحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

کہ علوم دو طرح کے ہیں دینیہ اور غیر دینیہ بلاشبہ پہلی قسم کا درجہ وشان دوسری قسم سے اعلیٰ واکمل ہے۔علوم دینی، علم عقائد وادیان ہیں یا علم اعمال، علم عقائد وادیان سے اللہ تعالیٰ کی معرفت، ملائکہ، کتب، رسل اور قیامت کی معرفت مراد ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اس کی ذات، اس کی صفات جلال واکرام، افعال، احکام اور اسماء کی معرفت مراد ہے۔قرآن ان مسائل کے دلائل ورہنمائی پر اس قدر مشتمل ہے کہ کوئی کتاب اس کے برابر تو کجا تمام کتب اس کے قریب بھی نہیں پہنچ پاتیں۔

علم اعمال کا تعلق اگر تکالیف ظاہرہ سے ہے تو یہ علم فقہ ہے اور یہ حقیقت و معلوم ہے کہ تمام فقہاء نے قرآن ہی سے مسائل اخذ کیے ہیں یا ان کا تعلق صفاء باطن یا ریاضت قلوب سے ہوگا تو قرآن میں ان کا ذکر اس قدر ہے کہ دوسری جگہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين (الاعراف،۱۹۹)

اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو

ان الله يأمر بالعدل والاحسان وايتاء ذی القربىٰ وينهىٰ عن الفحشاء والمنكر والبغی يعظكم لعلكم تذكرون. (النحل،۹۰)

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

فثبت ان القرآن مشتمل على تفاصيل جميع العلوم الشريفة عقليها ونقليها اشتمالاً يمتنع حصوله فی سائر الكتب فكان ذالك معجز أو اليه الاشارة بقوله وتفصيل الكتاب

ثابت ہوگیا قرآن تمام اعلیٰ علوم عقلی و نقلی پر یوں مشتمل ہے کہ ان کا حصول دیگر کتب سے محال ہے تو یوں یہ معجز ہے اور اس کی طرف تفصیل الکتاب سے اشارہ کیا گیا ہے۔

(مفاتیح الغیب، جز ۱۷،۸۱)

بحر افعال سے علوم کا حصول

یہاں امام رازی نے آشکار کیا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے صفات، افعال اور اسماء پر مشتمل ہے ان میں سے ہر ایک کو اپنے حساب سے فہم علم نصیب ہوتا ہے۔ امام ابو حامد غزالی (ت، ۵۰۵) لکھتے ہیں کہ جس قدر علوم ہیں خواہ ہم انہیں شمار کر سکیں یا نہ کر سکیں۔

جمیعها معرفته من بحر واحد من بحار معرفة الله تعالیٰ وهو بحر الافعال

یہ تمام اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سمندروں سے ایک سمندر کی معرفت سے ہیں اور وہ اس کے افعال کا سمندر ہے (جواہر القرآن، ۳۲)

دینی اور غیر دینی کی تقسیم

امام رازی وغیرہ نے جو علوم کی دینی وغیر دینی کی طرف تقسیم کی ہے یہ اعلیٰ وادنیٰ ہونے کے اعتبار سے ہے یہ نہیں کہ وہ علوم ہی سے خارج ہیں، اس لیے اہل علم نے تصریح کی ہے کہ یہ تقسیم غافلوں کے اعتبار سے ہے۔

اما العارف فلا ینظر الی شیء الا بوجهه الذی هو مرآة به لخالقه وصفاته واسمائه وافعاله

کیونکہ صاحب معرفت کسی شے کو بھی نہیں دیکھتا مگر یوں کہ وہ شی اپنے خالق، اس کی صفات، اسماء اور افعال کی آئینہ ہے۔

مثلاً حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

مارأیت شیأ الا ورأیت الله معه

میں کوئی۔ شے نہیں دیکھتا مگر اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ دیکھتا ہوں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مارأیت شیأ الا ورأیت الله فیه — میں کوئی شے نہیں دیکھتا مگر اللہ تعالیٰ کو اس میں دیکھتا ہوں۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

مارأیت شیأ الا ورأیت الله بعده — میں کوئی شے نہیں دیکھتا مگر اللہ تعالیٰ کو اس کے بعد دیکھتا ہوں۔

خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مارأیت شیأ الا ورأیت الله قبله — میں کوئی شے نہیں دیکھتا مگر اللہ تعالیٰ کو اس سے پہلے دیکھتا ہوں۔

(مرقاۃ المفاتیح، حدیث ۲۵ ۷)

خود امام رازی ''اهدنا الصراط المستقیم'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

لا ذرۃ من ذرات العالم الاعلی والاسفل الا وتلک الذرۃ شاهدۃ بکمال الهیة وبعزۃ عزته وبجلال صمدیته کما قیل وفی کل شیٔ له آیة تدل علی انه واحد (مفاتیح الغیب،۔۔)

عالم بالا و پست کے ذرات میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں کہ وہ کمال الوہیت، اس کی عزت و اکرام اور اس کے جلال و صمدیت پر شاہد نہ ہو کسی نے خوب کہا ہے۔ ہر شے میں اس پر نشانی ولادت ہے کہ وہ ذات واحد و یکتا ہے۔

متعدد آیات قرآنیہ میں اس طرف اشارہ موجود ہے مثلاً ایک مقام پر فرمان الٰہی ہے۔

سنریهم ایتنا فی الأفاق و فی انفسهم حتیٰ یتبین لهم انه الحق (پ۲۵، حٰم السجدہ،۵۳)

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے

تو جب افعال ،صفات واسماء کا علم قرآن میں موجود ہے جو دینی ودنیاوی علوم کا ماخذ و مرجع ہیں اور کائنات میں سب سے بڑھ کر ان کا علم سرور عالم ﷺ کو ہی ہے تو وہ کونسا علم ہے جس کی معرفت آپ ﷺ کو حاصل نہ ہو گی ۔

داؤ کامیاب نہیں ہو سکتا

جب امت قرآنی الفاظ ''وکل شیء فصلنٰہ تفصیلاً'' کے تحت مفسرین کے اقوال سے استدلال کرتی ہے کہ قرآن میں دین و دنیا دونوں کے تمام امور کا بیان ہے۔ جس طرح تفصیل کے ساتھ پیچھے گزرا تو کچھ لوگ اس جگہ یہ داؤ لگاتے ہیں کہ مفسرین عموم نہیں مانتے بلکہ وہ تخصیص کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جن امور دنیا کی طرف محتاجی ہے ان کا بیان ہے نہ کہ ہر ایک کا۔

ہم نے ایک مخالف مؤقف رکھنے والے کو جب اس آیت اور اس کی تفسیر کی طرف توجہ دلائی تو اس نے آگے سے لکھا کہ اس میں ہماری تردید نہیں بلکہ تمہاری تردید ہے۔

اس لیے کہ جس کل سے تخصیص مراد لے کر مفسرین کرام سے آپ حضرات کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے اس لیے کہ جس کل کے عموم سے آپ حضرات اپنا نظریہ ثابت کرتے ہیں اس کل سے تخصیص مراد لے کر مفسرین کرام نے عموم کی نفی کی ہے کہ اس کل سے ہر ہر چیز مراد نہیں بلکہ ایسے دینی اور دنیاوی امور مراد ہیں جن کی طرف انسانوں کی احتیاجی ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے۔ الخ

(جواب حاضر ہے، از حافظ عبدالقدوس قارن)

حالانکہ مفسرین نے یہ وضاحت کی تھی کہ کائنات میں انسان کو جس بھی دینی و دنیاوی معاملہ میں رہنمائی کی ضرورت ہوگی اس کا بیان قرآن میں موجود ہے ان کا مدعی یہ بیان تھا نہ کہ کل کی تخصیص

مخالفین سے گزارش یہ ہے کہ وہ ایسے امور کی ضرور نشاندہی کریں جس کی انسان کو

ضرورت پیش نہیں آسکتی یہ تو ممکن ہے کہ ایک کو ضرورت نہ ہو جبکہ دوسرا اس کا حاجت مند ہو

اسی لیے قرآن میں واضح کہا ہے کہ ہم نے کائنات کی ہر شی فائدہ کے لیے پیدا کی ہے تو مفسرین کی بات کو غلط رنگ دینا ہرگز مناسب نہیں۔

فصل

قرآن میں امور دنیا اور جمہور امت

امام محمد غزالی کی تحقیق

امام سیوطی کی خوب گفتگو

شیخ ابن عاشورہ کی علمی گفتگو

دوسرا طریقہ مفسرین

مفسرین کا تیسرا طریقہ

تیسرے طریقہ میں اہل علم کی آراء

شیخ شاطبی کی گفتگو

شاطبی کا چھ دلائل سے رد

ان اقوال میں موافقت

فصل۔قرآن میں امور دنیا اور جمہور امت

جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے کہ جیسے قرآن میں دینی امور کا بیان ہے اسی طرح اس میں دنیاوی امور کا بھی حل موجود ہے۔امام محمد غزالی (ت،۵۰۵) امام فخر الدین رازی (ت-۶۰۶) امام ابوبکر بن العربی (ت،) امام ابوالفضل المرسی (ت-) امام جلال الدین سیوطی (ت-۹۱۱) اور دیگر اہل علم نے اس مسئلہ پر تفصیلاً لکھا اور واضح کیا ہے کہ دنیاوی امور کے بارے میں قرآن مجید میں ایسے اشارات موجود ہیں کہ اہل فہم ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

۱- امام محمد غزالی (ت-۵۰۵) قرآن مجید کی اس شان کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

ان القرآن هو البحر المحيط الشتمل على جميع الاشياء	قرآن ایسا محیط علمی سمندر ہے کہ یہ تمام اشیاء پر مشتمل ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں

والله تعالىٰ اخبر في القرآن من جميع العلوم و جلى الموجودات و خفيها وصغيرها و كبيرها ومحسوسها ومعقولها والى هذه الاشارة بقوله تعالىٰ ولا رطب ولا يابس الا فى كتاب مبين	اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام علوم اور موجودات کی خبر دی ہے خواہ وہ جلی ہیں یا خفی، چھوٹے ہیں یا بڑے محسوس ہیں یا معقول اس کی طرف اپنے اس ارشاد گرامی میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے "نہیں کوئی تر اور نہیں کوئی خشک مگر کتاب روشن میں"

(الرسالۃ اللدنیہ-۲۲۳)

احیاء علوم الدین میں اس کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وبالجملة فالعلوم كلها داخلة في افعال الله عزوجل وصفاته وفي القرآن شرح ذاته وافعاله وصفاته وهذه العلوم لا نهاية لها وفي القرآن اشارة الى مجامعها

الغرض تمام علوم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے افعال اور صفات میں داخل ہیں اور قرآن، ذات الٰہی، افعال وصفات الٰہی کی شرح وتفصیل ہے، ان علوم کی انتہاء نہیں اور قرآن میں ان تمام کی طرف اشارہ موجود ہے۔

(الاحیاء-۳-۱۳۵)

اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا

بل كل ما اشكل فهمه على النظار واختلف فيه الخلائق في النظريات والمعقولات في القرآن اليه رمز ودلالات عليه يختص اهل الفهم بدركها

بلکہ ہر وہ شی جس کا فہم اہل نظر پر مشکل ہے اور اس میں مخلوق کا اختلاف ہے خواہ وہ نظریات و معقولات ہیں، قرآن میں اس کی طرف اشارہ و رہنمائی موجود ہے جسے مخصوص اہل فہم پا سکتے ہیں۔

(الاحیاء الباب الرابع فی آداب تلاوۃ القرآن)

اپنی کتاب جواہر القرآن کی پانچویں فصل میں بہت سارے علوم شمار کیے مثلاً علم طب علم نجوم، علم ہیئت، علم سحر، علم طلسمات اور اس کے بعد لکھا

ثم هذه العلوم ما عددنا وما لم نعددها ليست اوائلها خارجة عن القرآن فان جميعها مغترفة من بحر واحد من بحار معرفة

یہ علوم جنہیں ہم نے شمار کیا یا شمار نہ کیا ان تمام کے اصول قرآن سے خارج نہیں کیونکہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سمندروں میں سے ایک سمندر کی

اللہ تعالیٰ وھو بحر الافعال

(جواہر القرآن، ۳۲)

معرفت ہے اور وہ افعال الٰہی کا سمندر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی (ت،۹۱۱) نے اس پر خوب گفتگو کی، بحث کے اختتام پر کہتے ہیں

انا اقول قد اشتمل کتاب اللہ العزیز علی کل شیئ اما انواع العلوم فلیس منھا باب ولا مسئلۃ ھی اصل الا و فی القرآن ما یدل علیھا وفیہ عجائب المخلوقات وملکوت السموات والارض وما فی الافق الاعلیٰ و تحت الثری وبدء الخلق

(الاتقان، النوع الخامس والستون فی العلوم)

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہر شی پر مشتمل ہے اقسام علوم کا کوئی باب اور مسئلہ نہیں جس پر قرآن کی دلالت نہ ہو اور اس میں مخلوقات، آسمانوں اور زمین، افق اعلیٰ اور تحت الثریٰ اور ابتداء خلق کے عجائبات موجود ہیں۔

اس سے کسی مسلم اہل علم نے ماسوائے امام ابواسحاق ابراہیم شاطبی (ت-۷۹۰) کے اختلاف نہیں کیا، انہوں نے الموافقات میں لکھا کہ قرآن میں صرف دینی امور کا ہی تذکرہ ہے۔ اس میں امام شاطبی کی اہم دلیل یہ ہے کہ مخاطب اُمی عرب ہیں لہذا اس کا فہم وافہام بھی ان کی طاقت وعقل کے مطابق ہی ہوگا۔ لہذا شریعت بھی اُمیوں کے مطابق ہے۔

شیخ ابن عاشور کی علمی گفتگو

اسی وجہ سے اہل علم نے امام شاطبی کی رائے کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کی خوب تردید کی۔ اپنے دور کے عظیم مفسر قرآن شیخ محمد بن طاہر عاشور نے مذکورہ مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے امام شاطبی کا چھ دلائل سے رد کیا۔ ہم ان کی علمی گفتگو یہاں نقل

کئے دیتے ہیں- لکھتے ہیں

فطرائق المفسرین للقرآن ثلاث، اما الاقتصار علی الظاهر من المعنی الاصلی للترکیب مع بیانه وایضاحه وهذا هو الاصل، واما استنباط من وراء الظاهر تقتضیها دلالة اللفظ او المقام ولا یجافیها الاستعمال ولا مقصد القرآن، وتلک هی مستتبعات التراکیب وهی من خصائص اللغة العربیة المبحوث فیها فی علم البلاغة ککون التاکید یدل علی انکار المخاطب او تردده، وکفحوی الخطاب ودلالة الاشارة واحتمال المجاز مع الحقیقة، واما ان یجلب المسائل ویبسطها لمناسبة بینها وبین المعنی، او لان زیادة فهم المعنی متوقفة علیها، او للتوفیق بین المعنی

مفسرین قرآن نے تین طریقے اختیار کئے ہیں- یا ظاہر پر اکتفاء کرتے ہوئے الفاظ کا معنی اور اس کا بیان و وضاحت کرتے ہیں اور یہ یہی اصل ہے، ظاہری معنی کے علاوہ معانی کا استنباط دلالت الفاظ یا مقام سے بشرطیکہ وہ الفاظ کے استعمال اور مقصد قرآن سے دور نہ ہوں- یہ ترکیب الفاظ کے تابع ہوتے ہیں اور یہ لغت عرب کے خصائص میں سے ہیں- جن کی بحث علم البلاغہ میں کی جاتی ہے مثلاً تاکید، انکار مخاطب یا تردید مخاطب پر دال ہوتی ہے- سیاق خطاب، دلالت، اشارہ اور حقیقت کے ساتھ مجاز کا احتمال

البتہ مسائل کا استنباط اور ان میں وسعت ان کے معانی کے درمیان مناسبت کی وجہ سے یا ایسا معنی کا اضافہ فہم کہ اس پر معنی موقوف ہے یا معانی قرآن اور دیگر علوم میں موافقت

القرآني وبين بعض العلوم مما له تعلق بمقصد من مقاصد التشريع لزيادة تنبيه اليه، او لرد مطاعن من يزعم انه ينافيه لا على انها مما هو مراد الله من تلك الاية بل لقصد التوسع كما اشرنا اليه في المقدمة الثانية

پیدا کرنا جس کا مقاصد شریعت کے مقصد سے تعلق ہوتا کہ اس میں تنبیہ ہو جائے یا ان طعن کرنے والوں کا رد جو اس کی نفی کرتے ہوں، یہ مقصد نہیں کہ یہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے بلکہ مقصد تو تعاون ہوتا ہے جس کی طرف ہم نے مقدمہ ثانیہ میں اشارہ کیا

دوسرا طریقہ مفسرین

ففي الطريقة الثانية قد فرع العلماء وفصلوا في الاحكام، وخصوها بالتاليف الواسعة، وكذلك تفاريع الاخلاق والاداب التي اكثر منها حجة الاسلام الغزالي في كتاب (الاحيا) فلا يلام المفسر اذا اتى بشيء من تفاريع العلوم مما له خدمة للمقاصد القرآنية وله مزيد تعلق بالامور الاسلامية كما نفرض ان يفسر قوله تعالى وكلم الله موسىٰ تكليما (النساء - ١٦٤) بما ذكره المتكلمون في اثبات الكلام النفسي والحجج

دوسرے طریقہ مفسرین میں اہل علم احکام کا استنباط اور تفصیل کرتے ہیں اور انہیں خوب جمع کر دیتے ہیں- اسی طرح اخلاق و آداب کے مسائل جن میں سے اکثر کو حجۃ الاسلام غزالی نے کتاب الاحیاء میں ذکر کیا ہے- مفسر پر اس وقت تک کوئی طعن نہیں کیا جا سکتا جب وہ علوم کے وہ مسائل ذکر کرے جس سے مقاصد قرآنی کی خدمت ہو اور ان امور سلامیہ سے تعلق میں اضافہ ہو- جیسے اس ارشاد الٰہی کلم الله موسى تكليما کی تفسیر متکلمین کی طرح کرتے ہوئے کلام نفسی کے اثبات پر دلائل دیئے

لذلک، والقول فی الفاظ القرآن وما قاله اهل المذاهب فی ذلک- وکذا ان یفسر ما حکاه الله تعالیٰ فی قصة موسی مع الخضر بکثیر من آداب المعلم والمتعلم کما فعل الغزالی . وقد قال ابن العربی انه املی علیها ثمانمائة مسألة. وکذلک تقریر مسائل من علم التشریع، لزیادة بیان قوله تعالی فی خلق الانسان (من نطفة ثم من علقة) (الحج – ۵) الآیات فانه راجع الی المقصد وهو مزید تقریر عظمة القدرة الالهیة.

جائیں اور الفاظ قرآن کے بارے میں اہل مذہب نے جو کچھ کہا ہے اسے بیان کیا جائے، اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کی تفسیر کرتے ہوئے آداب معلم و متعلم کا بیان کیا جائے جیسے امام غزالی نے کیا امام ابن العربی کہتے ہیں میں نے اس سے آٹھ صد مسائل مستنبط کئے ہیں، اسی طرح ارشاد الٰہی من نطفة ثم من علقة کے تحت خلقت انسان کی تفصیل میں علم التشریح اور طب کی تفصیل، تو یہ مقصود تک پہنچاتی ہے کیونکہ اس میں قدرت الٰہیہ کی عظمت کا مزید اظہار ہے

مفسرین کا تیسرا طریقہ

وفی الطریقة الثالثة تجلب مسائل علمیة من علوم لها مناسبة بمقصد الایة، اما علی ان بعضها یؤمی الیه معنی الایة ولو بتلویح ما کما یفسر احد قوله تعالی (ومن یؤت الحکمة

مفسرین کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ مقصد آیت کے مناسب سائنسی علوم کا استنباط کرتے ہیں یا یوں کہ کچھ پر آیت کے معنی میں اشارہ ہوتا ہے اگرچہ بطور رمز ہو جیسے کسی نے اس ارشاد عالی ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً

فقد اوتی خیراً کثیراً) (البقرہ - ۲۶۹) فیذکر تقسیم علوم الحکمة ومنافعها مدخلاً ذلک تحت قوله (خیراً کثیراً) فالحکمة وان کانت علماً اصطلاحیاً ولیس هو تمام المعنی للآیة الا ان معنی الآیة الاصلی لا یفوت وتفاریع الحکمة تعین علیه، وکذلک ان نأخذ من قوله تعالیٰ (کیلا یکون دولة بین الاغنیاء منکم) (الحشر - ۷) تفاصیل من علم الاقتصاد السیاسی وتوزیع الثروة العامة ونعلل بذلک مشروعیة الزکاة والمواریث والمعاملات المرکبة من رأس مال وعمل علی ان ذلک تؤمی الیه الآیة ایماء، وان بعض مسائل العلوم قد تکون اشد تعلقاً بتفسیر ای القرآن کما نفرض مسألة کلامیة لتقریر دلیل قرآنی مثل برهان

کی تفسیر کی اور علوم حکمت کی تفہیم اور اس کے منافع ذکر کئے اور کہا یہ خیراً کثیراً کے تحت داخل ہیں حکمة اگرچہ ایک مستقل علم و اصطلاح ہے اور یہ آیت کا معنی تمام نہیں مگر آیت کا معنی اصل اس کے منافی نہیں اور حکمۃ کی تصریحات اس پر معاون ہیں اسی طرح ہم ارشاد باری تعالیٰ کیلا یکون دولة بین الاغنیاء منکم (الحشر-۷)

کے تحت علم اقتصادیات' سیاسی اور دولت عامہ کی تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے اس کی علت وسبب بیان کریں کہ اسی لئے زکوۃ، وراثت کی تقسیم اور دیگر مالی معاملات تو ان پر آیت میں اشارہ موجود ہے

بعض مسائل علم کا تعلق آیات قرانیہ سے زیادہ سخت ہوتا ہے- جیسے ہم مسائل کلامیہ میں بطور قرآنی دلیل برہان تمانع کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ اس پر یہ ارشاد الٰہی شاہد ہے

لو کان فیهما الهة الا الله

التمانع لتقرير معنى قوله تعالى
(لو كان فيهما الهة الا الله
لفسدتا) (الانبياء - ٢٢)
وكتقرير مسألة المتشابه
لتحقيق معنى نحو قوله تعالى
(والسماء بنيناها بايد)
(الذاريات - ٤٧) فهذا كونه
من غايات التفسير واضح،
وكذا قوله تعالى (افلم ينظروا
الى السماء فوقهم كيف بنيناها
وزيناها وما لها من فروج)
(ق - ٦) فان المقصد منه
الاعتبار بالحالة المشاهدة فلو
زاد المفسر ففصل تلك
الحالة وبين اسرارها وعللها
بما هو مبين فى علم الهيئاة
كان قد زاد المقصد خدمة .
واما على وجه التوفيق بين
المعنى القرآنی وبين المسائل
الصحيحة من العلم حيث
يمكن الجمع . واما على وجه
الاسترواح من الاية كما يؤخذ

لفسدتا (الانبیاء-۲۲)
مسئلہ متشابہ کی تفصیل وتشریح میں اس
آیت سے والسماء بنیناھا باید
(الذاریات-۴۷)
تو ان کا مقاصد تفاسیر میں سے ہونا
واضح ہے- اسی طرح ارشاد الٰہی ہے
افلم ینظروا الی السماء فوقھم
کیف بنینا ھا وزیناھا وما لھا
من فروج (ق-۶)
کیونکہ اس سے مقصود حالت مشاہدہ
سے عبرت ونصیحت پانا ہے- اب کوئی
مفسر علم ہیئت میں بیان کردہ ان احوال
کے اسرار وعلل سے گفتگو کرے تو
انہوں نے مقصد کی خدمت ہی کی
ہے- یا معانی قرآن اور صحیح مسائل
سائنس کے درمیان موافقت کے لئے
گفتگو کی اور وہاں موافقت ممکن تھی!
آیت سے استدلال کیا جیسے ارشاد
الٰہی ویوم نسیر الجبال
(الکھف،۴۷)
سے استدلال کہ عالم کی فنا زلزلوں
سے ہوگی اور ارشاد اذا الشمس

من قوله تعالى "ويوم نسير الجبال" (الكهف – ٤٧) ان فناء العالم يكون بالزلازل، ومن قوله، "اذا الشمس كورت" (التكوير – ١) الآية ان نظام الجاذبية يختل عند فناء العالم، وشرط كون ذلك مقبولاً ان يسلك فيه مسلك الايجاز فلا يجلب الا الخلاصة من ذلك العلم ولا يصير الاستطراد كالغرض المقصود له لئلا يكون كقولهم السى بالسى يذكر

کورت (التکویر-۱) سے اس پر استدلال کہ فنا عالم کے وقت نظام جاذبیت فعل ہو جائے گا-

اس تفسیر کے مقبول ہونے کی یہ شرط ہے کہ یہاں ایجاز واختصار سے کام لیا جائے تو اس سائنی مسئلہ کا خلاصہ اخذ کیا جائے اس کے پیچھے یوں نہ لگ جائیں کہ مقصود ہی یہی ہے تا کہ عربوں کے اس قول کی طرح نہ ہو السی بالسی یذکر

تیسرے طریقہ میں اہل علم کی آراء

اس تیسرے طریقہ میں بطور اجمال یہ آراء ہیں

وللعلماء فى سلوك هذه الطريقة الثالثة على الاجمال آراء، فاما جماعة منهم فيرون من الحسن التوفيق بين العلوم غير الدينية وآلاتها وبين المعانى القرآنية، ويرون القرآن مشيرا الى كثير منها .قال ابن رشد الحفيد فى (فصل المقال) اجمع

ایک جماعت کہتی ہیں کہ غیر دینی علوم و آلات اور معانی قرآن کے درمیان تطبیق وموافقت ہی خوب ہے اور وہ مانتے ہیں کہ قرآن نے ان میں سے کثیر کی طرف اشارہ کیا امام ابن رشد نے فصل المقال میں لکھا

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ تمام الفاظ شرع کو ظاہر پر ہی رکھنا

المسلمون على ان ليس يجب ان تحمل الفاظ الشرع كلها على ظاهرها، ولا ان تخرج كلها عن ظاهرها بالتأويل، والسبب في ورود الشرع بظاهر وباطن هو اختلاف نظر الناس وتباين قرائحهم في التصديق" وتخلص الى القول بان بين العلوم الشرعية والفلسفية اتصالاً. والى مثل ذلك ذهب قطب الدين الشيرازي في (شرح حكمة الاشراق) وهذا الغزالي والامام الرازي وابو بكر ابن العربي وامثالهم صنيعهم يقتضي التبسط وتوفيق المسائل العلمية، فقد ملأوا كتبهم من الاستدلال على المعاني القرآنية بقواعد العلوم الحكمية وغيرها، وكذلك الفقهاء في كتب (احكام القرآن)، وقد علمت

کہ تمام الفاظ شرع کو ظاہر پر ہی رکھ لازم نہیں اور نہ ہی تاویل کے ذریعے انہیں ظاہر سے نکالنا لازم ہے۔ نزول شرع کا سبب ظاہری اور باطنی لوگوں کی بصیرت ونظر اور ان کی طبائع واذواق کا اختلاف ہے تو انہوں نے یہی قول اختیار کیا کہ علوم شرعی اور فلسفہ میں اتصال ہے

شیخ قطب الدین شیرازی نے شرح حکمۃ الاشراق میں یہی موقف اختیار کیا

امام غزالی، رازی، ابوبکر بن العربی اور ان کے موافقین نے تفصیل کے ساتھ یہ طریقہ اپناتے ہوئے مسائل سائنسی کے معنی میں تطبیق دی، ان کی کتب قواعد علوم حکمیہ اور دیگر سے معانی قرآنیہ پر استدلال سے مالا مال ہیں، اسی طرح فقہاء نے کتب احکام القرآن میں کہا

اور یہ امام ابن العربی کا قول آپ کہ میں نے سورۃ نوح اور واقعہ حضرت

ما قاله ابن العربي فيما املاه
على سورة نوح و قصة
الخضر، وكذلك ابن جني
والزجاج وابو حيان قد اشبعوا
(تفاسيرهم) من الاستدلال
على القواعد العربية، ولا
شك ان الكلام الصادر عن
علام الغيوب تعالىٰ وتقدس لا
تبنى معانيه على فهم طائفة
واحدة ولكن معانيه تطابق
الحقائق، وكل ما كان من
الحقيقة في علم من العلوم و كانت
الآية لها اعتلاق بذلك
فالحقيقة العلمية مرادة بمقدار
بلغت اليه افهام البشر وبمقدار
ما ستبلغ اليه . وذلك يختلف
باختلاف المقامات ويبنى على
توفر الفهم، وشرطه ان لا يخرج
عما يصلح له اللفظ عربية، ولا
يبعد عن الظاهر الا بدليل، ولا
يكون تكلفاً بيناً ولا خروجاً عن

خضر علیہ السلام پر کس قدر لکھا ہے
اسی طرح شیخ ابن جنی ، زجاج اور
ابوحیان نے اپنی تفاسیر کو قواعد عربیہ پر
استدلال سے معمور کیا
بلاشبہ علام الغیوب تعالیٰ سے صادر
کلام کے معانی کو ایک جماعت کے فہم
تک محدود نہیں کیا جا سکتا البتہ اس کے
معانی، حقائق کے مطابق ہیں اور ان
علوم سائنس کے جو حق و حقیقت ہیں
آیت مبارکہ کا اس حقیقت پر اطلاق
ہوگا لیکن اسی قدر جہاں تک انسانی
اذہان کی رسائی ہے یا ہو جائے گی اور
یہ اختلافات مقامات کی وجہ سے مختلف
ہو سکتے ہیں اور یہ کثرت فہم پر مبنی ہے-
ہاں شرط یہ ہے کہ الفاظ عربی کے دائرہ
سے خارج نہ ہو اور بغیر دلیل ظاہر سے
دور نہ ہو، نہ ہی واضح تکلف ہو اور نہ ہی
اصل مفہوم سے خروج ہو تا کہ فرقہ
باطنیہ کی تفاسیر کی طرح نہ ہو جائے-
باقی ابواسحاق نے فصل ثالث کے
چوتھے مسئلہ میں لکھا، فہم وافہام میں

المعنی الاصلی حتی لا یکون فی ذلک کتفاسیری الباطنیة.

وہی راستہ اختیار کیا جائے گا جو تمام عرب کے لئے تھا انہیں ان کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بنا جا سکتا۔

شیخ شاطبی کی گفتگو

واما ابو اسحاق الشاطبی فقال فی الفصل الثالث من المسالة الرابعة "لا یصح فی مسلک الفهم والافهام الا ما یکون عاماً لجمیع العرب، فلا تکلف فیه فوق ما یقدرون علیه" وقال فی المسالة الرابعة من النوع الثانی "ما تقرر من امیة الشریعة وانها جاریة علی مذاهب اهلها وهم العرب تنبنی علیه قواعد، منها ان کثیراً من الناس تجاوزوا فی الدعوٰی علی القرآن الحد فاضافوا الیه کل علم یذکر للمتقدمین او المتأخرین من علوم الطبیعات والتعالیم والمنطق وعلم الحروف واشباهها وهذا اذا عرضناه

باقی ابو اسحاق شاطبی نے فصل ثالث کے مسئلہ رابعہ کی نوع ثانی میں لکھا، شریعت کا امی ہونا ثابت ہے اور یہ ان کے مذاہب پر ہی جاری ہوگی۔ اور وہ عرب ہیں، اس پر قواعد پر بنیاد ہوگی، ان میں سے ایک یہ کہ کچھ لوگوں نے قرآن کے بارے میں دعوٰی کرتے ہوئے حد پھلانگتے ہوئے متقدمین و متاخرین کے علوم کی اس طرف نسبت کر دی خواہ وہ طبیعات ہیں یا سائنسی، منطق ہے یا علم حروف وغیرہ لیکن جب ہم سابق لوگوں پر اسے پیش کرتے ہیں تو یہ درست نہیں کیونکہ سلف صالح میں سے کسی نے ان کے بارے میں گفتگو نہیں کی سوائے اس کے انہوں نے قرآن سے احکام تکلیفیہ اور احکام آخرت کا ہی استنباط کیا ہاں کچھ علوم عرب کو وہ متضمن ہے۔ اور وہ بھی اسی طرح کے نہیں کہ اصحاب دانش ان

على ما تقدم لم يصح فان السلف الصالح كانوا اعلم بالقرآن بعلومه وما اودع فيه، ولم يبلغنا ان احدا منهم تكلم في شيء من هذا سوى ما ثبت فيه من احكام التكاليف واحكام الاخرة، نعم تضمن علوماً من جنس علوم العرب وما هو على معهودها مما يتعجب منه اولو الالباب ولا تبلغه ادراكات العقول الراجحة الخ"

پر حیران و متعجب ہوں اور ان تک کامل عقول کا ادراک نہ پہنچ سکے الخ

شاطبی کا چھ دلائل سے رد

وهذا مبنى على ما اسسه من كون القرآن لما كان خطاباً للاميين وهم العرب فانما يعتمد فى مسلك فهمه وافهامه على مقدرتهم وطاقتهم، وان الشريعة امية. وهو اساس واهٍ لوجوه ستة :

الاول انما بناه عليه يقتضى ان القرآن لم يقصد منه انتقال العرب

شاطبی نے اپنے دلائل کی بنیاد اس پر رکھی کہ قرآن، امیین سے خطاب ہے اور وہ عرب ہیں تو ان کے ہی فہم و افہام کی طاقت وقدرت پر اعتماد کرنا ہوگا اور شریعت امیوں کی ہے حالانکہ چھ دلائل کی وجہ سے یہ بنیاد ہی باطل و غلط ہے۔

پہلی دلیل، اس بنیاد کا تقاضا یہ بنتا ہے

من حال الی حال وھذا باطل لما قدمناہ، قال تعالی : (تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا) (ھود- ۴۹)

الثانی ان مقاصد القرآن راجعة الی عموم الدعوة وھو معجزة باقیة فلا بد ان یکون فیه ما یصلح لان تتناوله افھام من یاتی من الناس فی عصور انتشار العلوم فی الامة . الثالث ان السلف قالوا : ان القرآن لا تنقضی عجائبه یعنون معانیه ولو کان کماقال الشاطبی لا نقضت عجائبه بانحصار انواع معانیه الرابع ان من تمام اعجازہ ان یتضمن من المعانی مع ایجاز لفظه ما لم تف به الاسفار فظه ما لم تف به الاسفار المتکاثرة .

الخامس ان مقدار افھام المخاطبین

کہ قرآن کا مقصد عربوں کی حالت میں تبدیلی نہ تھا حالانکہ یہ بات باطل ہے جیسے اوپر بیان آچکا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا

(پ۱۲-ھود-۴۹)

عام ہے (یعنی تمام انسانیت کو ہے) اور یہ بطور معجزہ زندہ اور باقی ہے تو ضروری ولازمی ہے کہ اس کی دعوت میں ایسی صلاحیت ہو جو ان اذہان کو بھی اپیل کر سکے جو سائنسی علوم کے دور میں ہوں۔

تیسری دلیل، اسلاف باقاعدہ فرمایا کرتے کہ قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے، اس سے ان کی مراد معانی قرآن ہیں! اگر بات شاطبی کی درست ہو تو پھر تو اس کے عجائبات ختم ہو جائیں گے اور وہ محدود ہوں گے۔

چوتھی دلیل، قرآنی اعجاز کا ایک کمال

المخاطبين به ابتداءً لا يقضى الا ان يكون المعنى الاصلى مفهوماً لديهم فاما ما زاد على المعانى الاساسية فقد يتهيأ لفهمه اقوام، وتحجب عنه اقوام، ورب حامل فقه الى من هو افقه منه.

السادس ان عدم تكلم السلف عليها ان كان فيما ليس راجعاً الى مقاصده فنحن نساعد عليه، وان كان فيما يرجع اليها فلا نسلم وقوفهم فيها عند ظواهر الآيات بل قد بينوا وفصلوا وفرعوا فى علوم عنوابها، ولا يمنعنا ذلك ان نقضى على آثارهم فى علوم اخرى راجعة لخدمة المقاصد القرآنية او لبيان سعة العلوم الاسلامية، اما ماوراء ذلك فان كان ذكره لا يضاح المعنى فذلك تابع للتفسير ايضاً، لان

یہ ہے کہ الفاظ مختصر ہونے کے باوجود ایسے معانی پر مشتمل ہیں کہ کثیر کتب ان کا احاطہ نہیں کر سکتیں- پانچویں دلیل، مخاطبین کے فہم کی مقدار کا صرف اتنا تقاضا ہے کہ ان کو اس کا مفہوم اصل سمجھ آ جائے لیکن ان اساسی معانی پر جو کچھ زائد ہے اس کے لئے دیگر اقوام کی ضرورت ہے جو دوسروں سے پردہ میں تھے کیونکہ بہت سے حامل فقہ ان لوگوں تک بات پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ سمجھنے والے ہوتے ہیں-

چھٹی دلیل، اسلاف نے ان پر بات نہیں کی ہے اگر مراد یہ ہے کہ ان مسائل میں جن کا تعلق مقاصد قرآن سے نہیں تو ہم اس میں شاطبی کے موافق ہیں اور اگر ان مسائل کا تعلق مقاصد قرآنی سے ہے تو ہم اسلاف کا ظاہر آیات تک محدود رہنا نہیں مانتے بلکہ انہوں نے اہم علوم بھی بیان کیے، ان کی تفصیل دی اور ان کو مستنبط کیا

العلوم العقلية انما تبحث عن احوال الاشياء على ما هي عليه ، وان كان فيما زاد على ذلك فذلك ليس من التفسير لكنه تكملة للمباحث العلمية واستطراد في العلم لمناسبة التفسير ليكون متعاطي التفسير اوسع قريحة في العلوم

(التحریروالتقریر،ا-۳۹تا۴۳)

اور ہمارے لئے مانع نہیں کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مقاصد قرآنیہ کی خدمت کے لئے دیگر علوم و سائل سامنے لائیں یا علوم اسلامیہ کی وسعت بیان کریں۔

اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا ذکر اگر وضاحت معنی کے لئے ہے تو وہ بھی تفسیر کے تابع ہوگا کیونکہ علوم عقلیہ اشیاء کے احوال واقعی سے بحث کرتے ہیں، اگر کوئی چیز ان سے بھی زائد ہے وہ تفسیر نہ ہوگی البتہ مباحث علمی کا تکملہ اور تفسیر کی مناسبت سے علمی گفتگو ہوسکتی ہے تاکہ مقام تفسیر، علوم میں طبعاً خوب وسیع ہو

ان اقوال میں موافقت

ان اقوال میں موافقت کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ قرآن فقط رسول اللہ ﷺ کے لئے تمام امور کی تفصیل ہے خواہ وہ دینی ہیں یا دنیاوی اور امت کے لئے حسب درجہ اس کے علوم ہیں۔

فصل

قرآن میں سب کچھ فقط رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے
اگر ہر ایک کے لیے تفصیل ہوتا
غلط فہمی کا سبب
دو غلطیاں
ایک اہم سوال
جواب
امام شافعی کا قول
امام آلوسی کی تحقیق

قرآن میں سب کچھ فقط رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے

ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن میں سب کچھ کی تفصیل ہے اور یہ تفصیل ہر ایک کے لئے نہیں بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ کائنات کا کوئی معاملہ ایسا نہیں جس کا حل اس سے رسول اللہ ﷺ کو نہ ملے خواہ وہ دینی ہے یا دنیاوی، ممکن ہے باقی اہل علم کو دینی مسائل کی تفصیل بھی اس سے نہ ملے مثلاً صلاۃ، زکوۃ، حج، صوم کی تفصیل۔ ہم ان اہم بنیادی دینی معاملات کی تفصیلات کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ کے محتاج ہیں۔

یہی وجہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نزول قرآن کی بات کی تو فرمایا

ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی — اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر شے کی تفصیل ہے

(پ۱۴-النحل، ۸۹)

لیکن جب امت اور لوگوں سے بیان کرنے کا حکم دیا تو فرمایا

لتبین للناس ما نزل الیھم — تا کہ آپ بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے

(پ۱۴-النحل،۴۴)

اس فرق کو اہل علم نے خوب سمجھا اور بیان کیا۔

۱- مثلاً امام صدر الدین قونوی (ت-۶۷۲ھ) لکھتے ہیں

لکن سر قولہ تعالیٰ لتبین للناس ما نزل الیھم ولم یقل ما نزل الیک — راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بیان کرو جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ وہ تمام بیان کرو جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔

(اعجاز البیان فی تفسیر ام القرآن-۱۱)

۲- امام احمد رضا قادری (ت-۱۳۴۰) کے الفاظ ہیں

اقول من لطائف اشارات القرآن الکریم لما ذکر کونہ تبیاناً لکل شئی قال نزلنا علیک ولما امر نبیہ ﷺ بالتبیین قال ما نزل الیھم ای ان القرآن نزل لیبین کل شئی لحبیبہ ﷺ ولم یؤمر منہ بالتبیین للناس الا قدر ما امر بتبلیغہ لھم

(انباء الحی، ۱۳۶)

میں کہتا ہوں قرآن کریم کے لطیف و علمی اشارات میں سے ہے کہ جب قرآن کا ہر شئی کی تفصیل ہونا ذکر کیا تو فرمایا ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور جب نبی ﷺ کو بیان کا حکم دیا تو فرمایا جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے یعنی نزول قرآن اس لئے ہوا کہ وہ ہر شئی اپنے حبیب ﷺ کے لئے بیان کرے لیکن لوگوں کے لئے تمام کی تفصیل کا حکم نہیں بلکہ حسب ضرورت جس کی تبلیغ کا حکم ہے۔

۳- امام عبدالعزیز دباغ اسی فرق کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کرتے ہیں

ھو ﷺ لم یعطہ لامتہ الشریفۃ القرآن الا بقدر ما یطیقونہ ویعرفونہ من الامور الظاھرۃ التی یفھمونھا ولم یعطھم القرآن بجمیع اسرارہ وانوارہ وانوار الاسماء التی فیہ ولو کان اعطاھم بانوارہ لما عصی احد من امتہ الشریفۃ ولکانوا کلھم اقطاباً

(الابریز، ۳۷۱)

رسول اللہ ﷺ نے امت مبارکہ کو قرآن کا علم ان کی طاقت کے مطابق دیا اور وہ امور ظاہرہ اس سے سمجھ پاتے ہیں انہیں قرآنی تمام اسرار و انوار اور اس میں مذکور اسماء کے انوار عطا نہیں کیے اگر انہیں اس کے انوار مل جاتے تو امت شریفہ میں سے کوئی بھی نافرمان نہ ہوتا اور تمام کے تمام قطب ہوتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا

ان الاسرار والانوار التی فی القرآن والمقامات التی انطوی علیها والاحوال التی اشتمل علیها لا یطق تحملها الاذات النبی ﷺ وذلک لقوۃ خص اللہ بها الذات الشریفة

(الابریز، بحوالہ انباء الحی)

اسرار و انوار قرآنی اور وہ مقامات و احوال جن پر قرآن مشتمل ہے ان کے تحمل کی قوت رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی میں نہیں اور یہ اس قوت کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے فقط آپ ﷺ کو ہی عطا فرمائی ہے۔

اگر ہر ایک کے لئے تفصیل ہوتا

۱- واضح رہے کہ اگر قرآن ہر ایک کے لئے تفصیل و بیان ہوتا تو پھر یہ فرمانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون

(النحل-۴۴)

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ تم لوگوں کے لئے بیان کرو جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے شاید کہ وہ فکر کریں۔

کیونکہ بیان شدہ کا بیان تحصیل حاصل ہے، اسی طرح اس میں تفکر کی ضرورت بھی نہ ہوتی کیونکہ تفصیل میں کسی غور و فکر کی محتاجی باقی نہیں رہتی۔

دوسرے مقام پر ارشاد الٰہی ہے

ثم ان علینا بیانه

(القیامۃ، ۱۹)

پھر ہم پر اس کا بیان لازم ہے۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور کثیر محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

اس کی تشریح ان الفاظ میں بیان کی

علینا ان نبینه بلسانک (البخاری، کتاب التفسیر)

اور ہمارے ذمہ کہ ہم اسے تمہاری زبان سے بیان کروائیں

تو جب دوسروں کے لئے بیان کی ضرورت ہے اور تمام اس میں رسول اللہ ﷺ کے محتاج ہیں تو آشکار ہو گیا کہ یہ قرآن تمام کے لئے تفصیل نہیں بلکہ یہ فقط رسول اللہ ﷺ کے لئے تفصیل ہے۔

غلط فہمی کا سبب

یہاں سے کچھ لوگوں کی غلط فہمی بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے آیات، ما فرطنا فی الکتاب، نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی، سے عموم مراد نہ لیا بلکہ انہیں خصوص پر محمول کیا کیونکہ انہوں نے ان سے مخاطب خود کو سمجھا اور اپنی استعداد کے مطابق اس میں سے مسائل پائے اور کچھ کا حل اس میں نہ پایا تو انہوں نے اس سے مراد ہی خاص لے لیا حالانکہ یہ

کلام اللہ عزوجل ھو الموصوف بانه لم یفرط فیه من شی وانه تفصیل کل شی وانه تبیان لکل شئی ثم لا یرون فیه الا ما نسبته الی کل شئی کنسبة حبة رمل الی رمال القفار بل اقل او ادنیٰ بلل الی الوف آلاف من البحار بل اذل

اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جس کی یہ صفت ہے کہ اس میں کوئی شی چھوڑی نہیں، یہ ہر شی کی تفصیل اور یہ ہر شی کا بیان ہے پھر انہوں نے جو کچھ اس سے پایا وہ کل شئی کی نسبت یوں ہے جیسے تمام میدانوں کی ریت کے مقابل ریت کا ایک ذرہ بلکہ اس سے بھی کم اور ادنیٰ تری ہزار ہا سمندروں بلکہ اس سے بھی

فیضطبرون ویظھرون الی تقییدات — کم تو خود پریشان ہوئے اور پھر قیودات کا سلسلہ شروع کردیا

دو غلطیاں

تو ایسے لوگوں سے دو اہم غلطیاں سرزد ہوئیں

۱- انہوں نے سمجھا کہ یہ تفصیل محیط ہمارے لئے ہے حالانکہ یہ تفصیل رسول اللہ ﷺ کے لئے ہی ہے-

۲- پھر انہوں نے اس کے ظاہر پر اکتفا کیا حالانکہ تفصیل اس کے بطن میں ہے جس کا حصول اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہی ہوسکتا ہے، اسی لئے فرمایا

ویعلمھم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (الجمعہ،۲-۴)

اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں بلاشبہ وہ اس سے پہلے گمراہ تھے اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت وحکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑا فضل والا ہے-

آیت مبارکہ کے الفاظ پر دوبارہ غور کرلیجئے، ارشاد ہے

ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء — اور ہم نے نازل کی آپ پر کتاب جو ہر شئی کا بیان ہے-

یہ الفاظ نہیں ہے

نزلنا علیکم الکتاب تبیاناً لکل شئی — ہم نے نازل کی تم (سب) پر کتاب جو ہر شئی کا بیان ہے

۲- اگر قرآن ہر ایک کے لئے تفصیل ہوتا تو پھر مومن و کافر ہی ہوتے متعدد فرقے امت میں نہ ہوتے، مثلاً معتزلہ، قدریہ، جبریہ، خوارج، روافض اور یہ تمام قرآن سے ہی استدلال کرتے ہیں- اسی لئے ان فرقوں سے گفتگو کے وقت صحابہ کرام لوگوں کو پابند کیا کرتے کہ تم نے ان سے فقط قرآن کے حوالہ سے مناظرہ نہیں کرنا بلکہ اس میں سنت نبوی کو بھی شامل کرلیں تاکہ یہ داؤ نہ لگا سکیں-

امام ابن سعد نے بطریق حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ انہیں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج کے ساتھ گفتگو کے لئے بھیجا تو فرمایا

اذهب اليهم فخاصمهم ولا تحاجهم بالقرآن فانه ذو وجوه ولكن خاصمهم بالسنة

(الاتقان، ۱-۴۴۱)

ان سے جا کر گفتگو کرو لیکن محض قرآن سے استدلال نہ کرنا کیونکہ اس کے معانی کثیر ہیں، تم سنت کے ساتھ مناظرہ کرو-

امام دارمی اور دیگر محدثین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ پیش گوئی نقل کی

انه سياتيكم ناس يجادلونكم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بكتاب الله

(سنن الدارمی، ۱۲۱)

عنقریب کچھ لوگ تم سے آ کر شبہات قرآن کے ذریعہ مجادلہ کریں گے تم ان سے سنن کے ساتھ گفتگو کرو کیونکہ سنت سے آگاہ لوگ ہی کتاب اللہ کے زیادہ ماہر ہوتے ہیں-

اگر قرآن تمام کے لئے تفصیل ہوتا تو پھر کوئی اس کے استدلال میں ہیر پھیر کر ہی نہ سکتا چونکہ عملاً لوگ ایسا کرتے ہیں لہذا ان کی گرفت کے لئے یہ تعلیم دی گئی کہ گفتگو کو فقط قرآن تک محدود نہ کرو بلکہ اس کی شرح سنت کو ساتھ شامل رکھو تاکہ مخالف کی

ریشہ دوانیوں کا خوب ازالہ ہو جائے

ایک اہم سوال

اگر قرآن، حضور ﷺ کے لئے تمام مسائل کا بیان و تفصیل ہے تو پھر آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا مفہوم کیا ہوگا

اوتیت القرآن و مثلہ معہ — مجھے قرآن اور ساتھ اس کی مثل عطا کیا گیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ)

جواب: یہ لوگوں کے عقل و فہم کے مطابق گفتگو ہے تا کہ وہ معاملہ کو اچھی طرح سمجھ سکیں، پوری روایت سامنے لے آتے ہیں معاملہ آشکار ہو جائے گا۔

امام ابوداؤد، ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الا انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ متکئاً یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وانما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ

سنو مجھے قرآن اور اس کی مثل اس کے ساتھ دی گئی ہے عنقریب ایک آدمی اپنے بستر پر تکیہ لگائے کہے گا تم اس قرآن ہی کو مانو جو اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو تم اس میں حرام پاؤ اسے حرام جانو حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کچھ چیزیں حرام کی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں

امام ابوداؤد نے اس پر یہ اضافہ بھی نقل کیا

الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع — سنو تمہارے لئے گھریلو گدھا اور ذی اناب درندہ حلال نہیں

(سنن ابوداؤد، باب فی لزوم السنۃ)

امام احمد اور امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لالفین احدکم متکئاً علی اریکته یأتیه الامر من امری مما امرت به او نهیت عنه فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب الله اتبعناه	تم بستر پر تکیہ لگائے ایک شخص کو پاؤ گے اس کے پاس میرا حکم آئے گا یا میرا منع کردہ حکم آئے گا تو وہ کہے گا جو کتاب اللہ میں آیا ہے ہم اس کی اتباع کریں گے۔

ان روایات نے واضح کر دیا کہ کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ ہم ان چیزوں کی حلت و حرمت قرآن میں نہیں پاتے لہذا ہم نہیں مانتے تو آپ ﷺ نے اپنا مقام واضح کیا کہ جو تفصیل قرآن کی مجھے معلوم ہے وہ تمہیں نہیں معلوم تو جو میری حلال و حرام کردہ اشیاء ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کی ہی حلال و حرام کردہ ہیں، میں کوئی اس سے زائد حلال و حرام قرار دینے والا نہیں ہوں، باقی وہ قرآن میں تم اگرچہ نہیں پاتے مگر میں پاتا ہوں کیونکہ جو تفصیل اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے وہ تمہیں کہاں نصیب؟

اسی لئے دوسرے مقام پر اس حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے فرمایا

انی لا احل الا ما احل الله فی کتابه ولا احرم الا ماحرم الله فی کتابه	میں وہی حلال کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے کتاب میں حلال کیا اور میں وہی حرام کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حرام کیا
(المعجم الکبیر، ۵۷۳۷)	

بلکہ آپ ﷺ کے تمام احکام، وہی احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں ہاں وہ ہمیں نہیں مل سکتے، رسول اللہ ﷺ کو مل جاتے ہیں

امام شافعی کا قول

اسی لئے امام شافعی نے فرمایا

کل ما حکم بہ رسول اللہ ﷺ فھو مما فھمہ من القرآن

جس کا بھی رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے وہ آپ نے قرآن سے ہی پایا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا

جمیع ما تقول الامۃ شرح للسنۃ وجمیع السنۃ شرح للقرآن

جو کچھ امت نے کہا وہ سنت کی شرح اور تمام سنت قرآن کی شرح ہے۔

(الاتقان، ۲-۲۵۸)

امام آلوسی کی تحقیق

امام سید محمود آلوسی (ت-۱۲۷۰) نے اسی معاملہ کو ان الفاظ میں اجاگر کیا

والتحقیق عندی ان جمیع ما عندہ النبی ﷺ من الاسرار الالھیۃ وغیرہ من الاحکام الشرعیۃ قد اشتمل علیہ القرآن المنزل فقد قال سبحانہ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی وقال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شئی

میرے نزدیک تحقیقی بات یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو اسرار الٰہی اور دیگر احکام شرعیہ ہیں قرآن ان تمام پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور ہم نے نازل کی آپ پر کتاب جو ہر شی کی تفصیل ہے اور فرمایا ہم نے کتاب میں کوئی شی چھوڑی نہیں

(روح المعانی، ۶-۴۸۹)

۳۔ امام ابوالولید ابن رشد قرطبی (ت-۵۲۰) نبی کریم ﷺ کے مذکورارشاد عالی کی تشریح میں لکھتے ہیں

هذا حديث يدل على صحة قول الله عز وجل "ما فرطنا في الكتاب من شيء" وقال "تبياناً لكل شيء" فالمعنى في ذلك ان الله عزوجل نص على بعض الاحكام، واجمل القرآن في بعضها، واحال على الادلة في سائرها بقوله "ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم" فبين النبي عليه السلام، ما اجمله الله في كتابه كما امره به حيث يقول "لتبين للناس ما نزل اليهم" فما احل ﷺ او حرم ولم يوجد في القرآن نصاً فهو مما يبين من مجمل القرآن او علمه بما نصب من الادلة فيه . فهذا معنى قوله والله اعلم لا احل الا ما احل الله في

یہ حدیث اللہ کے ان ارشادات مقدسہ کی صحت پر دال ہے کہ ہم نے کتاب میں کوئی شے نہیں چھوڑی اور فرمایا یہ کتاب ہر شے کی تفصیل ہے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کچھ احکام پر تصریح کر دی ہے اور کچھ کو قرآن میں مجمل کر دیا اور انہیں ادلہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کاش وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے صاحبان امر کی طرف لوٹاتے تو استنباط کرنے والے جان لیتے تو جو قرآن میں مجمل تھا اسے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم "تاکہ تم لوگوں کو ان کی طرف نازل کردہ بیان کرو" کے تحت اس کی تفصیل کر دی تو جو رسول اللہ ﷺ نے حلال کیا یا حرام کیا وہ اگرچہ قرآن میں صراحۃً نہیں مگر وہ قرآن کے اجمال کی تفصیل یا ان پر قائم کردہ دلائل میں موجود ہے۔لہذا آپ

كتابه، ولا احرم الا ما حرم الله فی كتابه فما ينطق عن الهوی ان هو الا وحی يوحی
(البیان والتحصیل، ۱۷-۱۳)

ﷺ کے اس ارشاد عالی کا مفہوم یہ ہے میں حلال کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حلال کیا اور میں نہیں حرام کرتا مگر وہی جسے اللہ نے حرام قرار دیا اور آپ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں مگر جو وحی کی جاتی ہے۔

۴- امام ابوعبداللہ حسین حلیمی (ت-۴۰۳) رسول اللہ ﷺ کے فہم مبارک کے بارے میں رقم طراز ہیں

ان عامة سنن رسول الله ﷺ راجعة الی القرآن ومعلوم انه ليس كل شئی منها تقف العلماء علی اصله فذاك اذالان النبی ﷺ كان يدرك من معانی الوحی مما لا يبلغه فهم غيره — والله اعلم
(کتاب المنہاج، ۱-۲۴۱)

رسول اللہ ﷺ کی سنن کا ماخذ قرآن ہی ہے اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی اصل سے اہل علم واقف نہیں یہ اس لئے ہے کہ رسول اللہ ﷺ وحی کے ایسے معانی سے آگاہ ہیں جن تک دوسروں کا فہم نہیں پہنچ سکتا۔

تو یہ تمام حقائق آشکار کر رہے ہیں کہ آپ کا فرمان

اوتيت القرآن ومثله معه

دیا گیا مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل

ہمارے فہم کے مطابق ہے تا کہ کسی کو بھی اسلام کے بارے میں الجھن نہ ہو۔

فصل

قرآن سے دنیاوی امور کا استنباط

سرائیں اور قرآن

عمر نبوی اور قرآن

کعبہ بائیں جانب اور قرآن

فتح بیت المقدس اور قرآن

شیخ ابن خلکان کی تلاش

شیخ ابن برجان کا تعارف

طیارے اور قرآن

علم طب اور قرآن

شہادت امام حسین اور قرآن

سواری سے گرنا اور قرآن

سلاطین عثمانی کے نام اور قرآن

اجتہادِ امام اعظم اور قرآن

فصل - قرآن سے دنیوی امور کا استنباط

آج تک تمام اہل علم قرآن مجید سے دینی امور کے ساتھ دنیوی امور کا استنباط واستخراج کرتے رہے - اگر اس میں دنیوی امور کا حل موجود نہیں تو پھر ان کا ایسا کرنا ہرگز مناسب نہ تھا - تو گویا قرآن میں امور دنیا کے بیان پر خصوصاً رسول اللہ ﷺ کے لئے امت کا اجماع محسوس ہوتا ہے - کیونکہ کسی نے مذکور استنباط کی تردید نہیں کی بلکہ بعینہ اسے قبول کرتے رہے اور اسے قرآن کا اعجاز و کمال قرار دیتے رہے - کچھ مثالیں بھی ملاحظہ کر لیجئے -

۱- سرائیں اور قرآن

امام ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں امام ابو بکر بن مجاہد کے حوالہ سے لکھا - انہوں نے ایک دن فرمایا

ما من شئی فی العالم الا وھو فی کتاب اللہ	کائنات کی کوئی شی نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو -

تو کسی نے ان سے پوچھا

فاین ذکر الخانات فیہ؟	قرآن میں سراؤں کا ذکر کہاں ہے؟

تو انہوں نے فی الفور جواب دیا اس ارشاد الٰہی میں ان کا تذکرہ ہے

لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتاً غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم (النور - ۲۹)	کوئی گناہ نہیں تم پر کہ تم داخل ہوں ایسے گھروں میں جن میں رہائش نہیں اور ان میں تمہارا سامان ہے -

۲- عمر نبوی اور قرآن

حضور ﷺ کی ظاہری عمر تریسٹھ سال ہے- اس کا استنباط بھی بعض اہل علم نے قرآن سے کیا

امام جلال الدین سیوطی (ت-۹۱۱) نے بعض اہل علم کا یہ استخراج ان الفاظ میں ذکر کیا ہے-

ان بعضهم استنبط عمر النبی ﷺ ثلاثاً وستين سنة من قوله تعالىٰ في سورة المنافقين ولن يؤخر الله نفساً اذا جاء اجلها، فانها راس ثلاث وستين سورة وعقبها بالتغابن ليظهر التغابن في فقده (الاتقان-۲-۲۶۰)

کچھ اہل علم نے رسول اللہ ﷺ کی تریسٹھ سال عمر مبارک کا استنباط سورۂ منافقین کی اس آیت سے کیا، ہرگز اللہ کسی نفس کی موت مؤخر نہیں کرے گا جب وہ آجائے، کیونکہ یہ تریسٹھویں سورۂ کی آخری آیت ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ بعد والی سورت کا نام تغابن (زوال) ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد اب زوال ہی ہو گا-

۳- کعبہ بائیں جانب اور قرآن

بوقت طواف کعبہ آدمی کی بائیں جانب کعبہ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ دائیں جانب حالانکہ ہر جگہ دائیں کو ترجیح ہوتی ہے- امام شاطبی (ت-۷۹۰) نے الانشادات والافادات میں لکھا، شیخ ابوعبداللہ محمد بن مرزوق نے بیان کیا ہم طواف کعبہ کررہے تھے، دوران طواف میں نے اپنے والد شیخ مرزوق سے سوال کیا کہ کعبہ کو

بائیں جانب کیوں کیا جاتا ہے جبکہ دائیں افضل ہے تو انہوں نے فی الفور فرمایا تم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا نہیں پڑھی۔ اے اللہ

فاجعل افئدة من الناس تهوى الیهم (ابراہیم۔) لوگوں کے دل بنا جوان کی طرف مائل ہوں۔

چونکہ دل انسان کی بائیں جانب ہے لہذا اس کو کعبہ کی جانب کر دیا تا کہ توجہ میں زیادہ قریب ہو جائے۔ (فتح المتعال فی مدح خیر النعال، ۱۳۴)

۴۔ فتح بیت المقدس اور قرآن

سلطان صلاح الدین ایوبی ( ) نے شہر حلب ۱۸ صفر ۵۷۹ ہجری میں فتح کیا۔ اس موقعہ پر امام ابوالمعالی محی الدین محمد بن ابوالحسن المعروف ابن ذکی الدین نے قصیدہ پڑھا جس میں فتح پر سلطان کو مبارک باد تھی۔ اور ساتھ یہ بھی بشارت دی کہ ماہ رجب میں بیت المقدس بھی فتح ہو جائے گا۔ ان کے قول کے مطابق رجب میں جب بیت المقدس فتح ہو گیا۔ تو سلطان نے مذکور عالم کو بلا کر پوچھا تمہیں اس فتح کا علم کیسے ہوا، انہوں نے فرمایا میں نے تفسیر ابن برجان میں ارشاد الہٰی

الم غلبت الروم فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین (الروم۔۱۔۴) الم۔ رومی مغلوب ہوں گے، زمین میں جلدی اور اس کے بعد وہ چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔

سے مصنف کا یہ استنباط پڑھا تھا کہ رجب میں بیت المقدس فتح ہو جائے گا۔ تو میں نے اس بنیاد پر اس فتح کی بشارت آپ کو دی تھی

شیخ ابوالعباس احمد بن خلکان (ت - ۶۸۱) کے الفاظ میں یہ استنباط و بشارت سماعت کیجئے

امام ابن ذکی الدین کے حالات میں رقم طراز ہیں۔ محی الدین ان کا لقب، دمشق کے مشہور شافعی اور قاضی تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔

ولما فتح السلطان المذكور مدينة حلب يوم السبت ثامن عشر صفر سنة تسع وسبعين وخمسمائة انشده القاضي محي الدين المذكور قصيدة بائية اجاد فيها كل الاجادة وكان من جملتها بيت هو متداول بين الناس وهو وفتحك القلعة الشهباء في صفر مبشر بفتوح القدس في رجب فكان كما قال فان القدس فتحت لثلاث بقين من رجب سنة ثلاث وثمانين وخمسمائة وقيل لمحي الدين من اين لك هذا؟ فقال اخذته من تفسير ابن برجان في قوله تعالىٰ الم غلبت الروم

جب سلطان مذکور نے بروز ہفتہ اٹھارہ صفر ۵۷۹ ہجری میں شہر حلب فتح کیا تو اس موقعہ پر قاضی محی الدین مذکور نے قصیدہ بائیہ پڑھا جس میں ان کی خدمت کو خوب سراہا۔ اس قصیدہ کا ایک شعر تھا جو لوگوں کے ہاں معروف ہے ماہ صفر میں قلعہ شہباء کا فتح ہونا یہ بشارت ہے کہ رجب میں بیت المقدس فتح ہو جائے گا تو اسی طرح ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔ تو بیت المقدس ستائیس رجب ۵۸۳ ہجری میں فتح ہو گیا قاضی محی الدین سے پوچھا گیا یہ تم نے کہاں سے پایا؟ تو کہنے لگے میں نے ابن برجان کی اس تفسیر سے پایا جو انہوں نے ارشاد الٰہی "الم غلبت الروم" کی تفسیر کی تھی

شیخ ابن خلکان کی تلاش

شیخ ابن خلکان کہتے ہیں جب میں نے یہ حکایت اور شعر سنا تو میں اس تفسیر ابن برجان کی تلاش میں رہا

حتی وجدته علی هذه الصورة لکن کان هذا الفصل مکتوباً فی الحاشیة بخط غیر الاصل ولا ادری هل کان من اصل الکتاب ام هو ملحق به؟	اور میں نے تمام صورت پالی لیکن یہ عبارت اس کے حاشیہ میں تھی اور اصل کے خط میں نہ تھی۔ علم نہیں کہ یہ اصل کتاب سے ہے یا اس کے ساتھ ملحق ہے۔

(وفیات الاعیان-۴-۶۸)

اس استنباط کو متعدد اہل علم نے نقل کیا

۱- امام بدرالدین زرکشی (ت-۷۹۸) فواتح سُور پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں ان کے بارے میں چھٹا قول یہ ہے-

ہر کتاب میں کچھ راز ہوتے ہیں تو قرآنی راز فواتح سُور ہیں، شیخ ابوالحسن احمد ابن فارس (ت-۳۹۵) نے اس قول کی تشریح یوں کی

اراد من السر الذی لا یعلمه الا الله والراسخون فی العلم واختاره جماعة منهم ابو حاتم بن حبان	راز سے مراد یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ اور علم میں رسوخ رکھنے والے ہی جانتے ہیں، یہ ایک جماعت کا مختار ہے اور امام ابوحاتم بن حبان انہی میں سے ہیں-

اس کے بعد اس کی تائید میں امام زرکشی لکھتے ہیں

قلت، وقد استخرج بعض ائمة المغرب من قوله تعالیٰ الم غلبت الروم فتوح بیت المقدس واستنقاذه من العلو فی سنة معینة و کان کما قال	میں کہتا ہوں بعض ائمہ مغرب نے ارشاد الٰہی ''الم غلبت الروم'' سے بیت المقدس کی فتح اور اس کا دشمن سے نجات پانے کا معین سال مستنبط کیا اور جو انہوں نے لکھا اس کے مطابق فتح ہوئی

(البرہان فی علوم القرآن، ۱-۲۲۴)

۲- امام جلال الدین سیوطی (ت-۹۱۱) قاضی شمس الدین الخویی (ت-۶۳۷) کے حوالہ سے لکھتے ہیں-

وقد استخرج بعض الائمة من قوله تعالیٰ الم، غلبت الروم ان البیت المقدس یفتحه المسلمون فی سنة ثلاثة وثمانین وخمسمائة ووقع کما قاله
(الاتقان،۱-۶۱۶)

بعض ائمہ نے ارشاد باری تعالیٰ "الم غلبت الروم" سے مستنبط کیا کہ مسلمان ۵۸۳ ہجری میں بیت المقدس فتح کر لیں گے اور اسی کے مطابق فتح ہوئی-

شیخ ابن برجان کا تعارف

جس مغربی عالم نے یہ استنباط و استخراج کیا ان کا تعارف شیخ ابن خلکان نے یوں کروایا ہے-

فهو ابو الحکم عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحمن اللخمی کان عبداً صالحاً وله تفسیر القرآن العظیم واکثر کلامه فیه علی طریق ارباب الاحوال والمقامات وتوفی سنة ست وثلاثین وخمسمائة بمدینة مراکش رحمه الله تعالیٰ، برجان بفتح الباء الموحده وتشدید

ان کا نام ابوالحکم عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحمٰن اللخمی ہے- یہ نہایت ہی صالح بزرگ ہیں، انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی اور ان کی اکثر گفتگو صاحبان احوال ومقامات صوفیہ کے طریق پر ہے- ان کا وصال ۵۳۶ ہجری میں شہر مراکش میں ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ان پر خوب نزول ہو، برجان، با پر زبر، ر مشدد اور اس کے بعد جیم اور اس کے

الراء وبعدها جیم وبعد الالف نون

بعد الف نون ہے۔

(وفیات الاعیان، ۴-۴۴۷)

الغرض بیت المقدس کی فتح کی اطلاع واستنباط از قرآن، وقوع فتح سے سنتالیس سال پہلے ہے۔ اسے تمام اہل علم نے سراہا اور قبول کیا۔

اگر قرآن میں ان امور کا ذکر ہی نہیں تو کیا یہ لوگ اہل علم نہیں تھے؟ یا یہ زیادتی کرتے رہے، معاملہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ہر ایک نے یہی کہا کہ ہر ایک کو اپنے فہم کے مطابق قرآن سے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا تھا کہ علماء قرآن سے سیر نہ ہوں گے اور نہ قرآن کے عجائبات ختم ہوں گے۔

۵- طیارے اور قرآن

ارشاد الٰہی ہے

وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم (الانعام-۳۸)

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں

اس میں الفاظ ہیں "طائر یطیر بجناحیه" (پرندہ دونوں پروں سے اڑتا ہے) یہاں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ پرندے کے دو ہی پر ہوتے ہیں۔ پھر دو پروں کے ساتھ اڑنے کے قید کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب مفسرین یہ دیتے آئے کہ یہ قید واقعی بطور تاکید ہے مثلاً رأیت بعین (میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا) قلت بفمی (میں نے اپنے منہ سے کہا)

لیکن جب طیاروں کی ایجاد ہوئی تو اہل علم نے انہی الفاظ سے یہ استنباط کیا اور لکھا یہ قید احترازی ہے نہ کہ واقعی کیونکہ طیارے پروں کے بغیر اڑتے ہیں مگر وہ ہماری مثل حیوان نہیں۔

امام احمد رضا قادری (ت-۱۳۴۰) رقم طراز ہیں

ولما حدثت الان تلک المراکب الطیارات استخرجها هذا العبد الضعیف غفرله من قوله تعالیٰ ولا طائر یطیر بجناحیه ولم یزل المفسرون یفهمون ان هذا التقید لمجرد التاکید کقولک رأیت بعسینی وقلت بفمی فلما حدثت هذه الطیارات وقع فی خلدی ان القید احترازی عن مثلها فانها تطیر بغیر جناح ولیست امما کامثالنا والله تعالیٰ اعلم

(انباء الحی، ۲۰۸)

اور اب جب سفری طیاروں کی ایجا[د] ہوئی ہے تو اس کمزور بندے (اللہ اس کی مغفرت فرمائے) نے اللہ تعالیٰ کے قول "ولا طائر یطیر بجناحیه" سے طیارے مراد لئے اور سابقہ مفسرین پروں کی قید کو تاکید قرار دے رہے تھے جیسا کہ کہا جائے "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا" اور "میں نے اپنے منہ سے کہا" اور جب طیارے ایجاد ہوئے اور خلا میں اڑنے لگے تو پتہ چلا کہ یہ قید احترازی ہے کہ وہ بغیر پروں کے اڑتے ہیں لیکن وہ ہماری طرح نہیں۔

سوال: امام فخرالدین رازی نے (ت-۶۰۶) نے لکھا یہ قید احترازی ہے- اور اس سے مقصد ملائکہ کو خارج کرنا ہے- ارشاد الٰہی ہے

جعل الملائکة اولی اجنحة مثنیٰ و ثلاث ورباع

اس نے ملائکہ دو، تین اور چار پروں والے بنائے

اور یہاں فرمایا

طائر یطیر بجناحیه

پرندے دو پروں سے اڑنے والے

تو اس سے ملائکہ نکل گئے

لیکن امام احمد رضا قادری کہتے ہیں

کیف یخرجون مع قولہ تعالیٰ مثنیٰ (حاشیہ انباء الحی - ۲۰۸)

ملائکہ کیسے خارج ہوں گے حالانکہ ان کے بارے میں فرمان الٰہی ہے "ان میں دو پروالے بھی ہیں"

۶- علم طب اور قرآن

امام جلال الدین سیوطی (ت - ۹۱۱) نے امام کرمانی کی کتاب العجائب سے نقل کیا - ایک عیسائی طبیب نے امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے کہا تمہاری کتاب قرآن مجید میں علم طب کے بارے میں کچھ بھی نہیں، حالانکہ علم دو طرح کا ہے، علم ادیان اور علم ابدان امام موصوف نے فرمایا

جمع اللہ الطب فی نصف آیۃ من کتاب اللہ وھو قولہ تعالیٰ وکلوا واشربوا ولا تسرفوا (الاعراف - ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کی آدھی آیت میں تمام طب کو جمع کر دیا ہے اور وہ اس کا یہ ارشاد گرامی ہے - کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو -

طبیب نے سنا تو کہنے لگا

ما ترک کتابکم لجا لینوس طباً (الاکلیل فی استنباط التنزیل - ۱۰۶)

تمہاری کتاب قرآن نے تو جالینوس کے لئے طب نہیں چھوڑی -

۷- شہادت امام حسین اور قرآن

ایک امریکن پادری گولڑہ شریف آیا اور مجلس میں داخل ہوتے ہی سوال پیش کیا کہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن شریف میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے - حالانکہ حضرت امام حسینؓ جن کی زندگی میں قرآن چھ برس تک نازل ہوتا رہا - ان کا نام تک

قرآن میں موجود نہیں۔ حضرت امام حسینؓ نے اسلام کے لئے بڑی قربانی دی ہے
ایسے خادم اسلام کا ذکر تو قرآن میں ضرور ہونا چاہیے۔

حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے دریافت فرمایا کہ ''پادری صاحب، کیا آپ نے
قرآن پڑھا ہے'' کہنے لگا، میں نے قرآن پڑھا ہے اور اس وقت بھی میری جیب میں
موجود ہے۔ فرمائیے کہاں سے پڑھوں؟ آپؒ نے علماء کی طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا
''سبحان اللہ، پادری صاحب کو بھی قرآن دانی کا دعویٰ ہے۔ یہاں عمر گزری ہے
اسی دشت کی سیاحی میں۔ مگر اس دعوے کی مجال نہیں۔'' پھر پادری سے مخاطب ہو کر
فرمایا۔ ''اچھا پادری صاحب، قرآن پڑھیے، کہیں سے پڑھ دیجئے۔'' وہ مودب ہو کر
بیٹھ گیا اور عربی لہجے میں ترتیل سے پڑھنے لگا۔ اعوذ باللہ من الشیطن
الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم قبلہ عالم قدس سرہ، نے اشارے سے
روک کر فرمایا کہ بس، اعوذ تو قرآن کا حصہ نہیں، بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہے۔ اور بقاعدہ ابجد اس کے عدد ۷۸۶ ہیں۔ اب ذرا لکھئے

امام حسینؓ	۔	عدد ہیں۔	۲۱۰
سن پیدائش	۔	عدد ہیں۔	۴ ہجری
سن شہادت	۔	عدد ہیں۔	۶۱ ہجری
کرب و بلا	۔	عدد ہیں۔	۲۶۱
امام حسینؓ	۔	عدد ہیں۔	۲۰۰
سن شہادت	۔	عدد ہیں۔	۵۰
		میزان۔	۷۸۶

حضرتؒ نے فرمایا پادری صاحب، قرآن مجید کی جو پہلی آیت آپ نے
پڑھی۔ اس میں ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام، سن پیدائش، سن شہادت

ان کے بھائی صاحب کا نام اور سن شہادت اور دونوں بھائیوں کے امام مقام شہادت، ان کے بھائی صاحب کا نام اور سن شہادت اور دونوں بھائیوں کے امام مقام شہادت، آگے چلئے تو شاید ان کی زندگی کے کئی واقعات بھی مل جائیں۔ ہو۔۔۔ کا ثبوت موجود ہے۔

اس پر اس امریکی پادری نے کہا۔ عربوں کے علم ہندسہ اور جفر وغیرہ کا ذکر مستشرقین یورپ کی کتابوں میں میری نظروں سے گزرا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ مسلمانوں نے ان علوم کے اندر اتنی گہری ریسرچ (تحقیق) کی ہوئی ہے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا۔ جب مسلمان کہتا ہے کہ قرآن شریف کے اندر ہر چیز کا ذکر موجود ہے۔ تو اس بات کا ایک ظاہری مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ہر اس چیز کا ذکر موجود ہے جو مذہب حقہ اسلام کی ضروریات میں داخل ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی غلط نہیں کہ ہر وہ چیز جس سے اسلام کا ذرا سا اور دور کا تعلق ہے۔ قرآن مجید میں بیان فرمادی گئی ہے۔ ایسی چیزوں کے لئے اس ایک جلد کتاب کے اندر اظہار معنی کے طریقے لامحالہ متعدد متصور ہوں گے۔ آپ کو استاد نے بتایا ہوگا کہ حروف مقطعات کے اندر معانی اور مطالب کا ایک جہان پوشیدہ ہے۔ اسی قسم کی کیفیت دیگر حروف و الفاظ قرآنی کی بھی ہے۔ اگرچہ ان معانی پر انسان اپنی کوشش اور تحقیق سے پوری طرح مطلع نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید کے باطنی رموز اور معانی پر اطلاع، تحقیق اور تفتیش سے زیادہ خدائے تعالیٰ کے فضل اور انسان کے نیک عمل پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے حسب حاجت ان اسرار پر مطلع فرمادیتا ہے۔

سبحان اللہ! اسلام کے اسی درخشندہ ماہتاب اور اسی زندۂ جاوید شہید یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کے والد گرامی باب علم سیدنا مولائے علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تھا کہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھنے بیٹھوں تو کئی ضخیم جلدوں میں ایک دفتر تیار ہوجائے۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر   معنی ذبح عظیم آمد پسر

(مہر منیر۔ ۴۲۵)

۸۔ سواری سے گرنا اور قرآن

امام سید محمود آلوسی (ت۔ ۱۲۷) نے شیخ محی الدین ابن عربی کے بار
میں نقل کیا۔ کہ وہ سواری سے گر پڑے، لوگ آئے تا کہ اٹھا کر سواری پر بٹھائیں
فرمایا مجھے تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دو، انہوں نے حکم کے مطابق کیا، تھوڑی دیر کے بعد
اٹھایا، وجہ پوچھی تو فرمایا

راجعت کتاب اللہ تعالیٰ فوجدت خبر ھذہ الحادثۃ قد ذکر فی الفاتحۃ

میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف رجوع کیا۔ مجھے اپنے گرنے کی وجہ سورۃ الفاتحہ میں ہی مل گئی

اس کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

ھذا امر لا تصلہ عقولنا

اس معاملہ تک ہماری عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔

۹۔ سلاطین عثمانی کے نام اور قرآن

آگے لکھتے ہیں۔

ومثلہ استخراج بعضھم من الفاتحۃ ایضاً اسماء سلاطین ال عثمان واحوالھم ومدۃ سلطنتھم الی ما شاء اللہ تعالیٰ من الزمان ولا بدع فی ام الکتاب وتلد کل امر عجیب

اسی طرح بعض اہل علم نے فاتحہ سے ہی عثمانی بادشاہوں کے نام، ان کے احوال اور ان کی سلطنت کی مدت کا بھی استنباط کیا اور یہ کوئی اجنبی بات نہیں کیونکہ یہ کتاب ایسی ماں ہے جو سراسر عجیب کو جنم دیتی ہے۔

(روح المعانی۔ پ ۷۔ ۱۴۴)

۱۰- اجتہاد امام اعظم اور قرآن

امام عبدالوہاب شعرانی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں نقل کرتے ہیں- آپ نے فرمایا

ما اقوله ليس هو بقياس فى نفس الامر وانما ذلک من القرآن قال تعالیٰ وما فرطنا فى الكتاب من شئى فليس ما قلناه بقياس فى نفس الامر وانما هو قياس عند من لم يعطه الله تعالیٰ الفهم فى القرآن	جو میں کہتا ہوں وہ نفس الامر میں قیاس نہیں بلکہ وہ قرآن میں سے ہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ما فرطنا فی الکتاب من شئی'' لہذا جو ہم کہتے ہیں وہ قیاس نہیں اور وہ قیاس اسی کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن کی سمجھ عطا نہیں کی-

(الميزان الكبرىٰ، فصل ان القياس من جملة الادله)

فصل

لوح محفوظ میں کیا ہے؟
لوح محفوظ میں احوال دنیا

لوح محفوظ میں کیا ہے؟

ہمیں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ لوح محفوظ میں کیا لکھا ہوا ہے؟ اگر ثابت ہو جائے کہ اس میں دنیا کے تمام احوال کا ذکر ہے تو حضور ﷺ کے لئے اس کا اثبات آسان ہو جائے گا کیونکہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ علوم لوح محفوظ، حضور ﷺ کے علوم مبارکہ کا جزو حصہ ہیں، لوح محفوظ کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے

۱- ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (الانعام-۵۹)
کوئی تر و خشک نہیں مگر کتاب میں ہے

یہاں کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد القرطبی (ت،۶۷۱) لکھتے ہیں۔

ای فی اللوح المحفوظ لتعتبر الملائکۃ بذلک لا انہ سبحانہ کتب ذلک للنسیان یلحقہ (الجامع لاحکام القرآن، ۷-۵)
یعنی لوح محفوظ میں تاکہ ملائکہ اس سے استفادہ کر سکیں نہ یہ کہ اس نے اس لئے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کو نسیان عارض ہو سکتا ہے۔

۲- امام فخر الدین رازی (ت-۶۰۶) امام زجاج کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

یجوز ان یکون اللہ جل ثنائہ اثبت کیفیۃ المعلومات فی کتاب من قبل ان یخلق الخلق کما قال تعالیٰ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا (مفاتیح الغیب، جز ۱۳-۱۰)
ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے اس میں معلومات درج کی ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین اور نہ تمہاری ذوات میں کہ وہ ہم نے پیدا کرنے سے پہلے کتاب میں لکھ دی ہے۔"

یعنی لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور زمین کی تمام اشیاء واحوال لکھ دیئے ہیں خواہ وہ خشک ہیں یا تر۔

امام رازی سورۃ الحدید کی آیت "ما اصاب من مصیبة فی الارض" کے تحت لکھتے ہیں

ھذہ الایة دالة علی ان جمیع الحوادث الارضیة قبل دخولها فی الوجود مکتوبة فی اللوح المحفوظ	یہ آیت بتا رہی ہے کہ اس زمین کے تمام حوادثات وجود میں آنے سے پہلے لوح محفوظ میں تحریر ہو چکے تھے۔

اس کے بعد اس میں لکھنے کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے لکھا، ایک حکمت یہ ہے

تستدل الملائکة بذلک المکتوب علی کونه عزوجل عالماً بجمیع الاشیاء قبل وقوعها	تاکہ ملائکہ اس تحریر سے اس پر استدلال کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے وجود میں آنے سے پہلے ان کا علم رکھتا ہے۔

آگے چل کر مسئلہ ثانیہ کے تحت لکھا

استدل جمهور اهل التوحید بهذہ الایة علی انه تعالیٰ عالم بالاشیاء قبل وقوعها	جمہور اہل اسلام نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کے وقوع سے پہلے ان کا علم رکھتا ہے۔

(مفاتیح الغیب، ۲۹-۲۲۸)

جب ہم سب اس پر متفق ہیں کہ لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام احوال واشیاء کی تفصیل لکھ دی ہے تو پھر ہمیں حضور ﷺ کے لئے ماننے کے حوالہ سے بھی انقباض کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ لوح محفوظ کے علوم آپ ﷺ کے علوم کے حصہ ہیں،

اس کی تفصیل اگلی فصل میں ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وکل صغیر و کبیر مستطر (القمر-۵۳)
ہر چھوٹی و بڑی شے تحریر کر دی گئی ہے۔

امام ابوحیان اندلسی (م-۷۵۴) اس کے تحت رقم طراز ہیں

من الاعمال ومن کل ما هو کائن مستطر ای مسطور فی اللوح (البحر المحیط-۸، ۱۸۴)
یعنی تمام اعمال اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ لوح میں لکھ دیا گیا ہے۔

یہی الفاظ تفسیر علامہ جار اللہ زمخشری (م، ۵۳۸) کے ہیں (الکشاف، ۴-۴۲)

لوح محفوظ میں احوال دنیا

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں لوح محفوظ میں صرف احوال دنیا کا ذکر ہے اس میں اخروی احوال ومعاملات کا تذکرہ نہیں کیونکہ اہل جنت ونار کے احوال غیر متناہی ہیں لہذا ان کا اثبات لوح محفوظ میں محال ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها ان ذلک علی الله یسیر (الحدید-۲۲)
نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین اور نہ تمہاری ذوات میں کہ وہ ہم نے پیدا کرنے سے پہلے کتاب میں لکھ دی ہے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

امام فخر الدین رازی (م-۶۰۶) اس آیت کی تفسیر میں ہماری مذکورہ بات کو واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

انــه تعـالـیٰ لـم یقـل ان جـمیـع الحوادثات مکتوبة فی الکتاب لان حـرکـات اهـل الـجـنة والنار غیر متناهیة فاثباتها فی الکتاب محال	اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمام حوادثات کتاب میں تحریر ہیں کیونکہ اہل جنت ونار کے اعمال غیر محدود ہیں تو ان کا اثبات کتاب میں محال ہے

دوسری دلیل یہ دیتے ہیں

وایـضاً خصص ذلک بالارض والانفس وما ادخل فیها احوال السموات	اللہ تعالیٰ نے خاص زمین اور نفوس کا تذکرہ کیا اس میں احوال آسمان کو شامل نہیں فرمایا

تیسرا استدلال یوں کیا

وایضاً خصص ذلک بمصائب الارض والانــفــس لابسعـاد الارض والانفس	پھر زمین کے اور نفوس کے مصائب کا تذکرہ کیا نہ کہ زمین اور نفوس کی سعادتوں کا

(مفاتیح الغیب، ۲۹-۲۲۹)

یہی وجہ ہے کہ "ولا رطب ولا یابس فی کتاب مبین" میں کتاب مبین سے امام رازی نے علم الٰہی مرادلیا ہے نہ کہ لوح محفوظ کیونکہ لوح میں اخروی معاملات و احوال کا ذکر نہیں ہے۔

فصل

علوم لوح محفوظ علوم نبوی کا حصہ کیسے ہے؟

لوح محفوظ، نور کا فیض

حضور ﷺ کا علم سماوی اور اخروی

ذات وصفات کے علوم

علوم لوح محفوظ علوم نبوی کا حصہ کیسے ہیں؟

لوح محفوظ پر تحریر علوم، حضور ﷺ کے علوم کا حصہ کیسے ہیں؟ اس پر یہ دلائل قابل توجہ ہیں۔

۱۔ لوح محفوظ، نور کا فیض

تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ لوح محفوظ کا وجود حضور ﷺ کے نور مقدس کا فیض ہے گویا علوم لوح محفوظ، آپ کے علوم کے ضمن میں موجود اور آپ ﷺ کا ہی فیضان ہیں۔

۲۔ حضور ﷺ کا علم سماوی اور اخروی

پیچھے آ چکا ہے کہ لوح محفوظ کے علوم فقط احوال دنیا تک محدود ہیں لیکن حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سماوی اور اہل جنت کے جنت میں اور اہل نار کے ان کے داخلہ کے حالات سے آگاہ فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے مستقل فصل کا مطالعہ کریں مختصراً معاملہ کچھ یوں ہے۔

۱۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنا دست مبارک رکھا، اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی، اس فیض ربانی کے بعد میری علمی کیفیت یہ تھی

فعلمت ما فی السموت والارض — میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شئی کو جان لیا

(مشکوۃ المصابیح۔ کتاب مواضع الصلاۃ)

امام احمد بن حنبل (ت۔۲۴۱) نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں

فتجلیٰ لی کل شئی وعرفتہ — مجھ پر ہر شئی روشن ہو گئی اور اسے میں نے پہچان لیا۔

(مسند احمد-۳-۲۴۳)

اس سے معلوم ہوا حضور ﷺ کو زمینی و دنیاوی حقائق کے ساتھ آسمانی حقائق کا بھی علم دیا گیا ہے۔

۲۔ بخاری و مسلم نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا تو اس میں

اخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنة منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظه ونسيه من نسيه — آپ ﷺ نے ہمیں ابتداء خلق سے لے کر اہل جنت کے جنت میں اور اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے تک آگاہ فرمایا جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا اور جس نے بھلا دیا اسے وہ بھول گیا۔

(صحیح بخاری،۱-۴۵۳)

۳۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی پھر وہاں ہی تشریف فرما رہے حتی کہ نماز چاشت ادا فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ نے تبسم فرمایا میں نے عشاء کے بعد اس کی حکمت پوچھی تو فرمایا

عرض علی ما ھو کائن من امر الدنیا وامر الاخرة — دنیا و آخرت میں ہونے والے تمام امور میرے سامنے پیش کر دیے گئے۔

(مسند احمد،۱-۴)

بلکہ کتاب و سنت کا مطالعہ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخرت کے حوالہ سے کس قدر تفصیلات فراہم کی ہیں۔ الغرض آپ ﷺ کے علوم میں سماوی

اور اخروی علوم بھی شامل ہیں جو کہ لوح محفوظ کے علوم میں موجود نہیں ہیں۔

۳۔ذات وصفات کے علوم

حضور ﷺ کے علوم میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علوم بھی شامل ہیں۔جن میں آج بھی آپ ﷺ کے علوم میں اضافہ وارتقاء ہو رہا ہے اور یہ غیر متناہی علوم ہیں جن کا محل لوح محفوظ نہیں بن سکتی۔

فصل

ظاہر و باطن سے آگاہی
حضور ﷺ کی دعا
آئمہ امت کی تصریحات
باطن پر فیصلہ دے سکتے ہیں
منافقین کا علم
حکم قتل جاری نہ فرمانا

ظاہر و باطن سے آگاہی

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اشیاء کے ظاہر و باطن دونوں سے آگاہ فرمادیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما — اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے

(النساء-۱۱۳)

اس آیت کے تحت تمام مفسرین نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مخفی امور حتی کہ دلوں کے رازوں سے بھی آگاہ کر دیا ہے

علامہ سید محمود آلوسی نے 'مالم تکن تعلم' کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے

ای الذی لم تکن تعلم من خفیات الامور وضمائر الصدور ومن جملتها وجوه ابطال کید الکائدین — یعنی جو تم نہیں جانتے مخفی امور دلوں کے اسرار اور مکاروں کی چالوں کو توڑنے کے تمام طریقے بھی اس میں شامل ہیں۔

(روح المعانی-پ ۵-۱۸۷)

امام علاؤالدین خازن (ت-۷۲۵) نے ایک معنی یہ تحریر کیا ہے

وعلمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین وکیدهم مالم تکن تعلم — اور آپ کو مخفی امور کی تعلیم دی اور دلوں کے اسرار سے مطلع کیا اور منافقین کے احوال اور ان کی چالیں جو تم نہیں جانتے تھے ان سے آگاہ کیا

(لباب التاویل-۱-۴۲۹)

امام ابوالبرکات (ت-۷۱۰) نے دوسری تفسیر یوں کی ہے

من خفیات الامور وضمائر القلوب (مدارک التنزیل - ۲۵) — مخفی امور اور دلوں کے اسرار کی تعلیم دی۔

حضور ﷺ کی دعا

پھر حضور ﷺ کی دعا موجود ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس سے یہ مانگا کرتے

اللھم ارنا الاشیاء کما ھی — اے اللہ ہمیں اشیاء کے حقائق سے آگاہ فرما

ائمہ امت کی تصریحات

کتاب وسنت کے انہی دلائل کے پیش نظر ائمہ امت نے یہ تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ حضرت خضر علیہ السلام سے کہیں بڑھ کر اشیاء کے باطن سے آگاہ ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں کہ اولاً دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضور ﷺ کو بھی ظاہری علم دیا گیا اس لئے آپ ﷺ فرمایا کرتے 'ہم ظاہر پر فیصلہ کرتے ہیں' ہم گواہی کے مطابق فیصلہ دیتے ہیں' غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین کا عذر قبول کرلیا

ثم ان اللہ تعالیٰ زادہ شرفا واذن لہ ان یحکم بالباطن وما اطلع علیہ من حقائق الامور فجمع لہ بین ما کان للانبیاء وما کان لخضر خصوصیۃ خصہ اللہ بھا ولم یجمع الامران لغیرہ

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عزت میں اور اضافہ فرمایا اور اجازت سے نوازا کہ باطن پر فیصلہ صادر فرمائیں اور معاملات کے حقائق سے آگاہ کیا اور انبیاء اور خضر علیہم السلام کے اوصاف خصوصیت کے ساتھ آپ میں جمع فرما دیئے اور اس خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو نہیں نوازا

اس کے بعد امام قرطبی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سوا کوئی فقط اپنے علم کی بنیاد پر قتل کا حکم نہیں دے سکتا۔ چونکہ آپ ﷺ باطن سے بھی آگاہ ہیں اس لئے آپ ﷺ ایسا حکم جاری فرما سکتے ہیں

اجمع العلماء علی بکرۃ ابیھم انہ لیس لاحد ان یقتل بعلمہ الا النبی ﷺ
(الخصائص الکبریٰ-۲-۳۲۹)

تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی بھی فقط اپنے علم کی بنیاد پر قتل کا حکم نہیں دے سکتا۔

ایک اور مقام پر واضح کرتے ہیں

انہ جمعت لہ ﷺ الشریعۃ والحقیقۃ
(ایضاً-۳۲۷)

یقیناً آپ ﷺ کے لئے شریعت اور حقیقت جمع کر دی

یاد رہے امام سیوطی نے اس مسئلہ پر مستقل تین کتب ۱- الباھر فی حکم النبی بالباطن و الظاھر ۲- شعلہ نار، ۳- طرح السقط تحریر کی ہیں۔ جن کا ترجمہ ہم نے "حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے" کے نام سے شائع کر دیا ہے

امام احمد خفاجی نے حضور ﷺ کے اس مقام و عظمت کو یوں آشکار کیا ہے

فکان صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الناس باحکام ربہ ولہ الولایۃ العامۃ علی جمیع خلقہ و امامۃ العظمیٰ فکان یحکم بالقضاء والسیاسۃ والافتاء ویحکم بالظاھر والباطن کالخضر علیہ السلام کما قالہ السیوطی
(نسیم الریاض-۵-۲۲۴)

آپ ﷺ اپنے رب کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور آپ ﷺ کو تمام مخلوق پر حکومت عامہ اور امامت عظمیٰ حاصل ہے آپ ﷺ حکم نافذ فرماتے، سیاسی و دینی فیصلے فرماتے اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرح ظاہر و باطن پر فیصلے صادر کرتے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے وضاحت کی ہے

ایک اور مقام پر اس ارشاد نبوی 'میں گواہی کے مطابق فیصلہ دیتا ہوں' کے تحت لکھتے ہیں- اس میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ خدا نہیں کامل انسان ہیں اور وہ ذاتی طور پر غیب نہیں جانتے-

وقد كان له صلى الله عليه وسلم الحكم بالباطن لاطلاع الله له عليه كما ذكر السيوطي ولكن هذا اغلب احواله صلى الله عليه وآله وسلم تعليماً لامته حتى يقتدوا به

(ایضا-۲-۳۰۲)

آپ ﷺ باطن پر فیصلہ فرما سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو باطن پر مطلع کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی نے ذکر کیا ہے لیکن آپ ﷺ کے اکثر اس طرح کے احوال تعلیم امت کے لئے تھے تا کہ وہ اقتدا کر سکیں-

حضرت قاضی عیاض آپ ﷺ کے اس مرتبہ علمی کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ منافقین کو آپ ﷺ نے قتل نہیں کروایا

وهو على يقين من امرهم مؤلفة لغيرهم ورعاية للمؤمنين من قرابتهم وكراهة لان يقول الناس ان محمدا يقتل اصحابه كما جاء في الحديث

(الشفاء-۲-۲۰۰)

یقین ہوتے ہوئے یہ اس لئے تھا کہ ان کے علاوہ کے لئے تالیف کا سبب ہو اور ان کی مومنوں کے ساتھ قرابت داری کی وجہ سے رعایت دی اور اس ناپسندیدگی کی وجہ سے کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کرواتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے

'وهو على يقين امرهم' کی تشریح ملا علی قاری نے یہ کی ہے

غیر شاک فی کفرھم
(شرح الشفاء-۲-۳۶۸)

منافقین کے کفر میں کسی قسم کا شک نہیں تھا

امام احمد خفاجی کے الفاظ ہیں

باخبار اللہ تعالیٰ لہ بہ وبما یظھر من احوالھم من ایذائہ وما یبلغہ عنھم
(نسیم الریاض-۲-۹۹)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ کر دیا تھا اور آپ ﷺ کو ایذا دینے اور ان کے بارے میں آنے والی خبروں کے حوالہ سے بھی واضح تھا

باطن پر فیصلہ دے سکتے ہیں

تو آپ ﷺ کی علمی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ کو باطن پر فیصلہ کی بھی اجازت ہے جو کہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں اگرچہ اکثر فیصلے آپ ﷺ نے ظاہر پر ہی کئے تا کہ تا قیامت امت اقتدا کر سکے- اہل سیر نے 'باطن پر فیصلہ' آپ ﷺ کی خصوصیت قرار دیا ہے-

امام احمد خفاجی (ت-۱۰۶۹) نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا

وقد قرر ائمۃ الحدیث انہ ﷺ لہ ان یحکم بالباطن احیاناً کما یحکم بالظاھر وانہ من خصائصہ ﷺ
(نسیم الریاض-۳-۱۲۵)

ائمہ محدثین نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو بعض اوقات باطن پر فیصلہ کی بھی اجازت تھی جیسا کہ ظاہر پر فیصلہ کی اجازت تھی اور باطن پر فیصلہ کرنا آپ ﷺ کے امتیازات میں سے ہے

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

فمن خصائصه ﷺ انه يجوز له ان يحكم بعلمه وقد اطلع له الله تعالىٰ على كثير من السرائر والمضمرات

(نسیم الریاض-۴-۲۶۳)

حضور ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے لئے اپنے علم پر فیصلہ کی اجازت تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کثیر مخفی امور رازوں سے آگاہ کر رکھا ہے۔

منافقین کا علم

ظاہراً اسلام لیکن باطن میں اس سے دشمنی رکھنے والا منافق کہلاتا ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اہل نفاق کے باطن سے بھی آگاہ کر دیا۔ اس پر کتاب وسنت کے روشن دلائل موجود ہیں' اس کے لئے ہماری کتاب 'علم نبوی اور منافقین' کا مطالعہ مفید رہے گا۔ چند اقتباسات ملاحظہ کر لیجئے

حکم قتل جاری نہ فرمانا

تمام اہل علم نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ جب آپ ﷺ منافقین کا علم رکھتے تھے تو پھر ان کے قتل کا حکم جاری کیوں نہ فرمایا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے حضور ﷺ کی اعلیٰ دانائی اور فراست کو سلام پیش کیا اور آپ ﷺ کے اس مقدس عمل کی متعدد حکمتیں بیان کی ہیں۔ پہلے سوال ملاحظہ کیجئے

سوال۔ مفسر قرآن امام محمد بن جریر طبری (ت-۳۱۰) نے یہی سوال ان الفاظ میں نقل کیا ہے

فكيف تركهم مقيمين بين اظهر اصحابه مع علمه بهم؟

(جامع البیان-۱-۲۳۴)

حضور ﷺ نے منافقین کا علم رکھنے کے باوجود انہیں صحابہ کے اندر کیوں زندہ چھوڑ دیا؟

فصل

علمت ما فی السموات والارض ،
فتجلی لی کل شیء وعرفت

خلیل نے صرف ملکوتی مگر حبیب نے تمام اشیاء
ملکوتی سماوی وارضی کے ظاہر و باطن کا علم

علمت ما فی السموات والارض

(مجھے آسمانوں اور زمین کی ہر شی کا علم ہوگیا)

فتجلیٰ لی کل شئی و عرفت

(میرے سامنے ہر شی ظاہر ہوگئی اور مجھے اسکا علم ہوگیا)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا آج رات میں نے (خواب میں) اللہ تعالیٰ کی خوبصورت شکل میں زیارت کا شرف پایا، اس نے مجھے پوچھا، بتاؤ یہ آسمانی مخلوق کس بارے میں گفتگو کررہی ہے میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا، اس کے بعد

فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدی فعلمت ما فی السموات والارض وتلا وکذلک نری ابراهیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین (مشکوۃ-باب المساجد)

اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا- میں نے اس کی ٹھنڈک سینے میں محسوس کی تو زمین وآسمان میں جو کچھ تھا میں نے جان لیا اور تلاوت فرمائی 'اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو زمین وآسمان کی بادشاہی دکھائی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں-

اس حدیث کی شرح میں محدثین نے جو کچھ لکھا اس کی ایک جھلک ملاحظہ کر لیجئے

ا- شارح مشکوۃ امام شرف الدین حسین بن محمد الطیبی (ت-۷۴۳) فوجدت بردها بین ثدی، کی شرح یوں کرتے ہیں

کنایة من وصول ذلک الفیض الی قلبه وتأثره عنه ورسوخه

یہ اشارہ ہے دل اقدس میں اترنے والے فیض کی طرف اور اس کے اثرات

فيه ايقانه له	ورسوخ اور اس کی پختگی کا بیان ہے۔

آگے "فعلمت ما فی السموات" کے تحت رقم طراز ہیں

يدل على ان وصول ذلك الفيض صار سبباً لعلمه ثم استشهد بالاية والمعنى انه تعالىٰ كما ارى ابراهيم عليه السلام ملكوت السموات والارض وكشف له ذلك كذلك فتح على ابواب الغيوب حتى علمت ما فيهما من الذوات والصفات حتى والظواهر والمغيبات	یہ الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ فیض حاصل ہوا جو آپ ﷺ کے علم کا سبب بنا پھر آیت مبارکہ سے تائید ذکر کی اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی سلطنتیں دکھائیں اور ان پر انہیں منکشف کر دیا اسی طرح اس نے مجھ پر غیوب کے دروازے کھول دیے حتی کہ میں نے ان کے اندر موجود ذوات وصفات بلکہ ان کے ظاہر اور باطن واندر کو جان لیا۔

(الکاشف-۲-۲۹۱)

خلیل نے صرف ملکوتی مگر حبیب نے تمام اشیاء

آگے چل کر مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں حضرت خلیل علیہ السلام نے ابتداً ملکوتی اشیاء کو دیکھا اس کے بعد انہیں ان کے خالق کا ایقان حاصل ہوا جبکہ حضرت حبیب ﷺ نے پہلے خالق کو اور پھر اشیاء کو دیکھا

والحبيب علم الاشياء كلها والخليل راى ملكوت الاشياء (الکاشف-۲-۲۹۱)	حبیب ﷺ نے تمام اشیاء کو جان لیا اور خلیل علیہ السلام صرف ملکوتی اشیاء کو دیکھ پائے

ملکوت سماوی وارضی کے ظاہر و باطن کا علم

۱- قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں وصال سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے علوم شرعیہ کی تکمیل فرمادی اب آپ ﷺ اس کی ایک ایک جزء کا تفصیلی علم بلاشبہ رکھتے ہیں۔

واما تعلق من ملكوت السموات والارض وخلق الله وعلم ماكان وما يكون .... مما لم يعلمه الا بوحى فعلى ما تقدم من انه معصوم فيه .... لكنه لا يشترط له العلم بجميع تفاصيل ذلك وان كان عنده من علم ذلك ما ليس عند جميع البشر	جن اشیاء کا تعلق آسمانوں اور زمین کی سلطنتوں سے، اللہ کی مخلوق، جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے کا علم ان میں سے جو وحی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس میں آپ ﷺ معصوم ہیں ہاں ان تمام کا تفصیلی علم ضروری و شرط نہیں اگرچہ آپ ﷺ کے پاس ان کا علم اس قدر ہے کہ وہ تمام انسانوں کے پاس نہیں۔

(الشفاء - ۲ - ۱۱۷)

۲- حضرت ملا علی قاری نے ابتدائی کلمات کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

(من ملكوت السموات والارض) اى ظواهرهما وبواطنهما (وخلق الله) اى وسائر مخلوقاته العلوية والسفلية	ملکوت سماویہ اور ارضیہ سے ان کا ظاہر اور باطن مراد ہیں اور خلق اللہ سے اوپر والی اور نیچے والی تمام مخلوقات مراد ہیں۔

(شرح الشفاء - ۲ - ۲۱۲)

۳- امام احمد خفاجی رقم طراز ہیں-

المراد علمه ﷺ بحقيقة الاجرام العلوية وما فيها من الملائكة الموكلين والكواكب التي خلقت فيها زينة لها وهداية لخلقه وكذلك الارض التي جعلها الله مقر للعبادة وعلمه بما فيها علماً اطلع به على حقيقتها وما اودعه فيها

ملکوت سماوی کے بارے میں آپ ﷺ کے علم سے مراد اجرام علویہ کے حقیقت، ان میں مؤکل ملائکہ کا علم، ان کا زینت اور ہدایت مخلوق کے لئے پیدا کردہ کواکب کا علم اسی طرح زمین کا معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے عبادت کے لئے ٹھکانہ بنایا، رسول اللہ ﷺ کو اس کی حقیقت اور اس میں مدفون خزائن سے آگاہ کیا

آگے ''خلق الله'' کی تشریح میں لکھتے ہیں

ای مخلوقاته التي بثها فيها وابدعها واودعها حكماً تحار فيها العقلاء

یعنی زمین میں پھیلنے والی مخلوقات، اس کی عمدگی اور ان میں مخفی حکمتوں سے آگاہ کیا جن میں عقلاء حیران و دنگ ہیں-

(نسیم الریاض-۵-۲۲۴)

لا يشترط له العلم پر لکھا

لانه مما يعجز عنه البشر

کیونکہ بشری قوت اس سے عاجز ہے

(ایضاً-۲۲۵)

یعنی علم محیط اور ہر چیز کا تفصیلی علم اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے

فصل

آپ ﷺ ساری مخلوق کے رسول ہیں

تمام کی طرف بعثت

اللہ جس کا رب محمد ﷺ اس کے رسول

حاضر ہو کر سلام عرض کرنا

درختوں کی گواہی

درختوں کا مل کر پردہ بننا

آپ ﷺ ساری مخلوق کے رسول ہیں

ہمارے علم میں یہ بات کیوں نہیں کہ آپ ﷺ جیسے انس و جن کے رسول ہیں اسی طرح آپ ملائکہ، حیوانات، نباتات، عرش، فرش اور ان کے اوپر و نیچے تمام مخلوق کے رسول ہیں

ارشاد الٰہی ہے

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (پ۱۸، الفرقان-۱)

برکت والی ہے وہ ذات جس نے قرآن اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کو ڈر سنائیں

دوسرے مقام پر ہے

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (پ۱۷-الانبیاء-۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

عالمین سے مراد تمام کائنات و مخلوقات ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، مجھے دیگر انبیاء علیہم السلام پر جو فضیلتیں دی گئیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے

ارسلت الی الخلق کافۃ (مسلم، ۵۲۳)

مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

امام دیلمی نے حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین کافۃ

اللہ تعالٰی نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

تمام کی طرف بعثت

انہی آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے پیش نظر ائمہ امت نے یہ تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت تمام مخلوقات کی طرف ہے حتی کہ اس میں جمادات، نباتات اور حیوانات بھی شامل ہیں۔

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت ۱۰۱۴) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کان خلقه القرآن ۔ کی تشریح میں رقم طراز ہیں

وفيه ايماء الى ان اوصاف خلقه العظيم لا تتناهى كما ان معانى القرآن لا تتقاضى وهذا اغاية فى الاتساع ونهاية فى الابتداع لا يهتدى لانتهائها بل كل ما توهم انه انتهأوها فهو من ابتدائها ومن ثمه وسعت اخلاقه اخلاق افراد اصناف بنى آدم بل انواع اجناس مخلوقات العالم ولذا ارسله الله الى العرب والعجم والانس والجن وسائر الامم بل الى الملائكة والنباتات والجمادات كما بينته فى شرح الصلاة على ما يدل عليه قوله ﷺ فى صحيح مسلم بعثت الى الخلق كافة

(جمع الوسائل، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ)

اس میں اشارہ ہے کہ آپ کے خلق عظیم کے اوصاف ان گنت ہیں جیسے قرآن کے معانی ختم نہیں ہوتے اور یہ کہ اس میں انتہائی وسعت اور اعلیٰ مرتبہ میں انتہاء ہے اس کی انتہاء متصور نہیں بلکہ جو اس کی انتہاء کا تصور کرتا ہے وہ ابھی ابتدا میں ہے۔ اسی وجہ سے آپ کے اخلاق تمام اصناف بنی آدم بلکہ تمام مخلوقات عالم کو محیط ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عرب، عجم، انس و جن اور دیگر امتوں بلکہ ملائکہ، نباتات، جمادات کی طرف رسول بنایا جسے میں نے شرح الصلوات میں بیان کیا ہے اور اس میں آپ ﷺ کا صحیح مسلم میں یہ ارشاد گرامی دال ہے کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا۔"

۲- امام محمد بن جعفر کتانی (ت-۱۳۴۵) علماء کاملین اور ائمہ کبار کے حوالہ سے لکھتے ہیں

ظاهر قوله تعالیٰ ليكون للعالمين نذيرا وقوله في الحديث الصحيح وارسلت الى الخلق كافة يعطي كونه ﷺ مبعوثاً الى كل مخلوق حتى من الحيوانات والنباتات والجمادات ولا مانع من اجرائهما على ظاهر هما لان ظواهر الكتاب والسنة تدل على ان كل مخلوق حي عالم قادر مريد ناطق وان تفاوتت مراتب حياته وادراكاته وبقية كمالاته فصح ان يكلف تكليفاً يليق بعالمه وطوره ومرتبة كما له كما ان الانسان المكلف بالاجماع يختلف تكليف افراده بحسب اختلاف افراده بحسب اختلاف احوالهم في الوسع اختياراً واضطراراً فيباح لهذا ما يحرم هذا وقس بقية الاحكام

(جلاء القلوب، ۲-۱۴۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی لیکون للعالمین نذیرا اور حدیث صحیح "اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے" بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ تمام مخلوق کے رسول ہیں حتی کہ حیوانات، نباتات، جمادات کے بھی ہیں اور اس آیت و حدیث کو ان کے ظاہر پر رکھنے سے کوئی مانع نہیں کیونکہ کتاب و سنت کا ظاہر بتاتا ہے کہ تمام مخلوق میں زندگی، شعور، قدرت و ارادہ و نطق ہے اگرچہ اس کی حیات، ادراک اور دیگر کی مدت میں تفاوت ہے لہذا ہر ایک کے مرتبہ اور کمال کے مطابق اسے مکلّف قرار دینا صحیح ہے جیسے انسان بالاتفاق مکلّف ہے مگر اس کے افراد کے مختلف احوال ہوتے ہیں کسی کو اختیار حاصل ہوتا ہے اور کوئی مجبور، کسی کے لئے مباح اور کسی کے لئے حرام کا معاملہ ہوتا ہے اور بقیہ احکام کو بھی اسی میں قیاس کر لو۔

اللہ جس کا رب، محمد اس کے رسول

اہل علم نے انہی دلائل کے پیش نظر واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ جس کا رب ہے محمد اس کے رسول ہیں یعنی جس طرح کائنات کی ہر شئی کا اللہ تعالیٰ رب ہے تو اس طرح رسول اللہ ﷺ ہر شی کے رسول ہیں

امام قسطلانی نے امام علی بن احمد حسین حرالی (ت،) کے الفاظ میں اس شان نبوی ﷺ کا اظہار یوں کیا

ولما كان عرفان قلبه عليه الصلاة والسلام بربه عزوجل كما قال بربي عرفت كل شئي، كانت اخلاقه اعظم خلق فكذلك بعثه الله الى الناس كلهم و لم يقصر رسالته على الانس حتى عمت الجن ولم يقصرها على الثقلين حتى عمت جميع العالمين فكل من كان الله ربه فمحمد رسوله فالخلق المحمدى يشمل جميع العالمين

(المواہب اللدنیہ، مع زرقانی، ۶-۱۱)

جب آپ ﷺ کے قلب اقدس کا عرفان اپنے رب تعالیٰ کے سبب ہے جیسے فرمایا "میں نے اپنے رب کی وجہ سے ہر شے کو جان لیا" تو اب آپ ﷺ کے اخلاق سب سے اعظم ٹھہرے تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا اور آپ کی رسالت کو انسانوں تک محدود نہیں کیا حتیٰ کہ وہ جنات کو شامل ہے پھر اسے جن وانس تک محدود نہیں کیا حتی کہ تمام کائنات کو شامل ہے تو جس کا اللہ، رب ہے محمد اس کے رسول ہیں، تو خلق محمدی تمام جہانوں کو شامل ہے۔

اس پر امام زرقانی نے دلیل دیتے ہوئے لکھا

علی ظاهر قوله تعالیٰ لیکون للعالمین نذیرا وقوله ﷺ وبعثت الی الخلق کافة رواه مسلم	اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی تا کہ آپ تمام جہانوں کے ڈرسنانے والے ہوں اور ارشاد نبوی، مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے۔(مسلم) کا ظاہر اس پر دال ہے

پھر ان کے الفاظ "فکل من کان اللہ ربہ" کی تشریح میں لکھا

یفید انه مرسل لسائر الحیوانات والجمادات فان الکل مربوب له تعالیٰ ویصدق قوله فمحمد رسوله اذمعناه مرسل الیه	یہ بتارہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام حیوانات اور جمادات کی طرف رسول بنایا گیا ہے کیونکہ تمام اللہ تعالیٰ کے پروردہ ہیں اور ان کے الفاظ محمد ان کے رسول ہیں صحیح ہیں کیونکہ اس کا معنی ہے کہ آپ کو ان کی طرف رسول بنایا گیا ہے۔
(زرقانی علی المواہب،۶-۱۲)	

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ثعلبہ بن مالک، حضرت جابر، حضرت یعلیٰ بن مرہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے اونٹ کے بارے میں منقول ہے وہ ہر ایک کو کاٹتا مگر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے

فوضع مشفره فی الارض وبرک بین یدیه فخطمه	اس نے اپنا منہ زمین پر لگا دیا اور آپ کے سامنے با ادب بیٹھ گیا اور آپ نے اسے نکیل ڈال دی

اور اس کے بعد فرمایا

ما بین السماء والارض شئی الا یعلم انی رسول الله الاعاصی الجن والانس	نافرمان جن وانس کے علاوہ آسمان اور زمین کے ہر شئی جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں

امام احمد خفاجی (ت، ۱۰۶۹) نے شئی اور ارض کی تشریح یوں کی

من الحیوان والطیور وغیرھا والمراد بالارض الجنس فیشمل الاراضی السبع (انی رسول اللہ) بعلم خلقہ اللہ فیہ ویلھمہ لہ	یعنی حیوانات اور پرندے وغیرہ زمین سے ساتوں زمینیں مراد ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں علم دیا اور انہیں الہام کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں

(نسیم الریاض-۴-۵۳)

ارشاد نبوی ہے جس رات میری بعثت ہوئی

مامررت بشجر ولا بحجر الا قال السلام علیک یا رسول اللہ	میں جس درخت و پتھر سے گزرا اسی نے عرض کیا، السلام علیک یا رسول اللہ

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶-۶۹)

حاضر ہو کر سلام عرض کرنا

بعض درختوں کے بارے میں یہاں تک ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی کہ ہمیں اجازت دے تا کہ ہم بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر سلام عرض کریں تو انہیں اس کی اجازت ملی اور انہوں نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا

درختوں کی گواہی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ایک دیہاتی سامنے آیا آپ ﷺ نے فرمایا تم کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگا، میں اپنے گھر جا رہا ہوں فرمایا کیا تم بھلائی و خیر چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی اور محمد کے رسول

ہونے کی گواہی، اس نے کہا اس پر کوئی شہادت ہے، فرمایا ہاں یہ پھلدار درخت، تم اس کے پاس جاؤ اور اسے کہو محمد تجھے بلاتے ہیں؟ اس نے جا کر درخت سے کہا

فاقبلت تخد الارض حتی قامت تو وہ زمین چیرتا ہوا حاضر ہو گیا

اور اس نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی (البدایہ والنہایہ، ۶-۱۲۵)

درختوں کا مل کر پردہ بننا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک مرتبہ دوران سفر رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے وہاں کوئی پردہ والی جگہ نہ تھی تو آپ ﷺ نے دو درختوں کو اکٹھا ہونے اور جھک جانے کا حکم دیا تو وہ دونوں جھک گئے اور مل کر انہوں نے پردہ کی صورت بنالی۔ (مسلم، ۱۲-۳)

تو جس ہستی کے اشارے پر درخت حاضر ہو رہے ہیں، بول بول کر ان کی رسالت کی گواہیاں دے رہے ہیں، جھک جھک کر سلام عرض کر رہے ہیں، اکٹھے مل کر پردہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، پھر وہ ان کی طرف رسول بھی ہیں، کس قدر عجیب بات ہوگی کہ وہ ان کی پیوندکاری کے فوائد و نقصانات سے آگاہ نہ ہوں۔

امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیری (ت-۶۹۶) نے رسول اللہ ﷺ کی اسی شان اقدس کو ان اشعار میں بیان کیا

وجاءت لدعوته الاشجار ساجدة تمشی الیه علی ساق بلا قدم

کانما سطرت سطر الما کتبت فروعها من بدیع الخط فی اللقم

جب آپ ﷺ تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں اور پھر تمام کے مسائل کا حل آپ فرماتے ہیں مثلاً اونٹوں کی فریادرسی فرمانا، چرند، پرند کے معاملات پر نظر و شفقت کرنا، احادیث سے ثابت ہے اس لئے صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ

فصل

آپ ﷺ سے دنیاوی سوالات

ہر شے پانی سے

بچے کی ہڈیاں اور گوشت

بچے کی ولادت

بچے کی مشابہت

مکھی کے پروں میں بیماری و شفاء

جو چاہو مجھ سے پوچھو

ہر سوال کا جواب لے لو

کیا سوالات میں پابندی ہے؟

دنیاوی سوالات

کچھ دنیاوی علوم کی جھلکیاں

آپ ﷺ سے دنیاوی سوالات

قرآن وسنت کا کچھ مطالعہ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح دینی امور میں انسانیت کی رہنمائی فرمائی اسی طرح دنیاوی امور میں بھی مخلوق کی دستگیری فرمائی، رسول اللہ ﷺ کی خاصیات وامتیازات میں یہ بات شامل ہے کہ آپ ﷺ نے ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی کی ہے۔ تو یہاں آپ ﷺ سے دینی امور کے حوالہ سے سوالات ہوئے وہاں دنیاوی امور کا جواب بھی آپ سے حاصل کیا جاتا تھا، ہم یہاں چند سوالات اور ان کے جوابات کا تذکرہ کئے دیتے ہیں۔

ا۔ ہر شئی پانی سے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب میں آپ ﷺ کی زیارت کا شرف پاتا ہوں تو

طابت نفسی و قرت عینی — میرا دل خوش اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا

فانبئنی عن کل شئی؟ — مجھے ہر شئی کی تخلیق کے حوالے سے بتائیں؟

تو فرمایا

کل شئی خلق من ماء — ہر شئی کی تخلیق پانی سے ہوئی ہے۔

(مسند احمد)

اليواقيت الثمينة

في الأحاديث القاضية بظهور سكة الحديد ووصولها إلى المدينة

تأليف

العلامة النحرير صاحب القلم البارع التحرير

السيد محمد عبد الحي بن عبد الكبير الكتاني الحسني الإدريسي

١٣٠٠هـ - ١٣٨٢هـ

عناية وتحقيق

الدكتور/ إبراهيم بن الشيخ راشد المريخي

دار الغناء

۲- بچے کی ہڈیاں اور گوشت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے، ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ سے انسانی تخلیق کے حوالہ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے تخلیق کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا چونکہ مرد کا نطفہ

فنطفة غليظة منها العظم والعصب اما نطفة المراة فنطفة رقيقة منها اللحم والدم

سخت ہوتا ہے تو اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ نرم ہوتا ہے تو اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔

۳- بچے کی ولادت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا ایک یہودی عالم آیا اس نے آپ ﷺ کو یوں سلام کہا السلام علیک یا محمد، میں نے اسے ایسا دھکا دیا، قریب تھا کہ وہ مر جاتا، اس نے کہا تو نے مجھے دھکا کیوں دیا؟ میں نے کہا تو یا رسول اللہ ﷺ نہیں کہہ سکتا تھا؟ کہنے لگا ہم تو نام ہی لیں گے، اس نے حاضر ہو کر جو سوالات کئے ان میں سے ایک سوال یہ تھا

جئت اسالک عن الولد

میں آپ سے اولاد کے حوالے سے سوال کرنے آیا ہوں؟

یعنی بچے اور بچی کا فلسفہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، مرد کا نطفہ سفید اور عورت کا زرد ہوتا ہے جب دونوں کا اجتماع ہوتا ہے سوال یہ تھا

فعلا منی الرجل من المراة اذكرا باذن الله واذا علا منی

اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آ جائے تو بیٹا پیدا ہوتا ہے، اللہ کے حکم

المرأة منی الرجل انثا باذن الله (مسلم-۳۱۵)	سے- اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آ جائے تو بیٹی پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے-

۴- بچے کی مشابہت

حضرت انس بن مالک رضی سے مروی ہے رسالت ماب ﷺ نے خاتون کے احتلام کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا

ان ماء الرجل غلیظ ابیض وماء المرأة رقیق اصفر من ایهما علا او سبق یکون منه الشبه (مسلم-۳۱۱)	مرد کا نطفہ سفید اور سخت ہوتا ہے- اور عورت کا نرم اور زرد جو غالب یا پہلے ہو بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے-

۵- مکھی کے پروں میں بیماری وشفاء

رسالت ماب ﷺ کے دنیاوی علوم کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ نے مکھی کے بارے فرمایا اگر یہ کھانے میں گر جائے تو اگر تم اس کھانے کو کھانا چاہو تو مکھی کو ڈبو کر نکال لو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اسے وہ ڈبوتی ہے جبکہ دوسرے میں شفاء ہے تم اسے بھی ڈبو دو تا کہ بیماری کا ازالہ ہو سکے- آپ ﷺ کے الفاظ مبارک ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ نے فرمایا

اذا وقع الذباب فی اناء احد فلیغمسه کله ثم لیطرحه فان فی احد جناحیه شفاء و فی الاخر داء (البخاری- کتاب الطب)	جب مکھی تمہارے کسی برتن میں پڑ جائے تو اسے تمام کو ڈبو دو پھر نکال پھینکو کیونکہ اس کے ایک پر میں شفاء جبکہ دوسرے میں بیماری ہوتی ہے-

جو چاہو مجھ سے پوچھو

بخاری و مسلم میں صحابہ سے مروی ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ منافقین کے طعنوں سے تنگ آ کر منبر پر تشریف فرما ہو کر فرماتے

سلونی عما شئتم — پوچھ لو جو تم پوچھنا چاہتے ہو

(البخاری، ۱-۱۹)

ہر سوال کا جواب لے لو

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں

لا تسالونی عن شئی الا بینت لکم (مسلم-۲-۲۶۳) — تم مجھ سے جس شئی کے بارے میں پوچھو گے میں بیان کروں گا

ایک روایت میں الفاظ ہیں

من احب ان یسأل عن شئی فسألنی فلا تسألونی عن شئی الا اخبرتکم ما دمت مقامی هذا — جو کوئی کسی شئی کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے مجھ سے پوچھ لے میں اس مقام پر کھڑے تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔

(البخاری-۱-۷۷)

کیا سوالات میں پابندی ہے؟

یہاں نہایت ہی قابل توجہ بات یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ نے یہاں کوئی پابندی عائد کی ہے کہ مجھ سے دینی امور کے بارے میں پوچھنا نہ کہ دنیاوی امور کے بارے میں، اگر آپ ﷺ صرف دینی امور کے ماہر ہوتے تو پابندی عائد

فرما دیتے کہ مجھ سے دنیاوی امور کے بارے میں سوال نہ کرنا کیونکہ میں ان سے واقف نہیں ہوں۔

حبیب خدا ﷺ کا یہ اعلان ساری کائنات کو متوجہ کر رہا ہے کہ میری نگاہ جس طرح امور دینیہ پر ہے اسی طرح امور دنیاوی بھی میری نظروں سے اوجھل نہیں لہذا ہر شخص جو سوال کرنا چاہے کرے اللہ کا حبیب ﷺ اس کا تسلی بخش جواب دے گا۔

دنیوی سوالات

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے اس موقع پر جتنے سوالات ہوئے ہم ان کو سامنے لا رہے ہیں خود ملاحظہ کر لیجئے کیا وہ دینی ہیں؟

۱۔ میرا والد کون ہے؟

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نسب پر لوگ طعن کرتے جس کی وجہ سے انہیں پریشانی لاحق ہوتی، انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ

من ابی؟ میرا والد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا

ابوک حذافة تیرا والد حذافہ ہی ہے

۲۔ تیرا والد سالم ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک اور آدمی نے اٹھ کر پوچھا، میرا والد کون ہے؟ فرمایا

ابوک سالم مولی شیبة تیرا والد شیبہ کا غلام سالم ہے

۳- میں کون ہوں؟

امام ابن عبدالبر نے مسلم کے حوالہ سے نقل کیا کہ ایک آدمی نے

پوچھا

من انا یا رسول اللہ ﷺ یارسول اللہ ﷺ میں کون ہوں؟

فرمایا

انت سعد بن سالم تو سالم کا بیٹا سعد ہے

(فتح الباری، ۱۲۰-۲۲۸))

۴- کیا میں جنتی ہوں؟

امام طبرانی نے حضرت ابوفراس اسلمی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ایک آدمی نے

پوچھا یارسول اللہ ﷺ

فی الجنة انا؟ کیا میں جنتی ہوں؟

(ایضاً)

فرمایا

فی الجنة تو جنتی ہے۔

(ایضاً)

۵- تو دوزخی ہے

امام ابن عبدالبر نے التمہید میں امام زہری سے نقل کیا ایک آدمی نے پوچھا

أین مدخلی یا رسول اللہ؟ میرا ٹھکانہ کون سا ہے؟

فرمایا تیرا ٹھکانہ

فی النار — دوزخ ہے

انہوں نے امام مسلم سے نقل کیا بنی اسد کا آدمی اٹھا اور اس نے پوچھا

این انا؟ — میرا ٹھکانہ کون سا ہے؟

فرمایا

فی النار — تو دوزخ میں جائے گا۔

(فتح الباری، ۱۲-۲۲۸)

کچھ دنیاوی علوم کی جھلکیاں

آپ ﷺ کو جو دنیاوی علوم حاصل تھے اس کی چند جھلکیاں بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

۱- علم نسب

اہل علم نے تصریح کی ہے کہ علم نسب، حضور ﷺ کے سمندر علم کا ایک قطرہ ونقطہ ہے۔

قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) لکھتے ہیں علم نسب جو عربوں کا مشہور فن ہے

وھذا الفن نقطة من بحر علمه ﷺ — یہ فن حضور ﷺ کے علمی سمندر کے مقابل ایک نقطہ کا درجہ رکھتا ہے۔

۲- علم طب

امام احمد خفاجی) (ت-۱۰۶۹) حضور ﷺ کے علم طب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کان رسول الله ﷺ اعرف الناس به — رسول اللہ ﷺ علم طب میں تمام لوگوں سے زیادہ ماہر ہیں۔

(نسیم الریاض-۴-۲۵۹)

شیخ ابن قیم (ت-۷۵۱) نے طب نبوی پر مکمل کتاب لکھی اور آشکار کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس علم وفن میں اس قدر بلند ہیں کہ

ان نسبة طبهم اليها كنسبة طب العجائز الى طبهم (زادالمعاد،۴-۵)

تمام دنیا کے اطباء کی نسبت آپ ﷺ کی طب کے ساتھ وہی نسبت ہے جو اجڈ بوڑھی عورت کی طب کی ان اطباء کی طب کے ساتھ ہے۔

ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں۔

نسبة طب الاطباء اليه كنسبة الرقية والعجائز الى طبهم وقد اعترف به حذا قهم وائمتهم (ایضا-۱۰)

تمام اطباء کی نسبت آپ ﷺ کی طب کے ساتھ وہی ہے جو ان پڑھ بوڑھی عورتوں کی طب کی ان اطباء کی طب کے ساتھ ہے اور اس کا طب کے ماہرین اور ائمہ کو بھی اعتراف ہے۔

طب کے علم دینوی ہونے پر بھی تصریحات ملاحظہ کر لیجیے۔ امام محمد غزالی (ت-۵۰۵) لکھتے ہیں۔

اذا الطب ايضاً يتعلق بالدنيا وهو صحة الجسد (الاحیاء-۱-۳۰)

کیونکہ طب کا تعلق بھی دنیا سے ہے اور وہ جسم کی صحت ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں فقہ شرعی علم ہے

بخلاف الطب فانه ليس من علم الشرع (ایضاً-۱-۳۰)

بخلاف طب یہ علم شرعی نہیں ہے۔

اس کے تحت شیخ ابن قیم (ت- ۷۵۱) رقم طراز ہیں

وھذا طب لا یھتدی الیہ کبار الاطباء وائمتھم بل ھو خارج من مشکاۃ النبوۃ ومع ھذا فالطبیب العلام العارف الموفق یخضع لھذا العلاج ویقر لمن جاء بہ فانہ اکمل الخلق علی الاطلاق وانہ مؤید بوحی الھی خارج عن القوی البشریۃ

(زاد المعاد، ۴، ۱۰۳)

یہ ایسا علاج ہے جس تک بڑے اطباء اور ان کے امام نہ پہنچ سکے بلکہ یہ سینہ مصطفیٰ ﷺ سے ہی حاصل ہوا ہے۔ اور طبیب عالم، عارف توفیق پانے والا اس علاج کو مان لے گا اور جو کچھ آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اس کا اقرار کرلے گا کیونکہ آپ ﷺ ہر معاملہ میں تمام مخلوق سے افضل اور اس پر وحی الٰہی سے مؤید ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہے۔

تفصیل کے لئے ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر کی کتاب الاصابۃ فی صحۃ حدیث الذبابۃ اور السنۃ وحی کا مطالعہ کیجئے

مذکورہ روایت کے حوالہ سے بھی لوگوں نے اعتراضات اٹھائے مگر اہل علم ڈٹے رہے کہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہی حق ہے۔ بحمداللہ آج کی تحقیقات سے یہ تمام باتیں ثابت ہو چکی ہیں، کیا اہل علم کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ کہہ دیتے چونکہ سرور عالم ﷺ ان علوم کے ماہر و واقف نہیں لہذا آپ نے اپنے ذوق کے مطابق بات کہہ دی تھی اس کا حق ہونا لازم نہیں کیونکہ اس کا تعلق دینی و تبلیغی امور سے نہیں۔ ہمارے مطالعہ کے مطابق متقدمین و متاخرین میں ایک بھی ایسا عالم نہیں جس نے یہ بات کہی ہو، لہذا ہم پر لازم ہے کہ اگر کوئی ارشاد نبوی سمجھ نہ آتا ہو تو ہم اہل علم و فہم کی طرف رجوع کریں تا کہ معاملہ خوبصورت انداز میں آشکار ہو جائے۔

۳- علم فرسان

حضور ﷺ کے سامنے گھوڑے پیش کئے گئے - اس موقعہ پر وہاں عیینہ بن حصص فزاری بھی تھا - اس نے کہا میں گھوڑوں کے بارے میں بڑا علم رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا

انا افرس بالخیل منک — میں گھوڑوں کے بارے میں تم سے ماہر ہوں -

امام خفاجی فرماتے ہیں یہ نہایت ہی حکمت کے ساتھ اس کی تردید ہے -
(نسیم الریاض -۴-۲۷۱)

۴- علم کتابت

قاضی عیاض مالکی رقم طراز ہیں

اوتی علم کل شئی حتی قد وردت آثار بمعرفته حروف الخط (الشفاء، ۱-۳۵۷) — ہر شئی کا آپ ﷺ کو علم دیا گیا حتیٰ کہ فن کتابت کی معرفت پر احادیث و آثار وارد ہیں -

۵- علم لسانیات

اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ جس کی طرف کسی کو رسول و نبی بناتا ہے اسے اس قوم کی زبان عطا کرتا ہے - ارشاد الٰہی ہے

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه — ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا اسے اس کی قوم کی زبان عطا کی

چونکہ حبیب خدا ﷺ کی رسالت کا دائرہ تمام مخلوق کے لئے ہے جیسے کتاب میں فصل

موجود ہے-اس لئے آپ ﷺ کو تمام مخلوق کی زبان کا علم عطا کیا گیا-اونٹ، چرند پرند ہر کوئی آپ ﷺ سے فریاد رسی چاہتا تو آپ ان کا ازالہ فرماتے

خلق کے داد رس، سب کے فریاد رس

کھف روز مصیبت پر لاکھوں سلام

اسی لئے ائمہ امت نے تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ تمام قوموں کی زبان سے آگاہ تھے-امام احمد خفاجی (ت-۱۰۶۹) کے الفاظ ہیں-

كان رسول الله ﷺ يخاطب كل قوم بلغتهم

رسول اللہ ﷺ ہر ہر قوم سے اس کی زبان میں مخاطب ہوتے-

(نسیم الریاض،۴-۲۵۵)

دوسرے مقام پر ہے

وكذلك (اى مثل معرفته للغات العرب وحفظه الكثير من لغات الامم) غير العرب وهذا ترق من معرفته لذلك ودليل على انه معجزة وموهبة ربانيه

(نسیم الریاض،۴-۲۷۵)

رسول اللہ ﷺ کو لغات عرب کی طرح دیگر غیر عرب قوموں اور امتوں کی زبانیں کثرت کے ساتھ یاد ہیں-اور یہ معرفت لغات بلند درجہ ہے اور اس پر دلیل ہے کہ رب العزت کی طرف سے آپ ﷺ پر خصوصی عطیہ اور معجزہ ہے-

جب آپ ﷺ تمام دنیاوی امور کے تمام مخلوق سے زیادہ ماہر و عالم ہیں تو ہمیں اسے دل و جان سے تسلیم کر لینا چاہیے-

فصل

دنیاوی امور کے بارے میں اطلاعات

موضوع پر مستقل کتب کا تعارف

کتاب الفتن

السنن الواردة فی الفتن

کتاب الفتن والملاحم

جامع الروایات فی تحقیق نبوات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک اہم کتاب کا تعارف

اس کتاب کا مقدمہ

وجہ تالیف

کتاب کی فہرست

کتاب کا اردو ترجمہ

کتاب کا حصول

دنیاوی امور کے بارے میں اطلاعات

صحابہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ابتداء خلق سے لے کر دخول جنت کے بعد تک کے احوال وواقعات سے آگاہ کیا حتی کہ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مستقبل کے بارے میں ہمیں اس قدر آگاہ فرمایا

لقد ترکنا رسول الله ﷺ وما في السماء طائر يطير بجناحيه الا ذكر لنا منه علماً (المعجم الكبير للطبراني)	رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ آسمانی فضاؤں میں کوئی پرندہ اڑنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور ﷺ نے ہمیں نہ بیان فرمایا ہو

ان روایات کے تحت مسلمہ محدثین امام ابن حجر عسقلانی اور امام بدرالدین عینی کی تصریحات کتاب میں موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال بیان کردیے کیونکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جامع کلمات سے نوازا ہے کہ آپ ﷺ چند جملوں میں کائنات کے علوم واحوال کو بیان فرماسکتے ہیں اس کے بعد یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ آپ ﷺ صرف دینی علوم کے ماہر ہیں دنیاوی امور سے آپ ﷺ کا کوئی تعلق وواسطہ نہیں

لیکن ہم یہاں ایک اور پہلو سامنے لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیاوی امور کے حوالے سے جو اطلاعات وپیش گویاں فرمائیں ان سے کتب احادیث خوب مالا مال ہیں خصوصاً ان میں ایک ایسا باب موجود ہے جیسے کتاب الفتن' کا نام دیا گیا ہے اس کے تحت آپ کسی بھی کتاب کا مطالعہ کریں اس موضوع پر آپ کو وافر مواد ملے گا

موضوع پر مستقل کتب کا تعارف

پھر اس پر اہل علم نے مستقل کتب بھی لکھیں ہیں مثلاً

ا۔ کتاب الفتن

یہ امام بخاری کے شیخ امام حافظ نعیم بن حماد المروزی (ت،۲۲۹) کی تصنیف ہے اس میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت لائے کہ آپ ﷺ نے غروب آفتاب تک ہمیں خطاب فرمایا

فلم یدع شیء هو کائن الی یوم القیامة الا حدثنا به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه

(کتاب الفتن، ا،۱۱)

قیامت تک ہونے ولے واقعات کے بارے میں آپ ﷺ نے ہمیں بیان فرما دیا جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا اور جس نے بھلا دیا وہ بھول گیا

پھر یہ روایت بھی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنھما سے ذکر کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میرے سامنے رکھ دی گئی

فانا انظر الیها والی ماهو کائن فیها الی یوم القیامة کما انظر الی کفی هذه

(ایضاً،۱۱)

میں اسے اور اس میں تا قیامت ہونے والے واقعات کو یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں

۲۔ السنن الواردة فی الفتن

یہ امام ابو عمر عثمان بن سعید الدانی (ت،۴۴۴) کی تالیف ہے

۳۔ کتاب الفتن والملاحم

یہ حافظ ابن کثیر (ت ۷۷۴ھ) کا کام ہے

۴۔ جامع الروایات فی تحقق نبوات النبی ﷺ

شیخ محمود نصار کی کاوش ہے اس کے کچھ ابواب کے نام ملاحظہ کیجیے

باب نبوۃ النبی ﷺ عن ظهور الخوارج

(ظہور خوارج کے بارے میں اطلاع)

باب نبوۃ النبی ﷺ عن بعض اوصاف الخوارج

(خوارج کی کچھ نشانیوں کی اطلاع)

باب نبوه النبی ﷺ عن شهادة الحسن رضی الله عنه

(امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت)

باب نبوۃ النبی ﷺ عن سیلان رعاف جبار اموی

(اموی جابر کی نکسیر پھوٹنے کی اطلاع)

باب نبوۃ النبی ﷺ عن فتنة انکار الحدیث

(انکار حدیث کے فتنہ کی اطلاع)

باب نبوۃ النبی ﷺ بخروج نار بارض الحجاز

(سرزمین حجاز سے آگ نکلنے کی اطلاع)

باب نبوۃ النبی ﷺ عن ظهور الشرطه

(محکمہ پولیس کے بارے میں اطلاع نبوی ﷺ)

باب نبوۃ النبی ﷺ عن قلہ الرجال و کثرۃ النساء

(مردوں کی قلت اور کثرت خواتین کے بارے میں اطلاع نبوی ﷺ)

آخر میں ایک باب قائم کیا

باب نبوۃ النبی ﷺ عن ما اطلع علیہ من الغیوب وما یکون

(رسول اللہ ﷺ کا سابقہ اور آئندہ غیوب پر مطلع ہونا)

اور اس کے تحت لکھا قاضی عیاض مالکی (ت،۵۴۴) نے الشفاء میں خوب لکھا

والاحادیث فی ھذا الباب بحر لا یدرک قعرہ ولا ینزف غمرہ

کہ اس موضوع پر ایسے ارشادات نبوی کے سمندر ہیں کہ جن کی گہرائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا

اس کے بعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ذکر کیا

لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحرک طائر بجناحیہ فی السماء الا ذکرنا منہ علماً

(جامع الروایات،۲۹۰)

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ آسمانی فضاؤں میں کوئی ایسا پرندہ اڑنے والا نہیں جس کا علم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نہ دیا ہو

۵۔ الاذاعۃ لما کان وما یکون بین یدی الساعۃ

یہ شیخ ابوطیب محمد صدیق حسن خان قنوجی (ت،۱۳۰۷) کی تصنیف ہے

۶۔ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ

امام سید محمد بن رسول برزنجی (ت،۱۱۰۳) کی بڑی تحقیقی کتاب ہے

۷۔ایک اہم کتاب کا تعارف

یہاں ہم نہایت ہی ایک اہم کتاب کا تعارف کروانا چاہتے ہیں جس کے مصنف امت کے امام اور عظیم محدث ابوالفیض احمد بن محمد صدیق غماری (ت ۱۳۸۰) ہیں انہوں نے امت مسلمہ کو عظیم تحفہ عطا کیا جس کا نام ہے۔ **مطابقة الاختراعات العصرية لما اخبر به سيد البرية.**

(جدید ایجادات کا سید الکل ﷺ کی اطلاع کے مطابق ہونا)

اس کتاب اور مصنف کے بارے میں شیخ احمد محمد موسیٰ (جو عقیدۃً سلفی ہیں) نے جو کچھ لکھا وہ پڑھ لیجیے۔

اس امت میں جلیل القدر ہستیاں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں ان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز دوسری صدی ہجری کے، تیسری صدی ہجری کے امام شافعی ہیں اس طرح سلسلہ جاری وساری رہا حتی کہ دسویں کے مجدد امام جلال الدین سیوطی (ت ۹۱۱) آئے

ویکمل هذا المعنی حدیث سیدنا رسول الله ﷺ "مثل امتی مثل المطر لایدری اوله خیرام آخره" وشیخنا الجلیل الامام المجتهد الحافظ العلامة الفهامة السید أحمد بن محمد ابن الصدیق ،دیمة صافیة من

اور اس کمال امت پر سیدنا رسول اللہ ﷺ یہ حدیث شاھد ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی ہے معلوم نہیں کہ اس کا ابتدائی حصہ بہتر ہے یا اس کا آخر ہمارے شیخ بزرگ امام مجتہد حافظ علامہ فہامہ سید احمد بن محمد بن صدیق اس عظیم بارش کا اعلیٰ فیضان اور اللہ تعالیٰ کا خصوصی عطیہ ہیں اس دور بلکہ آئندہ ادوار کے لیے جوان کے علم سے

هذا المطر العظيم ،وهبة من الله
تعالىٰ لهذا الجيل بل وللاجيال
القادمة التى ستنتفع بعلمه الى مالا
يحصى من السنين ومؤلفاته رضى
الله عنه الدينية والعلمية أكثر من
أن تعد ،وهذا الكتابه"الطباق"اثر
جديد عجيب من آثار التى نسأل
الله المجيب أن يؤتينا منها المزيد
ويكتب للسيد صاحبه العمر
المديد السعيد.

وانى اذاحاول ان اعرض الكتاب
على القراء ،او اقدام نماذج من كنوزه
النفيسية ،احسبنى اظلم الكتاب
وقارء ه ،ولك أن "الطباق"وحدة
عملية مترابطة متماسكة ،او مجموعة
سبائك فكرية متصلة متماسكة ،
متناسقة اذا اقتطعت منها ماتعرضه
على الناس ذهبت بالسكثير
من روعتها وجمالها ،

ان گنت سالوں تک فیض پائیں گے
،ان کی دینی اور علمی کتب بے شمار ہیں
یہ کتاب "مطابقة الاختراعات"
ان کی جدید کاوش ہے اللہ تعالیٰ سے
دعا ہے کہ وہ انہیں برکت عطا فرمائے
اور انہیں وہ خوب و مزید بابرکت طویل
عمر عطا فرمائے،

میں قارئین کے سامنے ایک ایسی
کتاب پیش کر رہا ہوں جو ان کے
نفیس خزانے سے عمدہ و قیمتی چیز ہے
آپ اس کتاب کو دیکھیں گے یہ عملی
ترتیب میں پروئی گئی ہے یا یہ فکری
موتیوں کی ایک لڑی ہے جب اس کا
پھل لوگوں کے سامنے آئے گا تو وہ
اس کے حسن و جمال سے نہایت ہی
خوشی محسوس کریں گے ، میرے
نزدیک یہ کتاب ایک علمی دینی اور
جامع قاموس ہے یہ متقدمین کے
علوم کا روشن چراغ اور نئے علماء کی

وحسبي ان اقول :ان هذا الكتاب قاموس علمي ديني شامل ،وانه سراج منير من علوم الاقدمين ، وبحوث المجددين ،وان الاطلاع عليه والتعمق في فهمه ،يزيد ان المؤمن ايمانا ،ويجلوان عن المتشكك شكوكه ويكشفان للذين كادت مكتشفات العصر الحاضر ومخترعاته تفتنهم عن عقائدهم ان كل ما اهتدى اليه المحدثون من بخار و كهرباء وطيران والذرة ذلك وكل ما سيهتدون اليه ، قد سبق في علم الخالق العليم ،ونبأبه في كتابه الحكيم وارشد اليه الرسول العظيم ،صلوات الله وسلامه عليه وآله ،فكان ذلك البيان العظيم من اظهر المعجزات الخالدة الدالة على صدق نبوته ،

تحقیقات ہیں اس پر مطلع ہونا اور اس کا مطالعہ اور گہرا فہم مومن کے ایمان میں اضافہ اور اس کی تشکیک کو دور کر کے اس کے سامنے یہ حقیقت آشکار کر دیں گے کہ عصر حاضر میں جو ایجادات ہوئیں اور وہ بصورت بجلی ،ہوائی جہاز وکلوننگ وغیرہ پر تمام کی تمام یا آئندہ کی ایجادات خالق علیم کے علم میں تھیں

اور ان کے بارے میں اس نے اپنی کتاب قرآن میں اطلاع دی اور ان پر اپنے عظیم رسول ﷺ کو آگاہ فرمایا اور ان کا بیان آپ ﷺ کا وہ عظیم معجزہ ہے جو دائمی ہے اور آپ ﷺ کی صدق نبوت اور عموم رسالت پر گواہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ایسے امور کی خبر دینا جو ظاہر ہو چکے یا ہزار ہا سال بعد میں ظاہر ہوں گئے حالانکہ معمول وعادت میں ایسا ہونا طاقت انسانی سے محال ہے،

ان کی کثرت کے باوجود آپ ﷺ نے

وعموم رسالته ،اذ اخباره
صلی اللہ علیہ وسلم بامور ظهرت وتظهر من
بعده بازيد من الف عام وهی
من قبيل المستحيل فی العادة
البشرية،ولم يغادر من الاشارة
اليها مع كثرتها كما هو مبين
فی ذلك "الطباق" لاصدق
برهان واعظم دليل علی عظمة
ذلك النبی الامی
العظيم،الذی لا ينطق عن
الهوی ان هو الا وحی يوحی
اليه من رب الذی اصطفاه لهذا
المنزلة الكبری ،وقد حدث ان
سيادة المؤلف قابل .مصادفة
.الاستاذ استرادشر كا
التشيكو سا وفاكی المتخرج
من جامعة براغ فی الفلسفة
وتذاكر معه فی موضوع هذا
الكتاب ،

کسی کی طرف اشارہ ترک نہیں کیا لہذا یہ
مطابقۃ الاختراعات اس عظیم اور اس اُمی
نبی کی بصیرت ہے جو سب سے سچی اور پختہ
دلیل ہے کہ وہ خواہش نفس سے نہیں بولتے
بلکہ ان کی زبان سے وحی کا صدور ہوتا ہے
اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے
آپ ﷺ کو اس عظیم درجہ کے لیے منتخب
فرمایا ہے

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا
جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر استرا د
شرکا (STARAD SHIRKA) چیکو
سلواکیہ (A CHICOSLAWCI)
نے جو پراگ یو نیورسٹی فلسفہ میں فارغ
پروفیسر استرارشرکا سے ملاقات پر اس کتاب
کا ذکر ہوا تو وہ بہت متاثر ہوتے
اور مؤلف سے کہا کہ اسے جلدی طبع کروائیں
اور مجھے اس کے انگلش ترجمہ کی اجازت دیں"
اگر یہ کتاب انگلش میں طبع ہو جائے تو
اسلام کے حوالہ سے بالخصوص مشرقی یورپ

فعجب من ذلك الاهتداء والح في الطلب من المؤلف ان يعجل بطبعه ونشره ،مع الاذن لحضرته بترجمته بالـلغة الانجليزية ، قائلاً: انه يعتقد شخصياً أن نشر هذا الكتاب باللغة الانكليزية سيكون له نفع كبير في اسلام كثير من الناس بشر قي اوربا بالخصوص والسعيد من انعم الله عليه بالذهن المضى الذى يدرك اسرار الآيات ، ومكنونات المعاني ، وماضوا ذهن شيخنا ،وما اجزل مامنحه الله من المواهب والمناقب ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ، والله ذو الفضل العظيم،

میں بہت لوگوں کو نفع دے گی خوش بخت ہے وہ شخص کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسا روشن دماغ عطا کیا کہ اس نے آیات کے اسرار اور مخفی معانی کو پایا ہمارے شیخ کا ذہن کس قدر روشن ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر کرم نوازی ہوئی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہے عطا فرمائے

(مطابقۃ الاختراعات،۱۴۰،۱۴۱)

اس کتاب کا مقدمہ

ہم اس کتاب کے مقدمہ کا ترجمہ بھی ذکر کیے دیتے ہیں مصنف علم نبوی ﷺ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں

ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جیسی اس کے بلند مرتبہ کے لائق ہے اور رحمت نازل ہو ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ اور آپ کے اہل بیت اور صحابہ پر۔ اما بعد بے شک نبی ﷺ کا علم غیب، اور اللہ تعالیٰ کا آپ کو خبر کرنا جو کچھ ہو چکا اور جو قیامت تک ہوگا اور اس کی خبر کے دونوں فریق جنت یا دوزخ کے منازل میں سے اپنی منزل میں چلے جائیں گے بلکہ اس کے مابعد زمانہ کی بھی جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اہل علم اور ایمان والوں کے لیے بالکل واضح ہے سمجھ بوجھ اور عقل والوں کے لیے بالکل قطعی ہے کوئی بھی دو سمجھدار انسان آپ کے علم غیب میں اختلاف نہیں کر سکتے اور کوئی بھی دوذکی

اس میں شک نہیں کر سکتے اس لیے کے دلائل اور براہین اس قدر کثیر وارد ہوئے ہیں جتنی ضرورت تھی علم غیب نبی ﷺ کے لیے تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہی کافی ہے

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے

(سورہ جن، ۲۶، ۲۷)

اس کے ساتھ ساتھ اسی بات پر پختہ اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منتخب رسولوں میں سے افضل ترین رسول اور تمام رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں اس معاملہ میں کسی کو کوئی نزاع اور کلام نہیں ہے لہذا ان لوگوں میں بھی حضور علیہ السلام ہی افضل ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اپنا غیب ظاہر فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی خبر دی اور خود حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز سے مطلع کیا ہر شے کا علم دیا اور ہر چیز کو اچھی طرح ظاہر فرما دیا حتی کہ ہر چیز آپ کو بخوبی معلوم ہوگئی چنانچہ جو کچھ آسمانوں اور زمین کے

درمیان تھا اور جو کچھ ہو چکا اور ہونے والا ہے وہ سب آپ نے جان لیا اس کے علاوہ اور وہ تمام چیزیں جن کے بارے میں آپ کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی احادیث اور آثار متواتر وارد ہوئے اور واقعات نے جن کی تائید کی، آنکھوں نے جن کی تصدیق کی غرضکہ زمانہ کی کروٹیں، صدیوں اور سالوں کا گزر جانا اور جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے بعد ہوگا سب کچھ حضور ﷺ کے فرمان کے موافق اور آپ کی پیش گوئی کے مطابق واقع ہوا،

ایک مرتبہ حضور خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہر اس چیز کی خبر دی جو آپ کے بعد ہونے والی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ایسا ہی منقول ہے اس جماعت میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابوزید انصاری، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں

چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرما رہے تھے

قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظ ونسیہ من نسیہ (بخاری، ۴۵۳)	ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ ہم میں کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمیں خبر دی ابتدائے خلق سے لے کر دخول جنت کی یہاں تک کہ جنتی اپنے مقام پر اور دوزخی اپنے ٹھکانوں میں پہنچ گئے جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا

امام بخاری، امام مسلم اور ابوداؤد نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

لقد خطبنا النبی ﷺ خطبة ما ترک فیھا شیأ الی قیامة الساعة الا ذکرہ، علمہ من علمہ و جھلہ من جھلہ

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں قیامت تک ہونے والی کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی کہ جس کا ذکر نہ فرمایا ہو، جس نے اسے جانا اس نے جان لیا اور جو بے خبر رہا وہ بے خبر رہا

(مسلم، ۳۹۰ ج ۲۔ ابوداؤد، ۱۲۹ ج ۲)

میں ان میں سے کسی چیز کو دیکھوں کہ جس کو میں بھول گیا ہوں اور وہ پھر مجھے دکھائی دے تو اس چیز کو ایسے ہی پہچان سکتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کو بہت دن غائب رہنے کے بعد دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے (ایضاً)

امام ابوداؤد نے لسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور طریق سے روایت کیا ہے کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ اصحاب رسول ﷺ بھول گئے یا بھلا دیے گئے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے کوئی قائد فتنہ نہ چھوڑا جن کی تعداد تین سو سے زائد ہے یہاں تک کہ دنیا ختم ہو مگر یہ کہ ہمیں اس کا، اسکے باپ کا، اس کے قبیلہ کا نام بتادیا (سنن ابوداؤد ۱۲۶)

امام احمد اور مسلم نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور تقریر فرمائی یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا، آپ ﷺ نیچے اترے نماز ظہر پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے حتی کہ عصر کا وقت ہو گیا اور پھر آپ ﷺ اترے اور نماز عصر پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہونے والا ہے ان سب کی خبر دی جو ہم

میں زیادہ عالم ہے وہی زیادہ یاد رکھنے والا ہے (مسلم، ۳۹۰)

امام احمد، ترمذی اور حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک روز عصر کی نماز پڑھائی آپ ﷺ نے ہمیں عصر سے لے کر غروب آفتاب تک خطبہ دیا، جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا، آپ ﷺ نے اس خطبہ میں ہر اس چیز کی خبر دی جو قیامت تک ہونے والی ہے (سنن ترمذی، ۳۱۹)

اور امام احمد نے اپنی مسند میں بیان کیا

کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں کھڑے ہوئے اور جو کچھ آپ کی امت میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کے بارے میں ہمیں بتایا جو اسے محفوظ رکھ سکا اس نے محفوظ رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا (مسند امام احمد، ۲۵۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے بازوؤں سے آسمان میں نہیں اڑتا جس کے بارے میں آپ نے ہم سے ذکر نہ کیا ہو

اسے احمد نے اور ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا اسی طرح حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں فرمایا جسے ابویعلیٰ نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا

وجہ تالیف

مقصد یہ کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو ہر اس چیز کے بارے میں بتایا جو آپ کے بعد ہونے والی تھی اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا

پھر آپ نے صحابہ رضی اللہ عنھم سے اس کے متعلق بیان فرمایا اور ہر اس خبر کا مصداق

جس کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہوگا اور آج تک ہوتا چلا آرہا ہے جو کچھ ماضی میں ظاہر ہوا اسے تو ان لوگوں نے واضح کر دیا جنہوں نے آپ کی سیرت میں ،فضائل میں ، معجزات میں اور خصائص میں کتابیں تالیف کیں اور اسے بیان کیا اس کی تشریح ،تعیین اور تحقیق کی لیکن آج ہمارے زمانہ میں جو انقلابات ،تغیر احوال ،فساد اخلاق اور تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور جو امور عظیمہ ،حوادث اور نت نئی ایجادات ہو رہی ہیں میں نے کوئی ایک ایسا شخص نہ دیکھا جو انہیں جمع کرنے کی کوشش میں ہو اور ان نئے واقعات کے بارے میں صاف صاف آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی ﷺ میں جو اشارات ہیں انہیں واضح کرے اگر چہ ان چیزوں کے بارے میں ان کتابوں میں بھی بہت کچھ مذکور ہے جن میں قیامت کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں لیکن وہ اتنی پیچیدہ ہیں کہ عام لوگ ان میں اور موجودہ زمانے کی اشیاء عجیبہ میں مطابقت نہیں کر سکتے اور نہ ان آیتوں میں جو ارشادات ہیں ان میں کوئی مطابقت کر سکتے ہیں ۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کبھی تو ان چیزوں کے بارے میں صراحۃً بیان فرما دیا اور کبھی تشبیہ ،تمثیل اور اشارہ پر اکتفاء کیا جیسا بھی مقام ہوا اسے ہر زمانہ کے لوگ سمجھتے رہے کیونکہ نبی ﷺ بہت جامع اور مختصر کلام فرماتے تھے اسی لیے علماء نے ان احادیث کی تشریح میں غور و خوض کیا اور جیسا بھی ان کی عقلوں نے پایا اور ان کی سمجھ میں آیا انہوں نے اس کی تشریح کی ۔ ہر زمانے کے لوگوں نے اپنے زمانہ میں پائی جانے والی چیزوں پر ،ان احادیث کو محمول کیا اور جو کچھ بھی ان کے دور میں حادثات ،تغیرات اور مختلف احوال ہوتے رہے ان علماء نے ان میں مطابقت کی ۔ اگر چہ وہ بھی صحیح ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حالات وہ ہیں جو ہمارے اس زمانہ میں پائے جا

رہے ہیں گویا کہ پچھلے علماء کو پھر بھی کچھ نہ کچھ تاویل کرنا پڑتی تھی لیکن اس زمانہ کے حالات وواقعات یہ بتاتے ہیں کہ احادیث میں موجودہ اشیاء کا صاف صاف ذکر ہے اس کتاب میں ان احادیث کریمہ کا تذکرہ کررہا ہوں کہ جن میں حضور ﷺ نے موجودہ زمانے کے حالات ،لوگ اور نت نئے ایجادات کے بارے میں اشارہ فرمایا ہے جہاں تک میرا علم ہے اور میرے ادراک وفہم نے اسے پایا میں پیش کررہا ہوں

کتاب کی فہرست

کتاب کی فہرست اور مضامین پر بھی نظر ڈال لیجیے تا کہ حبیب خدا ﷺ کے دنیاوی علوم کے علمی سمندر کی ایک موج کا مشاہدہ کیا جاسکے

ا۔ اعلام الله لنبيه بالغيبات (علم غیب نبی اکرم ﷺ)

۲. اخباره عليه السلام بما يكون بعده

(آپ کا بعد کی چیزوں کے بارے میں اطلاع دینا)

۳. الاخبار بمخترعات العصر اجمالاً

۴.الاخبار بالسكة الحديد والاطمبيل (ریل گاڑی ،ٹرام ،موٹر ،بس)

۵.الاخبار بالطائرات (ہوائی جہاز)

۶. "بالقنابل

۷."بالتليفون والراديو والتغراف والمطابع

(ٹیلی فون ،ٹیلی گراف ،ریڈیو ،ٹیلی وژن ،پریس)

۸.الاخبار بالغواصات

۹."بالفونو غراف وأشرطة التسجيل (فوٹو گرافی ،ٹیپ ریکارڈر)

۱۰. الاخبار بالسیرک	(سرکس)
۱۱. "بالکلاب البو لیسیة	(جاسوس کتے)
۱۲. "بحدائق الحیوانات	(چڑیا گھر)
۱۳. "با لبترول فی الحجاز	(حجاز میں پٹرول، گیس)
۱۴. "بتامیم البترول	
۱۵. "تبعید الطرق للسیارات ونحوها	(پہاڑ توڑ کر سڑکوں کی تعمیر)
۱۶. الاخبار بالکھرباء	(بجلی اور اس کی روشنی)
۱۷. "بالمطر الاصطناعی	(مصنوعی بارش)
۱۸. الاخبار بالة الحرث والدراس	(ٹریکٹرز، دیگر آلات زراعت)
۱۹. "بآلة التصویر	(کیمرہ)
۲۰. "بآلة رصد الاهلة	(دوربین)
۲۱. الاخبار بقلم الحبر	(فاؤنٹین پن)
۲۲. "بالبنوک	(موجودہ نظام بنکاری)
۲۳. "بکثرة الامراض التی لم تکن معروفة	(نادر امراض)
۲۴. الاخبار بطغیان النساء	(گناہوں میں عورتوں کی کثرت)
۲۵. "بخروجھن عاریات متبرنطات	(خواتین کی بے پردگی)
۲۶. الاخبار بالبولبس	(پولیس)
۲۷. "بکثرة الامراء	(حکام کی کثرت)
۲۸. "بالزعماء الأرذال	(کمینے زعماء)

۲۹. الاخبار بالشيوعية (فحاشی وبدکاری)

۳۰. "بتالب الكفار على المسلمين (کفار کا مسلمانوں پر غلبہ)

۳۱. الاخبار بكفر دولة تركيا (ترک حکمرانوں کی اسلام سے بغاوت)

۳۲. "بملوک الوقت الخونة

۳۳. "بدولة اليهود (یہود کی حکومت)

۳۴. "بقتال المصريين والسوريين لهم

۳۵. الاخبار بالكشافة

۳۶. الاخبار بتقليد الافرنج (ہر معاملہ میں انگریز کی تقلید)

۳۷. "بالتمثيل

۳۸. "بتعلم اللغاتلاجنبية (اجنبی زبانوں کا سیکھنا)

۳۹. "بالعصريين الزنادقة

۴۰. بعض صفاتهم الذميمة

۴۱. جلهم خونة بزعمائهم ورؤسهم

۴۲. ومن كفرهم والحادهم

۴۳. الاخبار بالاجتماعات فى المساجد (مساجد میں دنیاوی اجتماعات)

۴۴. الاخبار بالمظاهرات (ہڑتالیں اور مظاہرے)

۴۵. التخيير بين العجز والفجور

۴۶. شعار العصريين الكذب (جھوٹ کا غلبہ)

۴۷. نبذ من خصالهم وأوصافهم القبيحة

۴۸. بهؤلاء وبالمقلدة صار الدين غريباً

۴۹. استحلال الخمر (شراب کا حلال جاننا)

۵۰. معاداة السنة النبوية (سنت نبوی سے دشمنی)

۵۱. التمسک بالعروبة الكاذبة

۵۲. رد الحديث على نظرية داروين (ڈارون کے نظریہ حدیث کا انکار)

۵۳. الاخبار بحكم القانون الأوربي (یورپی خواتین کی مطابقت)

۵۴. "بالتماس العلم عند الملاحدة (کفار سے علوم کا حصول)

۵۵. الاخبار بكثرة الزلازل (زلزلوں کی کثرت)

۵۶. "بالمستشرقين (مستشرقین کی اسلام دشمنی)

۵۷. "بفساد الأخلاق وضعف الايمان (اخلاقی برائیاں اور ایمان کی کمزوری)

۵۸. الاخبار بالجاسوسية وضعف الايمان

۵۹. "بالبوليس وخدمتهم للاستعمار (اسلام کے خلاف پولیس کے ہتھکنڈے)

۶۰. الاخبار بقلة الأخ الصادق (سچے دوست کی قلت)

۶۱. "بأن الناس ذئاب (لوگوں کا درندہ پن)

۶۲. "بعدم اهتمام الناس بالدين (دین سے عدم دلچسپی)

۶۳. موت القلوب

۶۴. عدم استجابة الدعاء (دعا کا قبول نہ ہونا)

۶۵. تشبه الرجال بالنساء والعكس (نئی تہذیب)

۶۶. كثرة الموت وكثرة الحروب (جنگوں اور اموات کی کثرت)

۶۷. تزویق البیوت

۶۸. انقطاع الجهاد (جہاد کا ختم ہو جانا)

۶۹. تعلم العلم للدنیا (دنیا کی خاطر علم کا حصول)

۷۰. فساد علماء الوقت (علماء وقت کا فساد)

۷۱. الاعرض عن کتاب لله (قرآن وسنت کے خلاف فیصلے)

۷۲. التقلید سبب الضلال (گمراہی کا سبب)

کتاب کا اردو ترجمہ

اس کتاب کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت ہمارے عظیم عالم دین علامہ ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی ''مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد'' کے حصہ میں آئی۔ اس ترجمہ کا نام 'اسلام اور عصری ایجادات' رکھا ترجمہ کرنے کی وجہ ضرورت ان کی زبان سے سنیے

۱۵ مئی ۱۹۷۱ء ایک خوشگوار صبح تھی جب میں ایک پریڈ سے فارغ ہو کر کلاس روم سے باہر نکلا، دیکھا کہ دارالعلوم امجدیہ کے اندرونی دروازے پر طلبہ کی ایک بھیڑ لگی ہے جستجو ہوئی تو میں بھی وہاں پہنچ گیا ایک افغانی تاجر درس نظامی کے بہت سے قدیم عکسی نسخے فروخت کرنے کے لیے آیا تھا اور علم دین کے متوالے اس ڈھیر سے اپنی پسندیدہ کتابیں چن رہے تھے۔

الحمدللہ! کہ راقم الحروف کے والد ماجد مدظلہ کے ذاتی کتب خانہ میں درس نظامی کی بھی جملہ کتابیں موجود ہیں اس لیے میری توجہ کا مرکز وہ کتب نہ بن سکیں، البتہ کتب کے الٹ پلٹ کرنے میں اچانک ایک نام پر نظر پڑی ''مطابقة الاختراعات العصرية لما اخبربه سيد البرية'' نام پڑھتے ہی کتاب کا مضمون ذہن کے

پردوں پر منکشف ہو گیا فوراً اس کتاب کو حاصل کر لیا یہ وہی کتاب تھی جس کا اردو ترجمہ اور تلخیص ''اسلام اور عصری ایجادات'' کے نام سے اپنے محترم قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں

کتاب کا حصول

فقیر قادری نے اصل کتاب مدینہ طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی لائبریری میں دیکھی وہاں ہی شیخ خالد عبدالرحمن العلک کی کتاب ''الاحادیث النبویة لما اخبر به سید البریة'' بھی دیکھی جو اسی کتاب کی احادیث کی تشریح و تحقیق ہے اور ۱۴۲۰ھ میں دمشق سے شائع ہوئی

وہاں ان دونوں سے کافی مواد بندہ نے حاصل کیا اس میں پروفیسر محمد ذوالفقار استاد گورنمنٹ کالج راولپنڈی نے بندہ کی خوب معاونت کی

فاضل عزیز احافظ عبدالحی مصنف 'القواعد المشجرة فی فن القرأت العشر المتواترة، سے دمشق رابطہ ہوا تو انہوں نے موخر الذکر کتاب فی الفور بھجوادی لیکن دیکھتے ہی احساس ہوا کہ یہ اختصار ہے اب اصل کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی تو بندہ نے علامہ احمد میاں برکاتی مدظلہ سے فون پر بات کی انہوں نے دوسرے ہی روز کتاب روانہ کر دی

اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں اور ساتھیوں کو اس پر جزائے خیر عطا فرمائے

اس کتاب کا اردو ترجمہ ''اسلام اور عصری ایجادات'' فرید بک سٹال لاہور نے شائع کیا ہے اسے حاصل کر کے ضرور پڑھیے تا کہ ایمان کو جلا و روشنی نصیب ہو

فصل

انبیاء علیہم السلام کا مقصد بعثت، دین دنیا دونوں ہیں

معاش و معاد کا ہر شعبہ اور غیبی اشارہ

دونوں کے حصول میں خیر

دنیا آخرت کا طریق

مومن کی دنیا بھی تمام کی تمام دین ہے

مکلّف کے ہر حکم کا شرع کے تابع ہونا

دینی مباح امور کا معاملہ

صنعت و حرفت کا بیان نہ کرنا

علم صرف ونحو کی طرح

رسول اللہ ﷺ اور دنیاوی حکمرانی

انبیاء علیہم السلام کا مقصد بعثت، دین و دنیا دونوں ہیں

یاد رہے حضرات انبیاء علیہم السلام کا مقصد بعثت صرف اخروی زندگی نہیں بلکہ اصلاح دنیا بھی اس میں شامل ہے۔

۱۔ حضرت قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) حضرات انبیاء کے مقصد بعثت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بل قد ارسلوا الی اهل الدنیا وقلدوا سیاستهم وهدایتهم والنظر فی مصالح دینهم و دنیاهم وهذا لایکون مع عدم العلم بامور الدنیا بالکلیة واحوال الانبیاء وسیرهم فی هذا الباب معلومة ومعرفتهم بذلک مشهورة (الشفاء-۲-۱۱۵)	بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اہل دنیا کی طرف مبعوث کیا اور انہیں تدابیر، ہدایات اور دینی و دنیاوی مصالح میں ان انبیاء کا پابند بنایا گیا ہے۔ اگر انبیاء امور دنیا کا علم نہ رکھتے ہوتے تو ایسا ہرگز حکم نہ ہوتا اور اس بارے میں انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی، احوال اور سیرت، مسلمہ اور دنیاوی امور کا جاننا مشہور ہے

۲۔ علامہ میر سید شریف جرجانی (ت-۸۱۶) اس حقیقت کو یوں آشکار فرماتے ہیں

الحاصل ان وجود النبی ﷺ سبب للنظام فی المعاش والمعاد فیجب ذلک فی العنایة الا لهیة المقتضیة لا بلغ وجوه الانتظام فی مخلوقاته (شرح المواقف-۸-۲۴۲)	حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ کا وجود، دنیا اور آخرت کی زندگی کے نظام کے لئے ضروری ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ضروری تقاضا ہے تاکہ اس کی مخلوقات کا نظام اعلیٰ درجہ پر چلتا رہے۔

۴- شیخ احمد بن تیمیہ (ت-۷۲۸) نے مقاصد نبوت اجاگر کرتے ہوئے لکھا

ان النبی لا یأمر الا اصلاح العباد فی المعاش والمعاد	نبی، بندوں کی دنیاوی واخروی زندگی کی اصلاح کرتے ہیں

(النبوات-۲۱۴)

۵- امام تقی الدین سبکی، گستاخی کی برائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

السب اصل کل فساد لانہ فساد النبوۃ التی ھی صلاح الدین والدنیا	گستاخی ہر فساد کی جڑ ہے کیونکہ یہ نبوت کا بطلان ہے جو دین و دنیا کی اصلاح کرتی ہے-

(السیف المسلول-۱۹۴)

۶- علامہ نجم الغنی نے اسی چیز کو یوں اپنے الفاظ میں بیان کیا

دین اور دنیا دونوں کے کمالات ان کو حاصل ہوتے ہیں- پس جس طرح کہ عالم ملکوت کے اسرار ان کے دلوں پر منکشف ہوتے ہیں اور وہاں کی چیزیں ان کو عیاناً دکھلائی دیتی ہیں، ملائکہ اپنی حالت پر بھی ان سے، نظر آ کر کلام کرتے ہیں- اسی طرح دنیاوی اصلاحات اور انتظام اور تدابیر مدنیہ میں بھی یہ لوگ کامل ہوتے ہیں- دیکھو جس طرح ہمارے نبی علیہ السلام نے دینی اور روحانی تعلیم میں کوئی بات نہیں چھوڑی- اسی طرح جسمانی اور دنیاوی اصلاح و انتظام کی باتیں بیع وشراء، غسل و طہارت کی بھی اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک اجمالاً تفصیلاً کوئی نہیں چھوڑی- حتیٰ کہ استنجاء کرنا اور پاخانہ میں ڈھیلا لینا بھی تعلیم کر دیا- رات کو چراغ، گل کر کے دروازہ بند کر کے، برتنوں کا منہ بند کر کے سونا بھی بتا دیا-

(مصباح العقائد-۷۴،۷۵)

۷۔ شیخ ابو محمد علی بن حزم ظاہری (ت-۴۵۱) ضرورت و امکان نبوت پر دلائل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ فقط دینی نہیں، دنیاوی علوم کا ظہور بھی اس کائنات میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہی ہوا، آیئے ان کی تفصیلی گفتگو کا مطالعہ کرتے ہیں۔

وهي بعثة قوم قد خصهم الله تعالىٰ بالحكمة والفضيلة والعصمة لا لعلة الا انه شاء ذلك، فعلمهم الله تعالىٰ العلم بدون تعلم، ولا تنقل فى مراتبه، ولا طلب له، ومن هذا الباب ما يراه احدنا فى الرؤيا فيخرج صحيحاً، وما هو من باب تقدم المعرفة، فاذ قد اثبتنا ان النبوة قبل مجيء الانبياء عليهم السلام واقعة فى حد الامكان، فلنقل الآن بحول الله تعالىٰ وقوته على وجوبها اذا وقعت ولا بد فنقول:

اذ قد صح ان الله تعالىٰ ابتدأ العالم ولم يكن موجوداً حتى خلقه الله تعالىٰ فبيقين

اور یہ ایسے لوگوں کی بعثت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت، فضیلت اور عصمت کے ساتھ خاص کیا ہے کسی علت وسبب کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی مشیئت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر تعلّم کے، بغیر مراتب علم میں تنقل اور بغیر علم کی طلب کے علم عطا فرما دیا اور اسی باب میں سے ہے جو ہم میں سے کوئی خواب میں دیکھتا ہے اور اسے صحیح پاتا ہے۔ اور یہ معرفت میں تقدم کے باب میں سے ہے چونکہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ انبیاء کے آنے سے پہلے بھی نبوت حد امکان میں واقع تھی تو اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور قوت سے اس کے وجوب (جبکہ یہ واقع ہو چکی) کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں چونکہ یہ صحیح ہے کہ

ندری ان العلوم والصناعات لا یمکن البتة ان یهتدیٰ احد الیها بطبعه فیما بیننا دون تعلیم کالطب، ومعرفة الطبائع، والامراض وسببها علی کثرة اختلافها ووجود العلاج لها بالعقاقیر التی لا سبیل الی تجریبها کلها ابداً، وکیف یجرب کل عقار فی کل علة؟ ومتی یتهیأ هذا؟ ولا سبیل له الا فی عشرة الاف من السنین ؟ ومشاهدة کل مریض فی العالم، وهذا یقطع دونه قواطع الموت والشغل بما لا بد منه من امر المعاش وذهاب الدول، وسائر العوائق. وکعلم النجوم، ومعرفة دورانها وقطعها وعودها الی افلاکها مما لا یتم الا فی عشرة الاف من السنین، ولا بد من ان یقطع دون ضبط ذلک العوائق التی قلنا. وکاللغة التی لا یصح

جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ابتداء کی، یہ موجود نہ تھی حتیٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا تو ہم بالیقین جانتے ہیں کہ ہم میں سے کسی شخص کا بالطبع بغیر تعلیم کے علوم وفنون تک رسائی پانا ممکن نہیں جیسے طب، طبائع کی پہچان، مختلف امراض اور ان کے اسباب اور ان کے علاج کا پایا جانا، ایسے جڑی بوٹیوں کے ذریعے جن سب کو آزمانا کبھی بھی ممکن نہیں اور ہر جڑی بوٹی کو ہر بیماری میں کیسے آزمایا جا سکتا ہے؟ اور ایسا کرنا کب ممکن ہے؟ شاید دس ہزار سال میں ایسا ممکن ہو اور دنیا میں ہر مریض کا معاینہ کرنا، اس سے یقیناً موت واقع ہو جائے گی اور دنیاوی زندگی کی دیگر مصروفیات ختم اور حکومتیں ختم ہو جائیں گی۔

اور جس طرح ستاروں کا علم اور ان کے دوران کی معرفت، ان کی چال اور اپنے افلاک کی طرف لوٹنا، ایسے امور ہیں جو دس ہزار سال میں ہی مکمل ہو سکتے ہیں اور ان تمام مشاغل کا ضبط

تربية ولا عيش ولا تصرف الابها، ولا سبيل الى الاتفاق عليها الا بلغة اخرى ولا بد، فصح انه لا بد من مبدأ ما للغة، وكالحرث والحصاد، والدراس، والطحن وآلاته، والعجن، والطبخ والحلب وحراسة المواشي، واتخاذ الانسال منها، والغرس واستخراج الادهان، ودق الكتان والقنب، والقطن وغزله، وحياكته، وقطعه، وخياطته، ولبسه وآلات كل ذلك، وآلات الحرث والارحاء، والسفن، وتدبيرها في القطع بها للبحار، والدواليب، وحفر الآبار، وتربية النحل ودود القز، واستخراج المعادن، وعمل الابنية منها، ومن الخشب والفخار. وكل هذا لا سبيل الى الاهتداء اليه دون تعليم

قطعی ہونا ضروری ہے- اور لغت کی طرح کہ جس کے بغیر تربیت، زندگی اور تصرف ممکن نہیں اور اس کے اوپر دوسری لغت کے بغیر متفق ہونا ممکن نہیں لہذا درست ہے کہ لغت کا کوئی مبداء ہو اور جیسے ہل چلانا، فصل کی کٹائی کرنا اور اس کو گاہنا پیسنا اور اس کے آلات اور اسے گوندھنا اور پکانا دودھ دوہنا، مویشیوں کی نگہبانی اور ان کی نسل کشی، پودے لگانا اور ان سے تیل نکالنا، السی اور سن کا کوٹنا، کپاس اور اس کا کاتنا، بننا، کاٹنا، سینا اور پھر اس کا پہننا اور ان تمام امور کے آلات، ہل چلانے، جنگ اور کشتی بنانے کے آلات اور ان کشتیوں کے ذریعے سمندروں کو طے کرنا- رہٹ، کنویں کھودنا، شہد کی مکھیاں اور ریشم کے کیڑے پالنا معدنیات نکالنا اور ان سے لکڑی سے اور اینٹوں سے عمارتیں بنانا- اور ان تمام تک رسائی بدون تعلیم کے ممکن نہیں لہذا ایک یا ایک سے

فوجب بالضرورة ولا بد انه لا بد من نبي واحد فاكثر علمهم الله تعالىٰ ابتداءً كل هذا دون معلم، لكن بوحي عنده. وهذه صفة النبوة. فاذا لا بد من نبي او انبياء ضرورة. فقد صح وجود النبوة والنبي في العالم بلا شك.

ومن البرهان على ما ذكرنا: انا نجد كل من لم يشاهد هذه الامور لا سبيل له الى اختراعها البتة، كالذي يولد وهو اصم فانه لا يمكن له البتة الاهتداء الى الكلام، ولا الى مخارج الحروف.

وكالبلاد التي ليست فيها بعض الصناعات وهذه العلوم المذكورة كبلاد السودان والصقالبة، واكثر الامم، وسكان البوادي نعم والحواضر لا يمكن البتة منذ اول العالم الى وقتنا هذا ولا

زائد ایسے انسانوں کا ہونا ضروری ہے جنہیں اللہ تعالیٰ یہ تمام علوم بدون کسی معلم کے ابتدأ سکھا دیے ہوں لیکن اس وحی کے ذریعے جو اس کی بارگاہ سے ملتی ہے اور یہ نبوت کی صفت ہے لہذا بالضرورۃ ایک یا ایک سے زائد انبیاء کا ہونا ضروری ہے۔لہذا بلاشک وشبہ کائنات میں نبوت کا اور نبی کا ہونا درست ہے۔

اور جو کچھ ہم نے کہا ہے اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ ہم ہر اس شخص کو پاتے ہیں جس نے ان امور کا مشاہدہ نہیں کیا اس کے لئے بالیقین ان کی ایجاد و اختراع ناممکن ہے۔اس شخص کی مانند جو گونگا پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے گفتگو کرنا بالیقین ممکن نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ حروف نکال سکتا ہے۔

اور ان ممالک کی طرح جن میں بعض فنون و صنعتیں نہیں ہیں اور نہ ہی مذکورہ علوم ہیں مثلاً سوڈان، صقالبہ اور کئی دیگر ممالک نیز دیہاتوں اور شہروں کے رہائشیوں کے لئے بھی

الى انقضائه اهتداء احد منهم الى علم لم يعرفه، ولا الى صناعة لم يعرف بها، فلا سبيل الى تهديهم اليها البتة حتى يعلموها، ولو كان ممكناً في الطبيعة التهدى اليها دون تعليم لوجد من ذلك في العالم على سعته وعلى مرور الازمان من يهتدى اليها، ولو واحداً، وهذا امر يقطع على انه لا يوجد ولم يوجد.

وهكذا القول في العلوم، ولا فرق، ولسنا نعني بهذا ابتداء جمعها في الكتب لان هذا امر لا مؤونة فيه، انما هو كتاب ما سمعه الكاتب واحصائه فقط كالكتب المؤلفة في المنطق وفي الطب، وفي الهندسة وفي النجوم، وفي الهيئة والنحو، واللغة، والشعر، والعروض. انما نعني

ممکن نہیں کائنات کی ابتداء سے لے کر آج تک اور بلکہ اس کائنات کی انتہاء تک کہ کوئی انسان کسی ایسے علم تک رسائی حاصل کرے جسے وہ جانتا ہی نہیں اور نہ ہی کسی ایسے فن تک رسائی کا حصل کر سکتا جو اس کے لئے غیر معروف ہو۔ لہذا کسی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ان علوم تک رسائی حاصل کرے جب تک اسے یہ علوم وفنون سکھائے نہ جائیں۔ اگر بدون تعلیم کے بالطبع ان علوم وفنون تک رسائی ممکن ہوتی تو دنیا میں مرور زمانہ پر ایسا شخص ضرور پایا جاتا جو ان تک رسائی حاصل کر لیتا اگرچہ کوئی ایک شخص ہی ہوتا اور یہ امر یقینی ہے کہ ایسا کوئی شخص نہیں پایا گیا اور نہ پایا جائے گا۔

علوم کے بارے میں بھی یہی قول ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں اور اس سے ہماری مراد ابتداً علوم کو کتب میں جمع کرنا کیونکہ یہ ایک ایسا امر ہے جس میں کوئی مشقت نہیں کیونکہ یہ تو صرف

ابتداءً مؤونة اللغة والكلام بها، وابتداء معرفة الهيئة وتعلمها، وابتداء تعلم اشخاص الامراض وانواعها وقوى العقاقير، والمعاناة بها، وابتداء معرفة الصناعات. فصح بذلك انه لا بد من وحى الله تعالى فى كل ذلك.

قال (ابو محمد) (رضى الله عنه) : وهذا ايضاً برهان ضرورى على حدوث العالم، وان له محدثاً مختاراً ولا بد. اذ لا بقاء للعالم البتة الا بنشأة ومعاش، ولا نشأة ولا معاش الا بهذه الاعمال والصناعات والآلات، ولا يمكن وجود شيء من هذه كلها الا بتعليم البارى تعالىٰ. فصح ان العالم لم يكن موجوداً، اذ لا سبيل الى بقائه الا بما ذكرنا. ثم اوجد معلماً مدبراً مبتدأ بتعليمه على ما

کاتب کا ان معلومات کو لکھنا اور ضبط کرنا ہے جو اس نے سنی۔ مثلاً منطق، طب، ہندسہ، نجوم، ہیئت، نحو، لغت، شعر اور عروض میں تالیف کی گئی کتب۔ ہماری مراد یہاں یہ ہے کہ ابتداً ان علوم کے بارے میں گفتگو کرنے کی مشقت اور ابتدائی طور پر ہیئت کی معرفت اور اس کا تعلم اور ابتداً اشخاص کا امراض اور اس کی انواع اور جڑی بوٹیوں کی طاقت اور ابتداً صناعات کی معرفت، لہذا یہی بات درست ہے کہ ان تمام (علوم وفنون کی معرفت) کے لئے اللہ کی وحی کا ہونا ضروری ہے۔

ابومحمد کہتا ہے کہ یہ بھی عالم کے حدوث پر اور اس کے محدث ومختار پر ایک ضروری برہان ہے۔ کیونکہ عالم کو بالیقین نشأۃ ومعاش کے بغیر بقا نہیں اور نشاۃ ومعاش ان اعمال، صناعات اور آلات کے بغیر ممکن نہیں اور ان تمام اشیاء میں سے کسی بھی شے کا وجود

ذکرنا- وبالله تعالی التوفیق
(الفصل فی الملل-۱-۸۹)

بدون اللہ کی تعلیم کے ممکن نہیں-لہذا ثابت ہوا کہ عالم موجود نہیں تھا کیونکہ اس کی بقا مذکورہ اشیاء کے بغیر ممکن نہیں پھر اس نے معلوم ومدبر کو ایجاد کیا اور ابتدائی تعلیم دینے والا بنایا، جیسے ہم نے ذکر کیا

مقاصد بعثت

کتب عقائد میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقاصد بعثت دیکھیں تو وہاں ایک بہت بڑا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے-

ومبینین للناس فیما یحتاجون الیه من امور الدنیا والدین
(عقائد نسفیہ' ۱۳۳)

لوگ جن دینی اور دنیاوی امور میں محتاج ہوتے ہیں ان کو واضح کرنے کے لئے انبیاء آئے-

اس کی تفصیل میں جائیں تو علامہ تفتازانی لکھتے ہیں

منها بیان منافع الاغذیة والادویة ومضارها التی لا تفی بها التجربة الا بعد ادوار واطوار مع ما فیها من الاخطار ومنها تعلیم الصنائع الخفیة من الحاجات والضروریات
(شرح المقاصد-۵-۶)

ان میں سے غذاؤں اور دواؤں کے منافع ونقصانات بھی شامل ہیں کہ جن کے جاننے کے لئے مدتوں اور زمانوں کا تجربہ ضروری ہے، پھر بھی ان میں خطرات باقی رہتے ہیں- ان میں حاجات وضروریات کے لئے مخفی صنعتوں کا علم بھی شامل ہے-

معاش و معاد کا ہر شعبہ اور غیبی اشارہ

مولانا محمد ادریس کاندھلوی (ت،) لباس نبوی ﷺ لباس ابراہیمی واسماعیلی تھا، معاذ اللہ قومی اور وطنی لباس نہ تھا، کے تحت لکھتے ہیں-

"معاذ اللہ، اللہ کا نبی لباس یا معاشرہ میں قوم کا مقلد اور تابع بن کر نہیں آتا- اللہ کی وحی اور اس کے حکم سے قوم کے عقائد اور اخلاق و اعمال اور عبادات اور معاملات سب کے متعلق ہدایتیں اور احکام جاری کرتا ہے- یہاں تک کہ بول و براز کے آداب بھی ان کو سکھاتا ہے- معاش (دنیا) و معاد (آخرت) کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جس کے متعلق اللہ کے رسول کے پاس کوئی غیبی اشارہ اور الہام باطنی نہ ہو، ناممکن ہے کہ نبی عام لوگوں کے رسم و رواج کی پیروی کرے- (سیرت المصطفیٰ-۳-۳۸)

تو بلاشبہ آپ ﷺ ہمارے دین و دنیا دونوں کی اصلاح کے لئے تشریف لائے ہیں- آپ ﷺ ہمارے پاس عبادات، معاملات تمام کے احکام لائے- جس طرح آپ ﷺ نے ہمیں احکام روزہ، نماز، حج اور زکوۃ کے احکام سے آگاہ فرمایا اسی طرح آپ ﷺ نے ہمیں احکام بیوع، اجارت مزارعت، مساقات، ہبہ، مشارکہ، شفقہ، مضاربت، وصیت، مصالح ماکول و مشروب، لباس، سواری، نکاح، منافع ارواح و اجسام، سیاست مدنیہ، تدابیر منازل، مجالس خوشی و شادی کے آداب، آباء و اخوان سے معاشرت، ازواج و ولدان، اقارب، اجانب، احباب و اعدا، پڑوسی و اجنبی سے میل جول کے آداب، آداب قیام وقعود، پہننے کے آداب، سننے و رونے کے آداب، غمی و خوشی کے طریقے حتیٰ کہ مزاح و خوش طبعی تک تعلیم سے بہرہ ور فرمایا- حتیٰ کہ ہم دین و دنیا

کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے کہ شریعت میں اس میں بھی ہمارے لئے احکام ہیں، ہمیں وہ خیر کی رہنمائی اور شر سے روکتی ہے۔

جو رحمۃ للعالمین ﷺ لے کر آئے ہیں اگر یہ نہ آتی تو نہ ہماری دنیا بہتر ہوتی نہ ہمارا دین، ہمیں اسی نے رہبانیت سے روکا جو یہودیوں ونصرانیوں نے کی ہیں فرمایا، کھاؤ اور روزہ بھی رکھو، نیند بھی پوری کرو اور قیام بھی اور شادیوں سے بھی فائدہ اٹھاؤ حتی کہ ہم دین میں سختی وشدت نہیں پاتے۔

امام ابن عسا کر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لیس بخیر کم من ترک دنیاہ	تم میں وہ کامیاب و بہتر نہیں جو دنیا کو
لاخرتہ ولا اخرتہ لدنیاہ حتی	آخرت کے لئے اور آخرت کو دنیا کے
یصیب منھما جمیعاً فان الدنیا	لئے ترک کرے، چاہیے کہ وہ دونوں
بلاغ الی الاخرۃ ولا تکونوا	سے حاصل کرے کیونکہ دنیا حصول
کلاًعلی الناس	آخرت کا ذریعہ ہے لہذا لوگوں پر
(کنزالعمال-۶۳۳۴)	بوجھ مت بنو۔

امام بخاری نے ''ادب المفرد'' میں حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہم میں سے ایک آدمی جابر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی حاجت طلب کرنے کا واقعہ یوں بیان کیا کہ میں رات کو شہر مدینہ پہنچ گیا بوقت صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا میں خوب معقول گفتگو کرنے کا ماہر ہوں۔ میں نے ان کے سامنے دنیا کی حقارت بیان کی اور کہا میں نے اسے حقیر سمجھ کر ترک کر دیا ہے۔ اس وقت ان کے پہلو میں ایک آدمی تھے جن کے بال سفید اور لباس سفید تھا میں نے جب گفتگو ختم کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری گفتگو بہتر تھی مگر تم نے جو دنیا کے بارے میں کہا وہ قابل غور ہے، تم جانتے ہو دنیا کیا ہے

ان الدنیا زادنا الی الاخرۃ	دنیا آخرت کی طرف ہمارا زادراہ ہے
وفیھا اعمالنا التی نجری بھا	اس میں ہمارے اعمال آخرت میں
فی الاخرۃ	ہمیں نجات دلائیں گے-

پھر فرمایا دنیا میں یہ شخص مشغول ہے جو مجھ سے کہیں زیادہ علم رکھتا ہے- میں نے عرض کیا یہ شخص کون ہے؟ فرمایا سید المسلمین ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

(الادب المفرد، ۴۷۶)

دونوں کے حصول میں خیر

ان ارشادات عالیہ نے واضح کر دیا کہ دین و دنیا دونوں کے حصول میں ہی خیر ہے- ان میں سے کسی کی کمی بھی نقصان دہ ہے- اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی	اے ہمارے رب ہماری دنیا اور
الاخرۃ حسنۃ	آخرت دونوں سنوار دے

جب خیر دونوں سے وابستہ ہے تو ضروری ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ان دونوں میں رہنمائی فرمائیں کیونکہ ان کی آمد کا مقصد ہی خیر کی طرف رہنمائی ہوتا ہے-

دنیا آخرت کا طریق

پھر جب دنیا حصول آخرت کا طریق و ذریعہ ہے- تو جب کوئی کسی مقصد کی طرف بلاتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس کا طریق بھی بیان کرے کیونکہ بغیر طریق مقصد کی طرف بلانا سعی لاحاصل ہے- نہایت لازم وضروری ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت دین و دنیا کے لئے ہو- ارشاد نبوی ہے

الدنیا ملعونة ملعون مافیها الا ما کان منها لله عزوجل	دنیا اور اس کی تمام چیزیں ملعون ہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حاصل کیا جائے۔

اب جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس کا بیان و تفصیل ضروری ولازم ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ اگر ہم احادیث میں بیان کردہ مصالح دنیوی اور منافع بدنی کو اکٹھا کر لیں تو کتنی جلدیں تیار ہو جائیں۔

قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) کے ان الفاظ پر نظر ڈالیے

ومن معجزاته الباهرة ما جمعه الله تعالى له ﷺ من المعارف والعلوم وخصه به من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين	رسول اللہ ﷺ کا کامل معجزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے معارف وعلوم کو جمع فرما دیا ہے اور آپ کو دنیا و دین کے تمام مصالح سے آگاہی کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

(الشفاء-۱-۳۵۴)

اور ارشاد الٰہی "وکل شئی فصلناه تفصیلا" کے تحت مفسرین کے الفاظ ملاحظہ کیجئے تاکہ معلوم ہو سکے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو کس قدر دنیاوی امور سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔

مومن کی دنیا بھی تمام کی تمام دین ہے

یہ بات ہمارے ذہن میں رہنی چاہیے کہ کسی مومن کی دنیا بھی تمام دین ہی ہوتی ہے، اس کا کھانا، پینا، پہننا، سوار ہونا، چلنا بیٹھنا، بیع وتجارت، کھیتی باڑی حتیٰ کہ سونا بھی عبادت ودین ہوتا ہے۔

امام حاکم نے حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا اس کے لئے خوب ہے جس نے اس کو زادہ راہ سمجھتے ہوئے اللہ کو راضی وخوش کرلیا، دنیا اس کے لئے بری ہے جس نے اسے آخرت سے غافل کر کے رضاء الٰہی سے روک لیا- جب بندہ کہتا ہے دنیا تیرا اللہ بیڑا غرق کرے تو دنیا کہتی ہے اللہ تیرا برا کرے جس نے مجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ذریعہ بنایا

امام دیلمی نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

نعم العون علی تقوی اللہ المال — اللہ کے تقویٰ کا بہتر مددگار مال و دولت ہے-

امام دیلمی اور امام ابن نجار نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان مقدس نقل کیا

لاتسبوا الدنیا فلنعم المطیة للمومن علیها یبلغ الخیر وعلیها ینجو من الشر — دنیا کو برا نہ کہو یہ تو مومن کی سواری ہے وہ اس پر سوار ہو کر خیر پا سکتا ہے اور شر سے نجات حاصل کر سکتا ہے-

(مسند الفردوس-۲۸۸)

اور دنیا کو دین بنانے کے لئے رہنمائی کی ضرورت ہے جو رسول اللہ ﷺ ہی عنایت فرماتے ہیں-

مکلف کے ہر حکم کا شرع کے تابع ہونا

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مکلف کا ہر فعل خواہ وہ دینی ہے یا دنیاوی وہ حکم شرعی کے تابع ہوگا خواہ مستحب ہے، فرض یا مکروہ سے حرام تک ہو یا وہ عمل مباح ہو- اس عمل کا کون سا درجہ ہے یہ شان نبوت ہی ہے جو اسے آشکار کرتی ہے

البتہ جو مباحات ہیں ان میں انبیاء علیہم السلام خاموشی اختیار فرماتے ہیں

...کیونکہ ان میں ان کا کام ایک میزان واصول مقرر کرنا ہوتا ہے جو وہ کر دیتے ہیں جس سے مخلوق پر آشکار ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کیا ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کیا ہیں؟ اور اگر وہ کسی جزئی میں جزم ولازم کئے بغیر اشارہ کریں لیکن لوگوں کا دل، عادت وغیرہ کی وجہ سے کسی دوسری طرف چلا جائے لیکن اس میزان واصول سے خارج نہ ہو تو وہ انہیں رکاوٹ نہیں سمجھتے کیونکہ اس میں وہ مخلوق کو اختیار دیتے ہیں یہی معاملہ حدیث ''انتم اعلم باموردنیا کم'' کا ہے

دینی مباح امور کا معاملہ

اور یہ صرف مباح امور دنیوی کا معاملہ ہی نہیں بلکہ یہی صورت حال دینی امور کی ہے۔ جیسے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ یہ حکم ہے یا مشورہ؟ فرمایا حکم نہیں مشورہ ہے یعنی اس میں دوسرے کے لئے اختیار موجود ہوتا ہے۔

اسی طرح حدیث قرطاس میں ہے کہ آپ ﷺ نے مرض وصال میں قلم و دوات لانے کا حکم دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس موقعہ پر آپ ﷺ کو تکلیف دینا مناسب نہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا قرآن وشریعت کافی ہے، تو آپ ﷺ نے بھی معاملہ ترک کر دیا، تو اس میں عدم علم کا کوئی معاملہ ہی نہیں ہوتا۔

صنعت وحرفت کا بیان نہ کرنا

رہی یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح امور دینیہ بیان کئے اسی طرح تفصیل کے ساتھ امور دنیا خصوصاً صنعت وحرفت و کاشتکاری کی طریقہ اور تفصیل کی طرف آپ متوجہ نہ ہوئے اس کی وجہ عدم علم نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ امور دنیا کا ادراک عقلاً ممکن ہے اور لوگ اس راہ پر چل رہے ہیں تو جس معاملہ میں شریعت کے خلاف کوئی چیز ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے بیان کر دیتے مثلاً تجارت میں سود سے

منع کر دیا- بیع مذابنہ سے روک دیا اسی طرح اگر کوئی ایسی بات سامنے آتی کہ عقل کی
رسائی وہاں تک نہیں تو آپ ﷺ اسے بیان کر دیتے جس طرح سیدنا آدم علیہ
السلام کو کاشتکاری اور کپڑا بننے کی تعلیم ملی، حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے

صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من بأسکم — اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے (زخمی ہونے سے) بچائے-

(سورۃ الانبیاء-۸۰)

علوم صرف ونحو کی طرح

یہ معاملہ اسی طرح جیسے آپ ﷺ نے ان علوم کے بیان کے درپے نہ
ہوئے- مثلاً صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع لغت وغیرہ حالانکہ ان کا تعلق قطعی طور پر
دین کے ساتھ ہے کیونکہ یہ چیزیں لوگ آپس میں سیکھ لیتے ہیں- اور حضرات انبیاء علیہم
السلام کا مقصد بعثت ان علوم غیبیہ کے لئے ہوتا ہے جن کا ادراک عقل وحس نہ کیا جائے
- اسی لئے آپ نے علوم دینیہ، اصول فقہ، اصول حدیث وغیرہ کا بیان نہ فرمایا بلکہ
اصول بیان کر دیے تاکہ اہل علم ان سے اجتہاد کر سکیں لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ رسول اللہ
ﷺ ان سے آگاہ ہی نہیں تھے- یہی وجہ ہے جب سوال اٹھایا کہ قرآن میں ہے

انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم — تم اور تمہارے اللہ کے سوا معبود جہنم کا ایندھن بنیں گے-

تو کیا حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام بھی دوزخ میں جائیں گے تو رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا یہاں ''ما'' لایا گیا جو بتا رہا ہے کہ یہ غیر ذوالعقول کا معاملہ ہے اور یہ
دونوں ذوی العقول میں سے ہیں-

رسول اللہ ﷺ اور دنیاوی حکمرانی

پھر رسول اللہ ﷺ کو تو عملاً اللہ تعالیٰ نے دنیاوی حکمرانی و سلطنت بھی عطا فرمائی۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی قضا ہی نہیں رضا بھی شامل ہے۔ اگر آپ ﷺ دنیاوی امور سے آگاہ نہ تھے۔ تو آپ ﷺ نے یہ منصب کیسے قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو یہ منصب عطا کرنا اس پر کافی دلیل ہے کہ آپ ﷺ دنیا کے تمام معاملات سے سب سے زیادہ اور خوب آگاہ تھے۔ پھر عملاً آپ ﷺ نے ایسی حکومت فرمائی کہ اس کی مثال تاریخ انسانیت میں ملتی ہی نہیں۔

امام محمد غزالی (ت۔۵۰۵) رسول اللہ ﷺ کی اسی فضیلت و خصوصیت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

لاجل اجتماع النبوة والملک والسلطنة لنبینا ﷺ کان افضل من سائر الانبیاء فانه اکمل اللہ تعالیٰ به صلاح الدین والدنیا

ہمارے نبی ﷺ میں نبوت، حکمرانی اور بادشاہت جمع ہیں اس لئے آپ ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

(الاحیاء بحوالہ الخصائص الکبریٰ ۲۔۳۳۲)

ڈاکٹر محمود احمد غازی رسول اللہ ﷺ کی اسی شان اقدس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں

رسول اللہ ﷺ جہاں افراد اور عام انسانوں کے لئے نمونہ ہیں وہاں آپ کی ذات مبارکہ حکمرانوں کے لئے فرمانرواؤں، فاتحین، جرنیلوں اور سربراہان مملکت کے لئے بھی نمونہ ہے۔ اس لئے اللہ کی حکمت اس کی متقاضی ہوئی ہے کہ آپ کی ذات گرامی میں نبوت اور حکمرانی دونوں کی صفات جمع فرمائی جائیں۔ (محاضرات سیرت۔۳۲۰)

آ گے چل کر لکھا

حضور ﷺ محض زاہدوں، مرتاضوں اور مستضعفوں کی تربیت کے لیے تشریف نہیں لائے تھے، آپ تارک الدنیا لوگوں کی فوج بنانے کے لیے نہیں آئے تھے۔ آپ فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ جامعیت پیدا کرنے کے لیے تشریف لائے تھے

(ایضاً، ۳۲۳)

رسول اللہ ﷺ کا اعلان

رسول اللہ ﷺ نے اپنی سلطنت وحکومت کی وسعت اور دائرہ اعلان یوں بھی فرمایا کہ میرے دو وزیر آسمانوں پر اور دو وزیر زمین پر ہیں میرے آسمانی وزیر حضرت جبریل امین اور حضرت اسرافیل علیہما السلام ہیں میرے زمینی وزیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں

اس فرمان سے آشکار ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑی حکومت وسلطنت رسول اللہ ﷺ کو ہی حاصل ہے اور آپ ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں لہذا آپ ﷺ کسقدر رموز مملکت سے آگاہ ہوں گے اس کا اندازہ خود کر لیجیے

باب ۲

اطاعت واتباع میں کہیں تقسیم نہیں

آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ

جو رسول اللہ ﷺ دے لے لو

اطاعت واتباع میں کہیں تقسیم نہیں

اللہ تعالٰی نے جو ہمیں حضور ﷺ کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے اس میں کسی جگہ پر تفریق و تقسیم نہیں کہ دینی معاملہ میں حضور ﷺ کی اطاعت واتباع کرو اور دنیوی معاملات میں آپ ﷺ کی اتباع ضروری نہیں۔ چند مقامات قرآنی ملاحظہ کر لیجئے۔

سورۂ آل عمران میں ارشاد الٰہی ہے

واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون (آل عمران۔۱۳۲)	اور اطاعت کرو اللہ اور رسول کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اسی سورت میں دوسرے مقام پر ہے

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین (آل عمران۔۳۲)	اے حبیب ﷺ بتا دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر وہ نہ مانیں تو (جان لیں) اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

سورۃ النساء میں ارشاد مقدس ہے

یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (النساء۔ ۵۹)	اے اہل ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء۔ ۸۰)	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔

اگر کسی بھی معاملہ میں اختلاف ونزاع ہو جائے تو فرمایا

فردوہ الی اللہ والرسول (النساء-۵۹) تو تم اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو-

اس طرح جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیا تو وہاں بھی دینی و دنیاوی کوئی تقسیم نہیں کی-

ارشاد الٰہی ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم (آل عمران-۳۱) اے حبیب آگاہ کر دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے-

یہاں بھی ایسا کوئی لفظ نہیں جو بتا رہا ہو کہ صرف دینی معاملات میں آپ ﷺ کی اتباع کرو بلکہ حکم عام ہے خواہ وہ معاملہ دینی ہو یا دنیاوی-

آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ

جب مخلوق کو اس سے آگاہ کیا کہ تمہارے لئے میرے حبیب ﷺ کی شخصیت کا ہی اسوہ حسنہ ہے اسی پر تم چلو گے تو دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہوگی -وہاں بھی ایسی کوئی تقسیم نہیں کہ دین کے معاملہ میں آپ ﷺ کا اسوہ ہے لیکن دنیاوی معاملات میں نہیں' ارشاد مقدس ہے-

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (الاحزاب-۲۱) یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اسوہ حسنہ ہے-

یعنی جو بھی شخص اعلیٰ معیار پر زندگی بسر کرنا چاہتا ہے- وہ آپ ﷺ کے طریق کو

سامنے رکھے اور اس سے رہنمائی پا کر منزل حاصل کرے۔

جو رسول ﷺ دے لے لو

ایک مقام پر قرآن مجید میں اہل ایمان سے یہاں تک فرما دیا ہے

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا — رسول جو تمہیں دے لے لو اور جس سے منع کریں منع ہو جاؤ۔

(الحشر-۷)

یہاں بھی کوئی فرق نہیں بتایا کہ دینی معاملہ ہو تو مان لیا کرو اور معاملہ دنیوی ہو تو ا
مرضی کر لیا کرو بلکہ ہر معاملہ میں آپ ﷺ ہی کی بات ہی ماننا لازم وضروری ہے۔

فصل

دنیاوی معاملات میں نزول آیات
تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں
کسی مومن مرد عورت کو اختیار نہیں
نصوص کی تکذیب

فصل- دنیاوی معاملات میں نزول آیات

قرآن مجید کے متعدد مقامات پر حضور ﷺ کے فیصلوں کو دل و جان کے ساتھ ماننے کے بارے میں جو آیات ہیں ان میں متعدد دنیاوی معاملات میں نازل ہوئیں بلکہ خصوصاً جن میں فرمایا' وہ شخص مومن نہیں رہے گا جو آپ ﷺ کے فیصلوں کو ظاہر و باطن سے نہ مانے' وہ دنیاوی معاملات ہی تھے- ہم یہاں دو آیات کا تذکرہ کرنا چاہ رہے ہیں

تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں

حضور ﷺ کے فیصلوں کی عظمت وشان اور ان پر پابندی کا بیان کرتے ہوئے فرمایا

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء-٦٥)	اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں

اس آیت کا شان نزول پڑھیے' زمین میں پانی لگانے کے مسئلہ پر اختلاف ہوا' حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا دوسرے مخالف نے کہا کہ آپ ﷺ نے ان کے حق میں اس لئے فیصلہ دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے چچازاد ہیں

فتلون وجہ رسول اللہ ﷺ	آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے

تو حضرت جبریل امین علیہ السلام مذکورہ آیات لے کر آئے

امام فخر الدین رازی (ت -٦٠٦) رقم طراز ہیں

فی سبب نزول هذه الایة قولان احدهما وهو قول عطاء و مجاهد والشعبی ان هذه الایة نازلة فی مخاصمة الیهودی والمنافق فهذه الایة متصلة بما قبلها و هذا القول هو المختار عندی والثانی انها مستأنفة نازلة فی قصة اخرىٰ

(مفاتیح الغیب-جز۱۰-۱۲۷)

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں دو اقوال ہیں ان میں سے ایک قول جس کو عطاء ' مجاهد اور شعبی نے اختیار کیا کہ یہ آیت یہودی اور منافق کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ یہ پہلی سے متصل ہے اور یہی قول مختار ہے اور دوسرا قول-کسی اور قصہ کے بارے میں نازل ہوئی-

دونوں واقعات میں سے ہم جو بھی لے لیں وہ معاملہ نماز و روزہ کا نہ تھا بلکہ دنیاوی تھا لیکن جب دوسرے شخص نے اسے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کر دیا اور فرمایا ایمان والا وہی ہے جو دل و جان کے ساتھ آپ ﷺ کا حکم تسلیم کرے-اگر دنیاوی معاملات سے آپ ﷺ کو آگاہی نہ تھی تو اس نزول حکم کا کیا معنیٰ؟ اور پھر حکم پر بھی غور کریں کہ اسے دل و جان اور ظاہر و باطن سے قبول کیا جائے اگر ظاہر اً مان لیا مگر دل میں تنگی رہی تو پھر بھی آدمی ایمان والا نہیں رہ سکتا-

کسی مومن مرد و عورت کو اختیار نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے حضور ﷺ نے زید بن حارثہ سے نکاح کے لئے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ میں اعلیٰ خاندان سے ہوں تو اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ

نازل ہوئی

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً

(الاحزاب-۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ مسلمان عورت کو حق ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرما دیں تو ان کو اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا بے شک وہ صریح گمراہی میں پڑا

اس کے بعد انہوں نے فیصلہ بدل کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا فیصلہ ہمیں دل وجان سے قبول ہے تو ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہو گیا

(تفسیر ابن کثیر-۳-۴۸۹)

امام فخر الدین رازی (ت-۶۰۶) نے یہی بات یوں بیان کر دی

ان الاية نزلت في زينب حيث اراد النبي ﷺ تزويجها من زيد بن حارثة فكرهت الا للنبي ﷺ وكذلك اخوها امتنع نزلت الاية فرضيا به

(مفاتیح الغیب-جز۱۵-۱۸۴)

یہ آیت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کو ناپسند کیا اسی طرح ان کے بھائی نے بھی تو پھر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی تو دونوں نے بات تسلیم کر لی۔

ملاحظہ کیا کہ اوپر والی آیت زمین میں پانی کے اختلاف کے بارے میں تھی اور یہ انعقاد

نکاح کے بارے میں آئی ہے اگر نبی کی ذمہ داری اور علم کا دائرہ کار فقط دینی امور مثلاً نماز وروزہ ہی ہے تو پھر ان احکام میں انسان کو نبی کے فیصلوں کا پابند کرنا کہاں اور کیسے درست ہوگا؟ جبکہ دونوں آیات بتارہی ہیں کہ ہر حال میں انسان نبی کے احکام کے پابند ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی اور جو ان کے فیصلوں کی پابندی نہیں کرے گا اور انہیں تسلیم کرنے سے انکار کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

آپ نے دیکھا ان تمام آیات میں کسی بھی معاملہ کا استثناء موجود نہیں کہ وہ معاملہ دینی ہے یا دنیاوی۔ حالانکہ جب اپنے خلیل حضرت ابرہیم علیہ السلام کی اتباع کا حکم دیا تو وہاں باقاعدہ استثناء کرتے ہوئے فرمایا

لقد کانت لکم اسوۃ حسنة فی ابراھیم والذین معه اذ قالوا لقومھم انا براؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابداً حتی تؤمنوا باللہ وحدہ الاقول ابراھیم لا بیه لاستغفرن لک وما املک لک من اللہ من شئی ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر

(الممتحنة،۴)

بے شک تمہارے لئے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی ہمیشہ کے لئے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

یہاں دیکھ لیجئے باقاعدہ اللہ تعالیٰ نے استثناء کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی فلاں معاملہ میں اتباع کرنی ہے مگر فلاں میں نہیں کرنی، اگر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا معاملہ بھی ایسا ہوتا کہ فلاں میں اتباع کرنی ہے اور فلاں میں نہیں تو اللہ تعالیٰ یہاں بھی استثناء فرما دیتا مگر ایسی چیز قرآن وسنت میں ہرگز نہیں ملتی۔ لہٰذا ہمیں ایسا کوئی فرق کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

سورۃ الاحزاب کی آیت مبارکہ **وما کان لمؤمن ولا مؤمنة** کے تحت مولانا اشرف علی تھانوی (ت۔۱۳۶۲) رقم طراز ہیں کہ "**من امرھم**" میں دین و دنیا دونوں کے امور داخل وشامل ہیں

"اللہ تعالیٰ ہر چیز کے وجود یا عدم کی مصلحت کو خوب جانتا ہے (پس اس کے وجود میں ہی میں مصلحت تھی اس لئے نبی کے لئے تجویز کیا گیا)

ف: آیت **وما کان** الخ میں **من امرھم** عام ہے امر دینی وامر دنیوی کو پس امور دنیویہ میں بھی اگر آپ جزماً کوئی حکم فرما دیں وہ واجب العمل ہوگا اور حدیث تابیر میں جو ارشاد ہے

انتم اعلم باموردنیاکم تم اپنی دنیا کے بارے میں بہتر جانتے ہو

یہ اس صورت میں ہے جب آپ محض رائے اور مشورہ کے طور پر فرما دیں اور رہا یہ کہ پھر بلا جزم فرمانے میں تو امور دینیہ میں بھی اتباع واجب نہیں جیسے نوافل میں پھر حدیث تابیر میں ارشاد مذکور کا مقابلہ **اذا امرتکم بشیء من الدین** سے کیا معنیٰ؟

جواب یہ ہے کہ امر دینی میں ایک اتباع مطلقاً واجب ہے۔۔یعنی اعتقاد بخلاف امر دنیا کے کہ اس کی مصلحت اور نافع ہونے کا اعتقاد بھی واجب نہیں اور چونکہ حضرت زید کو قرائن سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ بطور رائے ومشورہ کے عدم تطلیق کے لئے فرما رہے ہیں اس کو نہ مانا **من یعص اللہ** میں داخل نہ ہوا۔

(بیان القرآن، ۹۔۵۳)

نصوص کی تکذیب

مولانا موصوف نے دوسری کتاب انتباھات المفیدة (جو لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے لکھی) میں اس معاملہ پر کہ نبی ﷺ دنیاوی امور کے ماہر ہیں، تفصیل سے لکھتے ہیں۔

چوتھی غلطی یہ ہے کہ احکام نبوت کو صرف امور معادیہ (آخرت) کے متعلق سمجھا اور امور معاشیہ (دنیا) میں اپنے آپ کو آزاد مطلق العنان قرار دیا۔

نصوص اس کی صاف تکذیب کر رہی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وما کان لمؤمن ولا مؤمنة (الآیة) اس کا شان نزول ایک امر دنیوی میں ہے

یہ مضمون صدہا آیتوں میں موجود ہے کہیں صراحۃً اور کہیں دلالۃً غرض نصوص شرعیہ اس خیال کی صاف تردید کرتی ہیں اور یہ کہنا کہ دنیا کی باتوں کے لئے عقل موجود ہے۔ محض بے عقلی ہے اس واسطے کے عقل خود اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ وہ بھی دوسرے (حق تعالیٰ) کی پیدا کردہ ہے۔ مخلوق چیز خالق پہ حاکم یا اس کے تحت الحکم ہونے سے خارج نہیں ہوسکتی.........

اور جس حدیث تابیر سے شبہ پڑ گیا ہے اس میں تو یہ قید ہے کہ جو بطور رائے و مشورہ کے فرمایا جائے نہ کہ جو بطور حکم کے فرمایا جائے

(الانتباھات المفیدة عن الاشتباھات الجدیدة-۲۹۵)

اس عبارت میں مولانا موصوف نے یہ اعلان کیا ہے۔

۱- حضور ﷺ کی اتباع و اطاعت دونوں طرح کے امور میں لازم ہے خواہ امور دینیہ ہوں یا امور دنیویہ۔

۲- اگر امور دنیا میں کسی بات کا حکم دیں تو اس کا ماننا اور اس کے مطابق کرنا لازم و فرض ہے۔

۳- ہاں آپ اختیار دے دیں کہ میرا یہ فقط مشورہ ہے حکم نہیں تو امت کو اختیار ہے-

گویا وہ کہنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دینی امور کی طرح دنیاوی امور کے بھی ماہر ہیں- اور اس پر حدیث تابیر سے اعتراض لا کر جواب دیا کہ یہ آپ کی لاعلمی پر دال نہیں-

لیکن یہاں ان لوگوں سے فیض پانے والے فاضل دیوبند مولانا سرفراز صفدر کے الفاظ بھی ملاحظہ کرلیں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟

۱- علامہ سید محمود آلوسی کا حوالہ دنیا کی لاعلمی پر نقل کرتے ہوئے لکھا جناب رسول کریم ﷺ کی بلند و بالا ہستی اور امور دنیا سے لاعلمی؟ صرف لاعلمی ہی نہیں بلکہ اس لاعلمی میں آپ ﷺ کا مرتبہ و شان؟ اور صرف شان ہی نہیں بلکہ خاصہ نبوت اور کمال منصبی؟ (ازالۃ الریب -۹۸)

۲- اس حدیث (تابیر نخل) سے یہ مسئلہ بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ آپ نے حضرات صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیوی معاملات کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور ان امور میں میری رائے خطا بھی ہو سکتی ہے اور میری یہ رائے خطا تھی-

(ازالہ-۹۰)

۳- معرفت الٰہی میں آپ کا مقام بہت ہی اونچا تھا چنانچہ آپ نے فرمایا فواللہ لانا اعلمکم باللہ .... مگر جب دنیاوی معاملات کا سوال پیدا ہوتا ہے تو صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ انتم اعلم بامر دنیا کم (ازالہ-۳٦۸)

۴- الحاصل قرآن کریم کی آیت اور اسی طرح حضرت ام العلاء انصاریہؓ کی صحیح حدیث نہ تو منسوخ ہے اور نہ اس کی مراد یہ ہے کہ آپ کو اپنی اخروی نجات کا علم نہ تھا حاشا و کلا ثم حاشا و کلا بلکہ اس سے علم غیب کی نفی اور امور دنیا کے بارے

میں لاعلمی مراد ہے اور پہلے گزر چکا کہ امور دنیوی سے نہ تو آپ کو کوئی لگاؤ تھا اور نہ ان کا علم تھا۔ (ازالہ-۲۸۷)

۵- تحریم شہد، تابیر نخل اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بین ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ (ازالہ-۸۲)

۶- جب خود سرور دو جہاں حضرت محمد ﷺ نے تابیر نخل کے موقعہ پر باغبانی جیسی صنعت اور حرفت کو پیش نظر رکھتے ہوئے امت کو صاف لفظوں میں بطور قانون یہ ضابطہ سنا دیا تھا کہ انتم اعلم بامر دنیا کم تو بدیگراں چہ رسد؟ (ازالہ-۱۰۴)

تھانوی صاحب نے لکھا، یہ مضمون (نبی امور دنیا میں بھی رہنما ہیں) صدہا آیتوں میں موجود ہے کہیں صراحةً اور کہیں دلالةً

قارئین آپ نے دیکھ لیا تھانوی صاحب کیا کہہ رہے ہیں اور گکھڑوی صاحب کس طرف جا رہے ہیں؟

فصل

تھانوی صاحب کی بات کا تجزیہ

سنت کی دو اقسام

سنت میں داخلہ

نفل اور سنت میں فرق

شاہ ولی اللہ دہلوی کا رد

طبعی امور کو سنت سے نکالنا غلط

ایک محدث کا واقعہ

صحابہ کا عمل

تجدید ایمان کا حکم

نام نہ بدلنے پر بے برکتی

تھانوی صاحب کی بات کا تجزیہ

تھانوی صاحب نے دینی و دنیاوی امور کے حوالہ سے فرق کیا
کہ امر دینی میں ایک اتباع مطلقاً واجب ہے یعنی اعتقاد بخلاف
امر دنیا کہ اس کی مصلحت اور نافع ہونے کا اعتقاد بھی واجب
نہیں۔ (بیان القرآن-۲)

یعنی اگر نبی دنیاوی معاملہ کے حوالہ سے گفتگو کرے تو امت پر یہ اعتقاد رکھنا لازم نہیں کہ اس میں مصلحت و نفع ہے بلکہ اس میں انسان کا ضرر و نقصان بھی ہو سکتا ہے ہاں اگر معاملہ دینی ہو تو پھر نفع و مصلحت کا اعتقاد لازم ہوگا۔

حالانکہ ان کی یہ بات بھی امت مسلمہ کے موقف کے خلاف ہے کیونکہ امت کے ہاں اگرچہ سنت کی تقسیم موجود ہے۔

سنت کی دو اقسام

۱-سنت عبادت ۲-سنت عادت، انہیں سنن ہدیٰ اور سنن زوائد بھی کہا جاتا ہے۔

ان میں یہ فرق انہوں نے ضرور کیا ہے کہ سنن ہدیٰ کی اتباع لازم ہے مگر سنن زوائد کی اتباع لازم نہیں لیکن اگر کوئی ان میں اتباع کرتا ہے تو وہ اجر و ثواب پائے گا یعنی ان کے بارے میں بھی نفع و مفید کا اعتقاد ہی رکھا جائے گا۔

سنت میں داخلہ

بلکہ انہیں سنت میں داخل رکھنا ہی بتا رہا ہے کہ یہ تمام نافع اور مفید ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جو خلاف مصلحت ہو۔

نفل اور سنت میں فرق

سنت کا درجہ نفل سے بہر طور بلند ہے خواہ وہ سنت زائدہ ہو کیونکہ سنت نبی اکرم ﷺ کا مبارک عمل ہوتا ہے یہ نسبت نفل کو حاصل نہیں۔

ان النفل دون سنن زوائد لان سنن الزوائد صارت طریقة مسلوکة فی الدین وسیرة النبی ﷺ بخلاف النفل

نفل کا درجہ سنن زوائد سے بھی کم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سنن دین کا طریقہ جاریہ اور حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا حصہ ہیں بخلاف نوافل، کہ ان میں یہ بات نہیں

صحابہ سے لے کر آج تک اہل محبت واتباع نے ان پر چلنے کو وجہ قرب الٰہی اور اجر وثواب پانے کا اہم ذریعہ ہی قرار دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کا رد

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے کچھ طبعی وعادی سنن کو سنت سے خارج رکھنے کی بات کی تو اہل علم نے ان کی خوب تردید کی۔ یہاں ہم اس معاملہ کو نہایت ہی آشکار کرنے کے لئے شیخ ڈاکٹر عبدالغنی عبدالخالق کی گفتگو میں سے ایک طویل اقتباس ذکر کئے دیتے ہیں۔ شیخ موصوف اپنی کتاب حجیة السنة میں سنت کی تعریف میں لفظ ان لا یکون الصادر من الامور الطبیعة کے تحت رقم طراز ہیں

پہلی قید یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے صادر ہونے والی چیز فطری امور (یعنی عادت) کے قبیل سے نہ ہو، مثلاً کھڑا ہونا، بیٹھنا، کھانا، پینا

اس قید کا اضافہ التحریر کے دونوں شارحین نے کیا ہے۔ صاحب التقریر کا خیال ہے کہ ابن الہمام نے اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ یہ چیز معلوم ومشہور ہے اور صاحب التیسیر نے کہا ہے کہ کمال ابن الہمام نے اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ انہیں

بات معلوم تھی کہ سنت ادلہ شرعیہ میں سے ہے اور فطری امور کا شمار ان ادلہ میں نہیں ہوتا۔ اس قید کا اضافہ ابن کمال پاشا، صفی الدین بغدادی حنبلی، بہاء الدین عاملی شیعی اور نراقی شیعی نے بھی کیا ہے۔

صاحب ''حجة الله البالغه'' کے کلام سے بھی ان کے اس اضافہ کی تائید ہوتی ہے، اگرچہ ان کا کلام سنت کی تعریف کے سیاق میں نہیں ہے۔ ساتھ ہی اس میں بہت سی دوسری چیزوں کو سنت سے خارج کر دیا گیا ہے ذیل میں ہم ان کے کلام کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ سے جو چیزیں روایت کی گئیں ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ جن کا تعلق رسالت کے فرض منصبی دعوت و تبلیغ دین سے ہے۔ اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وما اتاکم الرسول فخذوه، وما نهكم عنه فانتهوا'' (سورۃ الحشر۔۷) (اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو، اور جس سے تمہیں وہ روک دیں (اس سے) رک جاؤ۔

اس قسم میں سے علوم معاد (آخرت سے متعلق علوم) اور سلطنت الٰہی (دنیا) کے عجائبات ہیں۔

عادات (معاملات) اور اتفاقات (معاشرہ سے متعلق امور) کے اصول اور قوانین ہیں۔ ایسی مرسل حکمتیں اور مطلق مصلحتیں ہیں جن کی آنحضرت ﷺ نے کوئی توقیت اور تحدید نہیں فرمائی، مثلاً اچھے اخلاق اور برے اخلاق کا بیان اور اسی قسم میں سے فضائل اعمال اور نیک کام کرنے والوں کے مناقب ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو تبلیغ دین کے قبیل سے نہیں ہے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''جب میں تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کسی چیز کے بارے میں حکم دوں تو اسے قبول کرو، اگر اپنی رائے سے تمہیں کسی چیز کا کا حکم دوں

تو یہ سمجھ لو کہ میں بھی انسان ہوں۔" اسی طرح تابیر نخل (کھجور کے نر درخت کے پھول مادہ درخت پر ڈالنا) کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے "میرا صرف یہ ایک خیال تھا، میرے خیال کے سبب میرا مواخذہ نہ کرو، لیکن جب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز بیان کروں، تو اسے قبول کرو۔ اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ پر (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اسی قسم میں سے طب نبوی ہے۔ اس میں آپ کا یہ فرمان ہے "علیکم بالادھم والاقرح" جہاد کے لئے کالے اور ایسے گھوڑے پالو، جن کی پیشانی پر سفید نشان ہو۔ اس کا تعلق تجربہ سے ہے، اسی قسم میں سے وہ چیزیں بھی ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ عادت کے طور پر کیا کرتے تھے، عبادت کے طور پر نہیں۔ اتفاق سے کبھی ایسا کرتے، ان میں قصد اور ارادہ کا دخل نہیں ہوتا تھا۔ اسی قسم میں سے وہ قصے ہیں جن کو آپ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے، جیسے آپ کی قوم کے لوگ ان کو بیان کیا کرتے تھے، جیسے حدیث ام زرع اور حدیث خرافہ، اسی قسم میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا یہ بیان ہے کہ ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں کچھ رسول اللہ ﷺ کی احادیث سنائیے، فرمایا: "میں آپ کا پڑوسی تھا، جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو مجھے بلا بھیجتے۔ میں اسے لکھ دیا کرتا۔ جب ہم دنیا کی باتیں کرتے، تو آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا کی باتیں کرنے لگتے۔ جب ہم کھانے پینے کا ذکر کرتے تو آپ بھی اس کا ذکر کرتے۔ میں تم سے یہ تمام باتیں رسول اللہ ﷺ سے سن کر بیان کرتا ہوں۔"

اسی قسم سے وہ چیزیں بھی ہیں جو وقتی طور پر جزئی مصلحت کے لئے آپ ﷺ اختیار فرماتے، ان کا تعلق ان امور سے ہوتا جو رہتی دنیا تک تمام امت کے لئے لازم ہوں۔ مثلاً لشکر کی تیاری، یا شعار کی تعیین (فوجی سپاہیوں کی خفیہ نشانی) کے بارے میں خلیفہ کو ہدایات، مثلاً ایک بار حضرت عمرؓ نے فرمایا، اب ہمیں رمل کرنے

کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو ہم ایک خاص زمانہ میں لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے کیا کرتے تھے، اب اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ کو ڈر ہوا کہ ممکن ہے اس کا کوئی اور سبب ہو (اس لئے منع کرنے سے باز رہے)۔ بہت سے احکام کو اسی نوع پر محمول کیا گیا ہے۔ جیسے ارشاد نبوی ہے کہ میدان جنگ میں جو کسی کو قتل کرے تو مقتول کا سامان اسی کا ہے۔ اسی قسم میں سے آپ کے بعض مخصوص فیصلے ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ شہادت، ثبوت اور قسموں سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، حاضر وہ کچھ دیکھ لیتا ہے، جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

اس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ دوسری قسم، مع اپنی ذیلی تقسیمات کے کسی حکم شرعی کو نہیں بتلاتی یعنی اس کے تبلیغ رسالت کی قبیل سے ہونے کی اس میں نفی کی ہے۔

طبعی امور کو سنت سے نکالنا غلط

طبعی امور کو سنت سے خارج کرنا عجیب وغریب معاملہ ہے۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بعض نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ طبعی امور کا سنت سے خارج ہونا ایک ظاہری بات ہے، حالانکہ معتبر ائمہ کا ان امور سے متعلق سکوت اور ان کو سنت سے خارج نہ کرنے پر اتفاق ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ آخر ان لوگوں نے طبعی امور کو سنت سے کیوں خارج کر دیا ہے؟ کیا انہوں نے ان امور کو اس لئے خارج کیا ہے کہ ان سے کوئی شرعی حکم متعلق نہیں ہے؟ یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے، حالانکہ وہ بندہ کے اختیاری اور اکتسابی افعال میں سے ہیں اور مکلف کے ہر اختیاری فعل کے لئے ضروری ہے کہ اس سے کوئی شرعی حکم متعلق ہو، یعنی وجوب، استحباب، اباحت، کراہت یا حرمت۔ نبی کریم ﷺ کا طبعی فعل دوسروں کے طبعی فعل کے مثل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سے بھی ان مذکورہ شرعی احکام میں سے کوئی حکم متعلق ہو۔ اب آپ کے طبعی فعل سے

کراہت یا حرمت کا حکم متعلق نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان افعال کو تقرب وثواب کے لئے نہیں کیا جاتا۔ اب صرف اباحت کا حکم باقی رہتا ہے اور اباحت خود ایک شرعی حکم ہے۔ اس لئے آپ کا طبعی فعل آپ کے حق میں ایک شرعی حکم پر دلالت کرتا ہے۔ بلکہ ہمارے حق یں بھی اسی حکم کو بتلاتا ہے۔ اس لئے کہ ارشاد باری ہے "لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة" (الاحزاب۔۲۱) (یعنی درحقیقت تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے) آپ کے افعال سے متعلق تمام مؤلفین کا اجماع ہے۔ اور ان میں التحریر کے دونوں شارحین بھی شامل ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ کے طبعی افعال آپ کے حق میں بھی اور آپ کی امت کے حق میں اباحت پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس پر سابق ائمہ کا اتفاق نقل کرتا ہے۔

یا انہوں نے اس لئے ان افعال کو سنت سے خارج کردیا ہے کہ ان کے خیال میں اباحت کوئی شرعی حکم نہیں؟ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ تمام علمائے اصول اس کے شرعی حکم ہونے پر متفق ہیں۔ سوائے معتزلہ کے ایک گروہ کے، جو اس کو شرعی حکم نہیں مانتے۔ وہ کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے میں حرج کی نفی کو اباحت سمجھتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ بات ورود شریعت سے پہلے بھی ثابت تھی اور اس کے بعد بھی جاری ہے۔ س لئے اسے شرعی حکم نہیں قرار دیا جاسکتا۔ جمہور ائمہ اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ اباحت کا یہ مفہوم ورود شریعت سے پہلے بھی ثابت تھا اور اس وقت اس کو شرعی حکم نہیں کہتے تھے لیکن وہ کہتے ہیں کہ شرعی اباحت کا مطلب یہ نہیں ہے، بلکہ شریعت میں اباحت کا مطلب یہ ہے کہ شارع اپنے خطاب میں کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے کا اختیار دے دے اور کرنے یا نہ کرنے پر کوئی بدلہ (ثواب یا عقاب) مرتب نہ ہو۔ اور بلاشبہ یہی شرعی حکم ہے اور ورود شریعت سے پہلے یہ موجود نہ تھا۔ معتزلہ کا یہ گروہ اگر اس مفہوم پر توجہ دیتا تو اس مسئلہ میں ہرگز وہ اختلاف نہ کرتا۔ معلوم ہوا کہ

فریقین کے درمیان اس میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے۔ اباحت ایک شرعی حکم ہے جس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے طبعی فعل سے اس کی دلیل فراہم ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس لئے اس کا سنت سے نکالنا کسی کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

یا انہوں نے آپ کے ان افعال کو سنت سے اس لئے نکالا ہے کہ ان کے ذہنوں میں سنت کا اصولی مفہوم اور فقہی دونوں خلط ملط ہو گئے تھے۔ فقہ میں سنت کا مفہوم مندوب یا اس کی بعض قسموں تک محدود رہتا ہے۔ یا اس سے مراد وہ فعل ہوتا ہے جس کے کرنے کا مطالبہ حتمی طور پر کیا جائے، یا غیر حتمی طور پر۔ (جیسا کہ اصطلاحات کی ذیل میں گزرا) چنانچہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ سنت کا اصولی مفہوم بھی یہی ہے کہ افعال میں سے جو وجوب یا استحباب پر دلالت کرے۔ جیسا کہ فقہ میں اس کا مفہوم ہے اور آنحضرت ﷺ کا طبعی فعل ان دونوں میں سے کسی پر دلالت نہیں کرتا۔ اس لئے یہ سنت میں سے نہیں ہو سکتا جو اصول احکام میں سے ایک اصل ہے۔

یہ گمان کرنا سخت غلطی ہے، کیونکہ بقیہ ادلہ کی طرح سنت کے دلیل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس سے کوئی شرعی حکم معلوم ہو، خواہ وہ وجوب کا ہو یا استحباب کا، یا اباحت کا ہو کراہت کا یا حرمت کا۔ یا حکم وضعی ہو (کسی حکم کا سبب، شرط، یا مانع ہو) کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ کے طبعی افعال اباحت کے علاوہ دوسرے احکام پر دلالت کرنے تک محدود ہیں۔ اصول فقہ کی کسی کتاب میں افعال نبوی کے باب میں ایک نظر ڈالنے سے اس موضوع سے متعلق صحیح بات معلوم ہو جائے گی۔

یا انہوں نے ان افعال کو سنت سے اس لئے خارج کر دیا کہ وہ بے شمار ہیں اور ان کے وقوع کے وقت انسانی قوی ان کو غور سے دیکھنے اور ان پر دھیان دینے، نیز ان پر آسمانی قوانین کی غور و فکر سے تطبیق کرنے سے عاجز ہیں۔

یہ وجہ بھی بے بنیاد ہے- اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ امت میں اللہ کے بہت سے متقی بندے ایسے ہیں جو ہر وقت اپنے رب کی طرف دھیان رکھتے ہیں اور اپنی تمام حرکات وسکنات پر اس کے حکم کو لاگو کرتے ہیں- پھر اللہ کے رسول، جو نبیوں میں سب سے افضل، معصومین میں سے سب سے بڑھ کر اور متقین میں سب سے آگے تھے، آخر ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ علاوہ ازیں فعل مباح کے لئے ارادہ اور نیت شرط نہیں ہے؟ نیت اور ارادہ صرف ان افعال کے لئے شرط ہے جو طاعات کی قبیل سے ہوں اور انہیں تقرب الٰہی کے لئے انجام دیا جاتا ہو- مکلّف کے لئے بس یہ جاننا کافی ہے کہ کھڑا ہونا یا بیٹھنا یا اس قسم کے دوسرے افعال مباح ہیں، جب تک کہ کوئی ایسی صورت حال پیش نہ آ جائے جس میں وہ حرام یا واجب نہ ہو جائیں، جب کوئی شخص اس قسم کا کوئی فعل (مثلاً کھڑا ہونا) کرنے کا ارادہ کرے تو اس وقت اس کی اباحت کا اظہار ضروری نہیں ہے- کوئی ایسی حالت جس میں یہ افعال حرام یا واجب ہو جائیں، جو شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے- اس وقت نفس اس امر (اباحت) کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس حالت میں ہی یہ بات انسان کو ملحوظ خاطر رہتی ہے-

اس تفصیل کے بعد بھی اگر کسی کے دل میں کچھ شبہ باقی ہے تو وہ حجۃ الاسلام ابو حامد محمد الغزالی رحمہ اللہ کی اس تشریح سے دور ہو جائے گا جو اس سے متعلق انہوں نے اپنی کتاب "الاربعین فی اصول الدین" میں کی ہے- فرماتے ہیں

"جاننا چاہیے کہ سعادت (خوش بختی اور کامیابی) کی کنجی سنت اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے، ان تمام چیزوں میں جن آپ سے صدور اور ورود ہوتا تھا، نیز آپ کی تمام حرکات و سکنات میں حتی کہ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے اور گفتگو کرنے کی ہیئت میں، یہ میں صرف ان آداب کے بارے

میں نہیں کہہ رہا ہوں، جن کا تعلق عبادات سے ہے، کیونکہ دوسرے امور میں بھی سنتوں سے لاپرواہی برتنے کا کوئی جواز نہیں- بلکہ میں ان تمام امور کے بارے میں بھی کہہ رہا ہوں جن کا تعلق عادات سے ہے- انہی کی پیروی کرنے سے آپ کا کامل اتباع ہوسکتا ہے- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم" (آل عمران-۳۱) (اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کردے گا-"

دوسری جگہ ارشاد ہے"وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا" (الحشر-۷) (جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو، اور جس چیز سے وہ تمہیں روکیں، اس سے رک جاؤ-)

اس لئے تم پر لازم ہے کہ بیٹھ کر پاجامہ پہنو، کھڑے ہو کر عمامہ باندھو، داہنے ہاتھ سے کھانا کھاؤ اور اپنے ناخن کاٹو اور ناخن کاٹتے وقت داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کاٹنا شروع کرو اور انگوٹھے پر ختم کرو- اسی طرح پاؤں کی انگلیوں کے ناخن کاٹتے وقت داہنے پاؤں کی چھنگلیا سے کاٹنا شروع کرو اور بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرو، اسی طرح اپنے تمام حرکات و سکنات میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو- سلف سے بعض واقعات مروی ہیں کہ ایک بزرگ نے خربوزہ کھانا اس لئے چھوڑ

دیا تھا کہ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے کس طرح کھایا تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک بزرگ نے بھول کر موزہ پہلے بائیں پاؤں میں پہن لیا، اس پر انہوں نے ایک کُر کفارہ دیا اس قسم کے اور بہت سے واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔''

کیا اس کے بعد بھی کسی ذی عقل کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ اتباع سنت میں تساہل برتے اور یہ کہے کہ یہ عادات کے قبیل سے ہیں ان چیزوں میں اتباع بے معنی ہے؟ یہ چیز اس پر سعادتوں کے دروازوں میں سے ایک عظیم دروازے کو بند کر دے گی۔''

اس کے بعد صاحب حجۃ اللہ بالغہ نے انفرادی طور پر جو باتیں کہی ہیں ان کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ نبی ﷺ کا کسی مریض سے یہ کہنا کہ شہد پیو، یا اچھا گھوڑا تلاش کرنے والے شخص سے فرمانا سیاہ رنگ والا گھوڑا اور پیشانی کے درمیان سفید نشان والا گھوڑا حاصل کرو، اس سے آپ کا مقصود مخاطب پر ان چیزوں کو لازمی قرار دینا یا مستحب بتانا نہ تھا۔ بلکہ اس سے آپ کا مقصود ایک دنیوی معاملے میں اس کی رہنمائی فرمانا اور اس کی خیر خواہی کرنا تھا۔ جیسا کہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس امر کا صیغہ کثرت سے ارشاد (رہنمائی)، تہدید (دھمکی) اور تعجیز (عاجز کرنے) کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اس کے باوجود ضروری ہے کہ ہم ایسے مقامات پر ارشاد نبوی ﷺ کو شرعی حکم پر دلالت سے خالی نہ کریں۔ آپ کے ایسے ارشادات سے ہم ایسی باتیں کہنے کی اباحت اخذ کر سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جس شخص کو طب میں اور گھوڑوں کی شناخت میں تجربہ حاصل ہو، وہ ناواقف یا کم تجربہ رکھنے والے شخص کو ایسا مشورہ دے سکتا ہے۔ جس

میں اس کے غالب گمان کے مطابق اس کا فائدہ ہو بلکہ ایسا کرنے کو اگر کوئی شخص مستحب کہتا ہے تو اس کی یہ بات حق سے بعید نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایسے کام میں دوسرے کی مدد کرنا ہے جس میں اسی کا فائدہ ہے۔

اسی قسم کی توجیہ حدیث ام زرع کی بھی کی جائے گی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور دوستوں کے درمیان اس قسم کی باتیں کرنا مباح ہے۔ اس کے علاوہ حدیث ام زرع سے اچھے اخلاق اور اعلیٰ صفات کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔

رہا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا یہ کہنا کہ اس (دوسری قسم) کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو وقتی اور جزئی فائدہ کے لئے اختیار کی گئی ہوں اور اس قسم میں آپ کے خاص حالات میں مخصوص قسم کے فیصلے داخل ہیں، تو یہ سراسر غلط ہے۔ کیا کوئی شخص اس قسم کے جزئی واقعات پر قیاس کی صحت کا انکار کر سکتا ہے۔ جبکہ اس کی مانند کوئی واقعہ اس کو خود پیش آئے۔ اور کیا کوئی اس بات کی صحت سے انکار کر سکتا ہے کہ اس جزئی واقعہ میں جو قیود موجود ہیں ان کی روشنی میں کوئی قاعدہ کلیہ بنایا جا سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے؟ "حکمی علی الواحد حکمی علی الجماعة" یعنی میرا جو حکم ایک شخص کے لئے ہے وہی تمام لوگوں کے لئے ہے"۔ اور کیا بیشتر شرعی احکام خاص حالات اور واقعات میں نازل ہوئے ہیں، یا اللہ کے رسول نے بتائے ہیں؟

اگر اس سے ان کی مراد بعض ان واقعات کی طرف اشارہ کرنا ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے صراحت فرما دی ہے ان کا حکم کسی خاص فرد کے لئے جیسے حضرت خزیمہ کی گواہی کے بارے میں ہے، تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات پر قیاس کرنا اور ان سے قاعدہ کلیہ مستنبط کرنا درست نہیں۔ لیکن اس بارے میں ہم ان سے یہ کہتے ہیں اس خاص فرد سے متعلق شرعی حکم کے آسمان سے نازل ہونے، اور جو چیز اس شرعی حکم پر

دلالت کرتی ہے اس کے دلیل شرعی ہونے کا کیا آپ انکار کر سکتے ہیں؟

قران مجید کی مندرجہ ذیل آیات جو شرعی ادلہ ہیں اور شرعی احکام پر دلالت کرتی ہیں کیا آپ ان کا انکار کر سکتے ہیں؟

وامرأة مؤمنة أن وهبت نفسها للنبي أن اراد النبي ان يستنكحها خالصة لک من دون المؤمنين (الاحزاب، ۵۰)	اور اس مسلمان عورت کو بھی (ہم نے آپ کے لئے حلال کیا) جو (بلاعوض) اپنے آپ کو نبی کو دے دے، بشرطیکہ نبی بھی اسے نکاح میں لانا چاہیں، یہ حکم آپ کے لئے مخصوص ہے نہ کہ (اور) مومنین کے لئے)
ومن الیل فتھجد بہ نافلة لک (الاسراء-۷۹)	اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھ لیا کریں، جو آپ کے حق میں زائد چیز (نفل) ہے-

ڈاکٹر موصوف نے امام غزالی کا جو اقتباس نقل کیا، یہ ان کی کتاب "الاربعین فی اصول الدین" کی الاصل العاشر فی اتباع السنۃ میں ہے- موصوف نے خود ذکر کیا کہ یہ میں نے دوسری کتاب سے لیا ہے- اگر اصل کتاب دیکھ پاتے تو وہ یہ اقتباس ضرور نقل کرتے جس میں امام غزالی نے ایک عملی مثال کے ذریعے بات سمجھائی ہے کہ تم دنیاوی امور میں ڈاکٹر وطبیب کی باتوں کی تصدیق کرتے ہو، وہ ادویات وپتھروں کی خاصیات بیان کریں تو تم مان لیتے ہو مگر اس ہستی کی بات ماننے کے لئے کیوں تیار نہیں جنہیں خود باری تعالیٰ نے تمام اسرار سے آگاہ فرمایا ہے- آیئے وہ اقتباس پڑھیے اور اپنے ایمان کی جلا وروشنی کا ذریعہ بنایئے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (ت-۵۰۵) فرماتے ہیں

ومن الاعمال ما يؤثر في الاستعداد لسعادة الاخرة اولشقاوتها لخاصية لسيت على القياس لا يوقف عليها الا بنور النبوة فاذا رأيت النبي ﷺ قد عدل عن احد المباحين الى الاخرواثره عليه مع قدرته عليهما فاعلم انه اعلم بنور النبوة على خاصية فيه كوشف به من عالم الملكوت كما قال رسول الله ﷺ يا ايها الناس ان الله عزوجل امرني ان اعلمكم مما علمني وادبكم مما ادبني لا يكثرن احدكم الكلام عند الجامعة كانه يكون منه خرس اولد ولا ينظرن احدكم الى فرج امرأته اذا هو جامعها فانه يكون منه اليقبلن ولا يقبلن احدكم امرأته اذا هو جامعها فانه يكون منه صمم الولد ولا يديمن احدكم النظر في الماء

وہ اعمال جن کا سعادت اخروی یا شقاوت اخروی پر اثر ہے ان کی خاصیت قیاسی نہیں ہے وہ نور نبوت پر ہی موقوف ہوں گے جب تم نے دیکھا نبی ﷺ نے دو مباحات میں سے ایک سے اعراض کر کے دوسرے کو اختیار کیا اور دوسرے پر قدرت کے باوجود اسے اس پر ترجیح دی ہے تو جان لو کہ آپ ﷺ نور نبوت سے اس کی خصوصیت سے آگاہ ہیں اور عالم ملکوت سے اس کا آپ پر کشف ہوا جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں وہ سکھا دوں جس کی اس نے مجھے تعلیم دی اور وہ ادب بتا دوں جو میری اس نے تربیت کی ہے تم میں سے کوئی جماع کے وقت زیادہ کلام نہ کرے کیونکہ اس سے اولاد گونگی پیدا ہوتی ہے۔ تم میں سے کوئی اس وقت بیوی کی شرمگاہ نہ دیکھے کیونکہ اس سے اندھا پن ہو جاتا ہے اور جماع کے وقت بوسہ نہ لو اس سے اولاد بہری پیدا

فانه يكون منه ذهاب العقل

(مسند الفردوس،۲،۸۱۷۲)

وهذا مثال ما ذكرناه واردنا ان ننبهك على اطلاعه على خواص الانبياء الى امور الدنيا لتقيس به اطلاعه ﷺ ما يؤثر بالخاصية في السعادة والشقاوة ولا تومن نفسك ان تصدق محمد بن زكريا الرازى المتطبب فيما يذكره من خواص الاشياء في الحجامة والاحجار والادوية ولا تصدق سيد البشر محمد بن عبد الله صلوات الله عليه وسلامه فيما يخبر به عنها وانت تعلم انه ﷺ مكاشف من العالم الاعلى بجمع الاسرار وهذا ينبهك على الاتباع فيها لا تفهم وجه الحكمة فيه على ما ذكرناه في السر الاول

(الاربعين فی اصول الدین،۱۲۵،۱۲۶)

ہوتی ہے۔ ہمیشہ پانی کو ہی نہ دیکھتے رہو اس سے عقل میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

یہ جو مثالیں ہم نے ذکر کیں ان سے ہم تمہیں خواص انبیاء علیہم السلام پر متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو انہیں دنیاوی امور کی نسبت حاصل ہے تاکہ تم نبی ﷺ کی اس اطلاع کو جان سکو جو سعادت وشقاوت کی خاصیت پر موثر ہے تو اپنے آپ کو ایسا نہ بناؤ کہ شیخ محمد بن زکریا رازی طبیب کے ذکر کردہ اور پتھروں و ادویات کے بیان کردہ خواص کو مان لو اور تمام انسانوں سے افضل ہستی حضرت محمد بن عبد اللہ (ان پر اللہ کی طرف سے صلوات اور سلام ہوں) کی اطلاع کو نہ مانو اور تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر عالم اعلیٰ سے تمام اسرار کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ تمہیں ان میں بھی اتباع کی طرف متوجہ کرے گا جس کی تم حکمت سے آگاہ نہیں جسے ہم نے سر اول میں ذکر کیا

پھر عبادات میں بلا عذر ترک سنت پر لکھا اور اس کے بعد یہ سوال کیا

فان قلت ففي اى جنس من الاعمال ينبغي ان تتبع السنة	اگر تم پوچھو کون سے اعمال میں سنت کی اتباع لازم ہے؟

اس کے جواب میں فرمایا

ہر سنت پر عمل کیا جائے ، اس کے بعد مثالیں دیں، ان تمام کی تمام کا تعلق دنیوی معاملات سے ہے۔

۱- آپ ﷺ کا فرمان ہے جس نے ہفتہ اور بدھ کے روز پچھنے لگوائے اسے برص کی بیماری لگ جائے گی۔ (المستدرک،۴-۴۰۹)

ایک محدث کا واقعہ

ایک محدث نے ہفتہ کے روز یہ عمل یہ کہتے ہوئے کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اسے برص ہو گیا۔ نہایت پریشان ہوئے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی فرمایا تو نے ہفتہ کے دن ایسا عمل کیوں کیا؟ عرض کی حدیث کا راوی ضعیف تھا فرمایا کیا اس نے میری طرف سے یہ بات نقل نہیں کی تھی؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں توبہ کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے شفا کی دعا فرما دی تو بیماری زائل ہو گئی۔

۲- آپ ﷺ کا فرمان ہے جس نے ہر ماہ کی سترہ کو منگل کے دن پچھنے لگوائے یہ پورے سال کا علاج ہے۔ (مسند الفردوس، ۲۷۷۷)

۳- فرمایا جو عصر کے بعد سویا اس کی عقل کم ہو جائے گی۔ (مسند ابو یعلی، ۴۹۱۸)

۴- فرمایا اگر ایک نعل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کی اصلاح تک ایک نعل میں نہ چلو۔ (مسلم، ۲۰۹۹)

(الاربعین فی اصول الدین-۱۲۹)

غور کیجئے امت کے اہل علم آپ ﷺ کے طریق و سنت کے بارے میں

کس قدر ہمیں متوجہ کر رہے ہیں کہ ان سے دور نہیں جانا۔ ہماری دنیا و آخرت انہی کی اتباع میں ہے مگر ہمارے بعض کم مطالعہ لوگ ان میں تفریق کر رہے ہیں کہ دنیاوی سنن میں نفع کا اعتقاد بھی لازم نہیں اس پر سوائے افسوس کے کیا کہا جا سکتا ہے؟

صحابہ کا عمل

کاش ہم صحابہ کے عمل سے ہی آگاہ ہوتے تو ایسی بات نہ کرتے۔ یہ واقعات پڑھیے اور دیکھئے کیا یہ نماز و روزہ کے معاملات ہیں۔

مسند احمد اور بزار میں حضرت مجاہد کا بیان ہے ہم ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے

فمر بمكان فحاد عنه فسئل لم فعلت؟ قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل هذا ففعلت	ایک جگہ گزرتے ہوئے وہ راستہ سے ہٹے عرض کیا ایسا کیوں کیا ہے؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا تو میں نے بھی ایسا کیا؟
(مسند احمد، ۴۸۷۰)	

امام نورالدین ہیثمی (ت۔۸۰۷) اس کے تحت لکھتے ہیں

رواه احمد والبزار ورجاله موثقون	اسے امام احمد اور بزار نے روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں
(مجمع الزوائد، باب اتباعہ فی کل شئی حدیث۔۸۱۱)	

یہاں امام ہیثمی نے جو باب کا عنوان بنایا

باب اتباعه صلى الله عليه وسلم في كل شئى	رسول اللہ ﷺ کی ہر شے میں اتباع کرنی چاہیے۔
(ایضاً)	

تجدید ایمان کا حکم

حضرت ملا علی قاری (ت۔۱۰۱۴) نقل کرتے ہیں

رسالتماب ﷺ کو کدو کی سبزی پسند تھی۔ امام ابو یوسف تشریف فرما تھے وہاں رسالتماب ﷺ کے اسی مبارک معمول کا تذکرہ ہوا تو ایک شخص نے وہاں کہہ دیا

انا ما احبه — میں تو اسے پسند نہیں کیا کرتا

امام نے تلوار نکال لی اور فرمایا

جدد الایمان والا لا قتلنک — تجدید ایمان کرو ورنہ میں تجھے اڑا دوں گا۔ (مرقاۃ المفاتیح - ۲ - ۱۶۶)

دیکھیے یہ کوئی نماز و روزہ کا معاملہ ہے یہ تو طبعی اور دنیاوی معاملہ ہے مگر امام موصوف نے کس قدر غیرت کا اظہار کیا جو یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دنیاوی اقوال پر اعتقاد نفع کا تصور ہی نہیں۔ بتائیے اس کا حکم کیا ہوگا؟

نام نہ بدلنے پر بے برکتی

آپ ﷺ کے مشورہ کی اہمیت پر ایک اور واقعہ سماعت کیجیے تا کہ ہمارے ایمان کو جلا و روشنی نصیب ہو، رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک معمول تھا کہ اگر کسی کا نام ایسا ہوتا جس کا معنی و مفہوم غلط ہوتا تو آپ ﷺ اس میں تبدیلی کر دیا کرتے اور اس سے بہتر نام کی طرف رہنمائی کرتے۔ مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کا نام برۃ (پاک) تھا تو آپ ﷺ نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا۔ (البخاری، باب تحویل الاسم الی اسم حسن منه)

اس باب اور اس سے سابقہ باب اسم الحزن میں مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میرے دادا رسول اللہ ﷺ کی خدمت

اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ عرض کیا میرا نام حزن ہے، آپ ﷺ نے فرمایا

بل انت سھل — بلکہ تمہارا نام سہل ہے

انہوں نے عرض کیا

لا اغیر اسماً سمانیه ابی — میں اپنے والد کا رکھا ہوا نام تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت ابن مسیّب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

فما زالت الحزونة فینا بعد — اس کے بعد ہمارے خاندان میں ہمیشہ اخلاقی سختی باقی رہی۔

(البخاری، باب اسم الحزن)

محدثین نے حزونة کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھا، شیخ داودی کے نزدیک اس کا معنی سختی ہے، ابن تین نے لکھا کہ آگے روایت کرنے میں سختی رہی۔ ان سے مراد یہ لی گئی

الشدة التی بقیت فی اخلاقهم — کہ ان کے اخلاق میں شدت و سختی قائم رہی۔

امام بدرالدین محمود عینی (ت۔۸۵۵) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ذکر اهل النسب ان فی ولده سوء خلق معروف فیهم لا یکاد یعدم منهم — ماہرین نسب نے لکھا کہ ان کی اولاد میں بدخلقی معروف تھی اور اس کے ختم ہونے کی امید ہی نہیں۔

(عمدة القاری۔۲۲۔۲۰۸)

(فتح الباری۔۱۰۔۴۷۳)

فصل

آپ ﷺ کا ارادہ بھی پاک اور حق ہے
سنت کی تعریف
بشریت و رسالت
امام غزالی کی اہم نصیحت

آپ ﷺ کا ارادہ بھی پاک اور حق ہے

رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال کا درجہ کس قدر بلند و اعلیٰ ہے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی کیجئے کہ ائمہ امت نے آپ ﷺ کے ارادہ کو بھی سنت میں شامل کر کے اس پر عمل کی تلقین کی۔

سنت کی تعریف

سنت کی تعریف پڑھیے اس میں جس طرح آپ ﷺ کے اقوال و افعال شامل ہیں۔ اسی طرح اس میں آپ ﷺ کا ارادہ بھی داخل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا ارادہ بھی پاک اور حق ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (ت۔۸۵۲) نے سنت کی تعریف یوں کی

ما جاء عن النبی ﷺ من اقواله افعاله وتقریره وما هم بفعله	رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال، سکوت اور جس فعل کا آپ ﷺ نے ارادہ کیا۔

(فتح الباری، ۱۳۰-۲۰۸)

علامہ عبدالغنی عبدالخالق، تعریف سنت کی تفصیل میں رقم طراز ہیں۔

ویشمل ایضاً الهم فانه افعال القلب وهو ﷺ لایهم الا بمشروع لانه لایهم الا بحق وعدم المواخذة بالهم هو بالنسبة الی غیره ومثال ذلک انه ﷺ قلهم بجعل اسفل الرداء اعلاه (فی الاستسقاء) فثقل علیه	سنت میں آپ ﷺ کا ارادہ بھی شامل ہے کیونکہ یہ دل کے افعال میں سے ہے اور آپ ﷺ کا ارادہ مشروع ہی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ حق ہی کا ارادہ فرماتے ہیں، ارادے پر عدم مواخذہ دوسروں کے لئے ہے۔ اس کی مثال استسقاء کے

فترکه وقد استدل به علی ندب ذلک
(حجیة السنة-۷۵)

موقعہ پر چادر کو نیچے سے اوپر کرنا ہے۔ آپ پر یہ کچھ مشکل ہوا تو آپ نے اسے ترک کر دیا۔ اس سے اہل علم نے اس کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔

غور کیجئے جب رسول اللہ ﷺ کا ارادہ بھی مشروع، حق اور پاک ہے اور اس پر عمل مستحب ہے تو پھر آپ ﷺ کے اقوال و افعال کس قدر بلند مقام رکھتے ہوں گے خواہ ان کا تعلق سنن عادیہ و دنیاویہ سے ہو۔ لہذا ہمیں آپ ﷺ کے اقوال کو خطا کہنے کے بجائے ان میں تحقیق کے ذریعے ان کے ایسے معانی کی طرف جانا ہو گا۔ جو ایسی بات کہنے سے ہمیں محفوظ رکھے۔ یہی اصحاب علم و معرفت کا طریقہ ہے، یہ نہیں کہ کبھی یہ کہہ دیا کہ آپ ﷺ چونکہ دنیاوی امور کے ماہر نہیں اس لئے ان امور میں اعتقاد و نفع بھی لازمی نہیں۔

بشریت و رسالت

ایسے مواقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کی شخصیت مبارکہ کو تقسیم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس میں بشریت و رسالت دونوں موجود ہیں، کچھ کام آپ نے بحیثیت رسول نہیں کئے بلکہ بحیثیت بشر کئے ہیں۔ اگر ہم قرآن و سنت کا گہرائی سے مطالعہ کرتے تو ہمیں سمجھ آجاتا کہ

وما محمد الا رسول — محمد رسول ہی ہیں

آپ ﷺ کی بشریت کے حوالہ سے فرمایا

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی — فرما دیجئے کہ میں تمہاری مثل بشر ہی ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔

یہاں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی بشریت کی رہنمائی وحی کرتی ہے۔ اس

بشریت کو عام نہ لیا جائے تاکہ گمراہی پیدا نہ ہو۔

یاد رہے اگر کسی موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تمہاری طرح بھول جاتا ہوں، میری حیثیت بھی ایک بشر کی سی ہے۔ تو وہ آپ ﷺ نے بطور تواضع فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپ ﷺ کی بشریت کو ممتاز کر کے بیان کر دیا تو ہمیں اس پر ایمان لانا اور اسی کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ تو جب آپ ﷺ کے مبارک ارادہ پر عمل مستحب ہے تو پھر قول مبارک پر عمل کا مقام کس قدر بلند ہوگا؟

امام غزالیؒ کی اہم نصیحت

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (ت-۵۰۵) نے اسلامی عقائد واضح کرنے کے لئے ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام "الاقتصاد فی الاعتقاد" (معتدل عقائد) ہے۔ ان کی تفصیل میں جانے سے پہلے انہوں نے امت مسلمہ کو ایک اہم نصیحت کی ہے۔ جو درج ذیل ہے

الاقطاب المقصوده وجملتها مقصورة على النظر في الله تعالىٰ فانا اذا نظرنا في العالم لم ننظر فيه من حيث انه عالم و جسم وسماء ارض بل من حيث انه صنع الله تعالىٰ وان نظرنا في النبي ﷺ لم ننظر فيه من حيث انه انسان و شريف و عالم و فاضل بل من حيث انه رسول الله وان نظرنا في اقواله لم نظر من حيث انها اقوال ومخاطبات

بنیادی مقصد تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاننے میں محدود ہے تو، اس جہاں کو دیکھیں تو صرف یہی نہ دیکھیں کہ یہ جہاں ہے، اس میں اجسام اور آسمان اور زمین ہیں بلکہ اسے اس اعتبار سے دیکھیں کہ یہ ہمارے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اس طرح جب نبی ﷺ کی طرف دیکھیں تو یہ نہ دیکھیں کہ آپ انسان، بزرگ اور عالم و فاضل ہیں بلکہ اس جہت سے دیکھیں کہ یہ اللہ کے رسول

وتفهيمات بل من حيث انها تعريفات بواسطته من الله تعالىٰ (الاقتصاد فی الاعتقاد، ٦)

ہیں۔ جب ہم آپ ﷺ کے اقوال دیکھیں تو انہیں صرف اقوال، خطابات اور تفہیمات ہی نہ جانیں بلکہ یہ جانیں کہ یہ آپ ﷺ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات و تعلیمات ہیں

باب ۳

رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کا دنیاوی امور میں بھی واقع کے مطابق ہونا

محدثین کا طریقہ

امام بخاری کے علاوہ دیگر محدثین کا عمل

شارحین کا موافقت

دوسرا مذہب

مذکورہ گفتگو اور فوائد

مختار و حق موقف ہمارا ہی ٹھہرا

ابن خلدون کا معاملہ

شاہ ولی اللہ دہلوی کی رائے کا تجزیہ

رسول اللہ کے اقوال وافعال کا دنیاوی امور میں بھی واقع کے مطابق ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیاوی امور کے بارے میں اقوال وافعال کا بھی واقع کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی کی طرف سے اس قدر حفاظت حاصل ہے کہ آپ ﷺ کی کوئی بات بھی خلاف واقع نہیں ہوسکتی خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی، اس پر اس سے بڑھ کر شہادت کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی درستگی کی ضمانت دی ہے۔ مثلاً فرمان الٰہی ہے کہ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے حق کا صدور ہی ہوگا۔

وما ینطق عن الھوی ۝ آپ ﷺ کے بولنے میں خواہش نفس کا دخل ہی نہیں (پ ۲۷، النجم، ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمادیا کہ میری زبان سے حق کے سوا کچھ خارج ہی نہیں ہوتا عرض کیا گیا آپ ﷺ بعض اوقات مزاح بھی تو کرتے ہیں تو فرمایا اس میں بھی میری زبان پر حق ہی جاری ہوتا ہے

بعض صحابہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اقوال مبارکہ کو لکھتے وقت محسوس کیا کہ آپ انسان ہیں خوشی، غمی اور راضی، ناراضگی کی حالت میں دیگر کی طرح فرق کرنے کی کوشش کی تو فرمایا اللہ کی قسم میری زبان سے حق کے سوا کچھ نکلتا ہی نہیں لہٰذا تم میرے تمام اقوال اور تمام احوال وحالات بھی لکھ لیا کرو ان تمام چیزوں کی تفصیل کتاب میں موجود ہے

کیا ایسے مواقع پر امت کو اس سے آگاہ کرنا ضروری نہ تھا کہ تم میرے دینی اور دنیاوی اقوال میں فرق کیا کرو اگر میں دین کی بات کہوں تو لکھو اور اگر دنیاوی کہوں تو نہ لکھو، میری زبان سے دین کے بارے میں کلمات صادر ہوں تو وہ حق ہی ہوں گے اور اگر دنیاوی امور کے بارے میں صادر ہوں تو ان کا حق ہونا ضروری نہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ ایسے موقع پر کسی جگہ کوئی ایسی تقسیم موجود ہی نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع کا حکم دیتے ہوئے بھی ایسی کوئی تقسیم روا نہیں رکھی بلکہ آپ پیچھے پڑھ آئیں ہیں کہ متعدد آیات دنیاوی امور میں اتباع کے حوالہ سے ہی نازل ہوئی ہیں۔ تو ایسی تقسیم ماننا نصوص کی تکذیب ہے

لہٰذا دنیاوی امور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کا واقع کے مطابق ہونا نبوت وعصمت کا تقاضا ہے اس لیے اہل علم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ کو بھی پاک اور مشروع ہی قرار دیا ہے۔ یہاں ان لوگوں کا رد ضروری ہے جو یہ کہتے ہیں قدماء سے اس پر کوئی تصریح نہیں۔ ہاں ان کی گفتگو سے لازم وثابت یہی قول ومذہب ہے۔ کہ آپ ﷺ کے تمام اقوال وافعال واقع کے مطابق ہیں

یہاں ہم ڈاکٹر محمد سلیمان اشقر کی تفصیلی گفتگو نقل کر کے اپنا موقف آشکار کرنا چاہ رہے ہیں۔ لکھتے ہیں اس بارے میں دو مذاہب ہیں

المذهب الاول انه صلى الله عليه وآله وسلم معصوم من خطأ الاعتقاد في امور الدنيا بل كل ما يعتقده في ذالک فهو مطابق للواقع ولم نجد احدامن قدماء الاصوليين صرح بهذا	پہلا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور کے اعتقاد میں بھی معصوم ہیں اور ان میں آپ جو بھی اعتقاد کریں گے وہ واقع کے مطابق ہی ہوگا لیکن قدما اصولیین میں سے اس مذہب پر ہم کسی

المذهب، ولكنه لازم لمن جعل جميع افعاله صلى الله عليه وآله وسلم حجة حتى في الطبيات والزراعة ونحوها وهو لازم ايضاً لمن صحح منهم ان تقريره صلى الله عليه وآله وسلم لمخبر عن امر دنيوى يدل على صحة ذالك الخبر كما فعل السبكي وايده المحلي والبناني، والذين عندحصرهم اقسام الافعال النبوية لم يذكروا الفعل النبوى في الامور الدنيوية كقسم من افعاله لا دلالة فيه يظهر انهم يقولون بهذاالقول اذ يلزمهم ان يكون فعله صلى الله عليه وآله وسلم في الطب مثلاً دليلاً شرعياً من هؤلاء ابو شامة والسبكي و ابن الهمام وغيرهم وابن القيم في كتابه (الطب النبوى) يذهب الى حجية افعالهصلى الله عليه وسلم في الطب فيلزمه القول بهذا المذهب

کی تصریح نہیں پاتے ۔ ہاں ان لوگوں کے عمل سے یہ لازم وثابت ہو رہا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام افعال کو محبت ودلیل قرار دیا، خواہ ان کا تعلق طب سے ہو یا زراعت وغیرہ سے ہو اور یہ ان کے قول کو بھی لازم ہے جنہوں نے اس بات کو صحیح قرار دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی امر دنیا کو سن کر اسے ثابت رکھا تو یہ اس کی خبر کی صحت پر دال ہے جیسے امام سبکی نے کہا اور اس کی تائید امام محلی اور بنانی نے کی اور جن اہل علم نے افعال نبوی پر بحث کی انہوں نے امور دنیاوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کو اس قسم میں شامل نہیں کیا جن کی احکام پر دلالت نہیں، ان کے اس عمل میں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مذہب کے قائل ہیں کیونکہ یہ لازماً یہی کہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثلاً طبی فعل دلیل شرعی ہے اور یہ بات امام ابو شامہ، امام سبکی، امام ابن الھمام اور دیگر اہل علم نے کہی ہے شیخ ابن قیم نے اپنی کتاب الطب النبوی میں آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طبی افعال کو حجت قرار دیا تو لازماً ان کا بھی یہی مذکور مذہب ہے

محدثین کا طریقہ

پھر اس مذہب پر محدثین کے طریقہ سے یوں استدلال کیا

یظهر ان هذه طريقة المحدثين فانا نجد عند البخاري مثلاً هذه الابواب ولم يذكر فيها من الاحاديث الا احاديث فعلية . باب السعوط ،باب الى ساعة يحتجم ،باب الحجامة في السفر ،باب الحجامة على الرأس ،باب الحجامة من الشقيقة والصداع

اور ظاہر یہی ہے کہ تمام محدثین کا طریقہ و مذہب یہی ہے کیونکہ ہم مثلاً امام بخاری کے ہاں متعدد ابواب ایسے پائے ہیں جن میں فقط احادیث فعلیہ ہیں باب ''ناک کے ذریعے دوائی'' باب ''کس وقت پچھنے لگوائے جائیں سفر میں پچھنے لگوانے میں باب ،سر میں پچھنے لگوانے میں باب ،مرگی کے علاج کے لیے پچھنے لگوانے میں باب۔

امام بخاری کے علاوہ دیگر محدثین کا عمل

اور امام بخاری کا عمل بتانے کے بعد لکھا

و عند غيره من المحدثين كا صحاب السنن تبويات مشابهة

ور امام بخاری کے علاوہ دیگر تمام محدثین مثلاً اصحاب سنن (امام نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، وغیرہم) کے ہاں بھی اس طرح کے ابواب موجود ہیں

شارحین کی موافقت

محدثین کا عمل وطریقہ واضح کرنے کے بعد لکھا

ویوافقهم الشراح غالباً فیذکرون استحباب ادویة معینة لامراض معینة بناء علی ما ورد فی ذالک من الافعال النبویة.

پھر شارحین حدیث کی غالب اکثریت نے ان محدثین کی موافقت کی اور کہا معین بیماریوں کے لیے ایسی ادویات کا استعمال مستحب اور بہتر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے استعمال کیں۔

دوسرا مذہب

اس کے بعد دوسرا مذہب بیان کیا کہ دنیاوی امور میں نبی ﷺ کے اعتقاد کا واقع کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ منصب نبوت کا تعلق فقط دینی امور اور امور شرعیہ سے ہوتا ہے دنیاوی امور سے نہیں ممکن ہے آپ ﷺ کسی کو مظلوم قرار دیں اور وہ ظالم ہو، آپ کسی مرض معین کے لیے کوئی دوا متعین کریں تو وہ شفا نہ دے کیونکہ یہ تمام بحیثیت ایک انسان کے ہیں۔

وقد صرح باصل هذا المذهب دون تفاصیله القاضی عیاض والقاضی عبد الجبار الهمدانی والشیخ محمد ابو زهره الا ان القاضی عیاض اوجب ان یکون الخطاء فیذالک نادراً لا کثیراً یؤذن بالبله والغفلة.

اصلاً اس مذہب کی نشاندہی بغیر تفصیل قاضی عیاض، قاضی عبد الجبار ہمدانی اور شیخ محمد ابو زہرہ نے کی البتہ قاضی عیاض نے اس کو لازم قرار دیا ہے کہ ان میں خطا شاذ و نادر ہوگی نہ کہ اتنی زیادہ کہ اس سے غفلت اور بغاوت کا احساس شروع ہو جائے۔

اس کے بعد دو احادیث "انتم اعلم بدنیاکم اور فاقضی له علی نحو ما

اسمع" سے اس مذہب پر استدلال کیا اور لکھا

و ممن صرح بهذه القاعده بصفتها العامة من الاصوليين القدامى القاضى عبدالجبار .... اما من حيث التفصيل فقد وضحه ابن خلدون فى المقدمة فى شان ماورد عنه ﷺ فى شان الطب	اسے بطور عام قاعدہ متقدم اصولیین میں سے جس نے صراحۃً لکھا ان میں قاضی عبدالجبار معتزلی ہے ---لیکن اس کی تفصیل ابن خلدون نے مقدمہ میں رسول اللہ ﷺ کے طبی افعال بیان کرتے ہوئے کی۔

(افعال النبی، ۲۴۲ تا ۲۴۵)

یاد رہے یہ تمام گفتگو ہمارے مخالف مؤقف رکھنے والے کی ہے۔

مذکورہ گفتگو اور فوائد

بلاشبہ اس سے یہ فوائد سامنے آتے ہیں۔

۱۔امت کی غالب اکثریت کا مختار بلکہ حق مؤقف یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول و فعل دنیاوی امور میں بھی واقع کے مطابق ہی ہوتا ہے نہ کہ خلاف واقع۔

۲۔اس مؤقف والوں میں یہ آئمہ امت ہیں۔ امام سبکی، امام محلی، شیخ بنانی، امام نووی کے استاذ، امام ابوشامہ، امام ابن ہمام حنفی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۳۔تمام محدثین کا یہی مؤقف ہے جن میں امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ بھی شامل ہیں۔

۴۔شارحین حدیث کی اکثریت کا بھی یہی مؤقف ہے۔

۵۔دوسرا مؤقف کچھ لوگوں کا ہے نہ کہ اکثریت کا۔

۶۔دوسرے مؤقف والوں میں سرفہرست قاضی عبدالجبار معتزلی ہے۔ان کے علاوہ متقدمین میں کوئی نہیں۔

۷۔ قاضی عیاض بھی اس میں شامل ہیں مگر اس پر خود تصریح کر دی کہ وہ بطور نادر ایسی بات مانتے ہیں اور نادر کالمعدوم ہوتا ہے بلکہ ہم یہاں قاضی عیاض کا ایک اہم حوالہ نقل کر رہے ہیں

فلنقطع عن یقین بانه لا یجوز علی الانبیاء خلف فی القول فی وجه من الوجوه لا یقصد ولا بغیر قصد	ہم یہ قطعی اور پختہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے اقوال کسی بھی طرح خلاف واقع نہیں ہو سکتے نہ دانستہ اور نہ نادانستہ (الشفاء، ۲:۱۲، ۱۳)

امام احمد خفاجی نے "فی وجه من الوجوه" کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

ای فی شیء کان من قبیل البلاغ ام لا (نسیم الریاض، ۵:۳۰۵)	کسی شے کے بارے میں ایسا نہیں ہو سکتا خواہ اس کا تعلق تبلیغی امور سے ہو یا ان سے نہ ہو۔

مختار و حق موقف ہمارا ہی ٹھہرا

مخالفین بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ امت کا فیصلہ یہی ہے کہ آپ ﷺ کی ہر معاملے میں گفتگو حق اور واقع کے مطابق ہی ہے اگر معتزلہ نے کوئی دوسری راہ نکالی ہے تو اس سے متاثر ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہمیں اسی راہ پر گامزن رہنا چاہیے جس پر اہل سنت آرہے ہیں کتاب میں پوری فصل اس پر موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے حق ہی صادر ہوتا ہے

ابن خلدون کا معاملہ

پھر خود ہی جائزہ لیجیے کہ اگر ابن خلدون نے طب کے حوالے سے گفتگو میں کہہ دیا کہ اس کی بنیاد وحی نہیں تو کیا ہم اسے تسلیم کر لیں گے جب کہ پیچھے امام بخاری، امام غزالی، علامہ تفتازانی، امام ابن حزم ظاہری، شیخ ابن قیم اور دیگر آئمہ محدثین سے

پڑھ چکے ہیں کہ علم طب کے انبیاء علیہم السلام اس قدر ماہر ہوتے ہیں کہ دیگر اطباء سوچ ہی نہیں سکتے بلکہ اس کا علم بھی حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہی دنیا کو نصیب ہوا۔ بقول امام غزالی، ارسطو، جالینوس اور افلاطون نے یہ علم تعلیمات انبیاء سے ہی حاصل کیا مگر خود اس کے چیمپین بن گئے اور ہم نے اسے تسلیم کرلیا حالانکہ یہ تمام نبوت کے ہی فیوض و برکات ہیں۔ بلکہ اگر ابن خلدون (ت، ۸۰۸) کے یہ الفاظ بھی سامنے رہتے تو معاملہ نہ بگڑتا۔

فلا ینبغی ان یحمل شیء من الطب الذی وقع فی الاحادیث المنقولة علی انه مشروع فلیس هناک ما یدل علیه اللهم الا اذا استعمل علی جهة التبرک و صدق العقد الایمانی فیکون له اثر عظیم النفع۔

(المقدمہ، ۴۹۴)

احادیث منقولہ میں وارد مسائل طب کو شرعی احکام بنانا مناسب نہیں کیونکہ ان کے شرعی ہونے پر کوئی دلالت و رہنمائی موجود نہیں البتہ اگر کوئی شخص بطور برکت اور اپنی ایمان کی سچائی کی بناء پر ان پر عمل کرتا ہے تو اس کے لیے عظیم نفع اور اثر کا حصول ہوگا۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کی رائے کا تجزیہ

قاضی عیاض مالکی کا پیچھے آگیا کہ وہ ایسی بات کو نادر آمانتے ہیں اور نادر پر حکم ہی نہیں ہوتا لہذا وہ تو ہمارے ساتھ ہیں ان مخالفین میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا تذکرہ بھی ہے۔ شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغۃ میں اس پر گفتگو کی ہے چونکہ ہمارے ہاں اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے کچھ اہل علم اسی مؤقف سے متاثر ہو رہے ہیں اور اس کا اثر اہم ملکی فیصلوں پر ہو رہا ہے۔ مثلاً مسئلہ حق شفعہ کے بارے میں محترم جسٹس ایم۔ ایس

قریشی نے اپنے فیصلہ میں اسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اور اس کا ایک اقتباس نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جو احادیث کتب حدیث میں مدون ہوئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں ایک قسم ان احادیث کی ہے جو تبلیغ رسالت سے متعلق ہیں اور دوسری قسم میں وہ احادیث آتی ہیں جو تبلیغ رسالت سے متعلق نہیں اور اس دوسری قسم کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں اسی کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ایک انسان ہوں جب میں تم سے کوئی مذہبی امر بیان کروں تو اس کو اختیار کرو اور جو بات میں اپنی رائے سے کہوں بس میں انسان ہوں۔

(البلاغ، شمارہ مئی جون ۱۹۸۶)

اس میں ان اہل علم کا کوئی قصور نہیں۔ قصور ان لوگوں کا ہے جنہوں نے ترجمہ کیا اور اس پر کوئی نوٹ نہیں دیا حالانکہ یہ نوٹ دینا لازم تھا کہ یہ امت کا موقف نہیں یا کم از کم یہ لکھ دیا جاتا کہ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے تا کہ حوالہ لینے والا دوسرے موقف کی طرف متوجہ ہو سکتا۔

ہم نے نوٹ دینا تو کجا اس بناپر یہ لکھنا شروع کر دیا کہ نبی کو دنیاوی امور کا علم ہوتا ہی نہیں یعنی اسلام مذہب ہے نہ کہ دین و ضابطہ حیات اس وجہ سے بندہ نے بتوفیق اللہ زیر نظر کام کیا ہے

حالانکہ یہ امت کا موقف نہیں

حالانکہ امت مسلمہ کا یہ موقف ہرگز نہیں اس لیے متعدد اہل علم نے شاہ صاحب کی دلائل کے ساتھ خوب تردید کی ہے۔ اور ان کے موقف کو غلط قرار دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کا علمی و تحقیقی رد

متعدد اہل علم نے شاہ ولی اللہ دہلوی کا علم و تحقیق کے ساتھ خوب رد کیا ہے۔

مثلاً شیخ عبد الغنی عبد الخالق نے اپنی کتاب حجیۃ السنۃ میں بڑی تفصیل کے ساتھ شاہ ولی

اللہ کے مؤقف کا علمی و تحقیقی رد کیا ہے۔ اس کی تفصیل ''تھانوی صاحب کی بات کا تجزیہ'' کے تحت ملاحظہ کر لیں۔ کچھ حصہ یہاں بھی نقل کیے دیتے ہیں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ

دوسری قسم وہ ہے جو تبلیغ دین کے قبیل سے نہیں ہے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''جب میں تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کسی چیز کے بارے میں حکم دوں تو اسے قبول کرو۔ اگر اپنی رائے سے تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو یہ سمجھ لو کہ میں بھی انسان ہوں۔'' اسی طرح تابیر نخل (کھجور کے درختوں کی پیوند کاری) کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''میرا صرف یہ ایک خیال تھا، میرے خیال کے سبب میرا مؤاخذہ نہ کرو، لیکن جب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز بیان کروں، تو اسے قبول کرو۔ اس لیے کہ میں اللہ تعالیٰ پر (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اسی قسم میں سے طب نبوی ہے۔ اس میں آپ کا یہ فرمان ہے ''علیکم بالادھم والاقرح'' جہاد کے لیے کالے اور ایسے گھوڑے پالو جن کی پیشانی پر سفید نشان ہو۔ اس کا تعلق تجربہ سے ہے۔ اسی قسم میں سے وہ چیزیں بھی ہیں۔ جنہیں نبی کریم عادت کے طور پر کیا کرتے تھے، عبادت کے طور پر نہیں۔ اتفاق سے کبھی ایسا کرتے، ان میں قصد اور ارادہ کا دخل نہیں ہوتا تھا۔ اسی قسم میں سے وہ قصے ہیں۔ جن کو آپ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ جیسے آپ کی قوم کے لوگ ان کو بیان کیا کرتے تھے، جیسے حدیث ام زرع اور حدیث خرافہ، اسی قسم میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہے کہ ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں کچھ رسول اللہ ﷺ کی احادیث سنائیے۔ فرمایا: میں آپ کا پڑوسی تھا جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو مجھے بلا بھیجتے۔ میں اسے لکھ دیا کرتا۔ جب ہم دنیا کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا کی باتیں کرنے لگتے، جب ہم کھانے پینے کا ذکر کرتے تو آپ

بھی اس کا ذکر فرماتے۔ میں تم سے یہ تمام باتیں رسول اللہ ﷺ سے سن کر بیان کرتا ہوں۔"

اسی قسم سے وہ چیزیں بھی ہیں جو وقتی طور پر جزئی مصلحت کے لیے آپ اختیار فرماتے، ان کا تعلق ان امور سے ہوتا جو رہتی دنیا تک تمام امت کے لیے لازم ہوں۔ مثلاً لشکر کی تیاری، یا شعار کی تعیین (فوجی سپاہیوں کی خفیہ نشانی) کے بارے میں خلیفہ کو ہدایات، مثلاً ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اب ہمیں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو ہم ایک خاص زمانہ میں لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے کیا کرتے تھے۔ اب اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ڈر ہوا کہ ممکن ہے اس کا کوئی اور سبب ہو۔ (اس لیے منع کرنے سے باز رہے) بہت سے احکام کو اسی نوع پر محمول کیا گیا ہے۔ جیسے ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ میدان جنگ میں جو کسی کو قتل کرے تو مقتول کا سامان اسی کا ہے۔ اسی قسم میں سے آپ کے بعض مخصوص فیصلے ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ شہادت، ثبوت اور قسموں سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، حاضر وہ کچھ دیکھ لیتا ہے، جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

اس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ دوسری قسم، مع اپنی ذیلی تقسیمات کے کسی حکم شرعی کو نہیں بتلاتی یعنی اس کے تبلیغ رسالت کی قبیل سے ہونے کی اس میں نفی کی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ۱۲۱)

طبعی امور کے سنت ہونے پر امت کا اتفاق

هذا .واخراج الأمور الطبيعية من السنة أمر عجيب؛ وأعجب منه: أن يدعي بعضهم ظهوره مع اجماع الأمة المعتبرين على السكوت	شاہ صاحب کا طبعی امور کو سنت سے خارج کرنا عجیب وغریب معاملہ ہے۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بعض نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ

عنها، وعدم اخراجها . ولست أدري: لم أخرجها هؤلاء؟: اأخرجوها: لأنها لا يتعلق بها حكم شرعي؟ وكيف يصح هذا مع أنها من الأفعال الاختيارية المكتسبة، وكل فعل اختياري من المكلف لا بد أن يتعلق به حكم شرعي. من وجوب أو ندب أو اباحةأو كراهةأو حرمة. ؛وفعل النبي الطبيعي مثل الفعل الطبيعي من غيره؛ فلا بد أن يكون قد تعلق به واحد من هذه الأحكام ؟وليس هذا الحكم الكراهةولا الحرمةلعصمة .وليس الوجوب ولا الندب :لعدم القربة فيه.فلم يبق الاالاباحة؛وهي حكم شرعي .فقد دل الفعل الطبيعي منهﷺعلى حكم شرعي ،وهو :الاباحةفي حقه ،بل و في حقنا أيضاً: ﴿لقد كان لكم في

طبعی امور کا سنت سے خارج ہونا ایک ظاہری بات ہے۔ حالانکہ معتبر آئمہ کا ان امور سے متعلق سکوت اور ان کو سنت سے خارج نہ کرنے پر اتفاق ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آخر ان لوگوں نے طبعی امور کو سنت سے کیوں خارج کر دیا ہے؟ کیا انہوں نے ان امور کو اس لیے خارج کر دیا ہے کہ ان سے کوئی شرعی حکم متعلق نہیں ہے؟ یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے۔ حالانکہ وہ بندہ کے اختیاری اور اکتسابی افعال میں سے ہیں۔ اور مکلف کے ہر اختیاری فعل کے لیے ضروری ہے کہ اس سے کوئی شرعی حکم متعلق ہو۔ یعنی وجوب، استحباب، اباحت، کراہت یا حرمت نبی کریم ﷺ کا طبعی فعل دوسروں کے طبعی فعل کے مثل ہے۔۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس سے بھی ان مذکورہ شرعی احکام میں سے کوئی حکم متعلق ہو۔ لیکن آپ کے طبعی فعل سے کراہت یا حرمت کا حکم متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ ﷺ معصوم ہیں اور نہ ہی وہ واجب و مستحب ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ان افعال کو تقرب وثواب کے

رسول الله أسوة حسنة﴾ ولقد أجمع المؤلفون في باب أفعاله ومنهم شارحا التحرير على أن أفعاله الطبيعية تدل على الاباحة في حقه ﷺ وفي حق أمته وكل يحكي الاتفاق على ذالك، عن الأئمة السابقين. أم أخرجها: لأنهم ظنوا أن الاباحة ليست حكماً شرعياً؟ وهذا لا يصح أيضاً: فان الأصوليين مجمعون على شرعيتها. اللهم الا فريقاً من المعتزلة ذهب الى عدم شرعيتها:

لیے نہیں کیا جاتا۔ اب صرف اباحت کا حکم باقی رہتا ہے اور اباحت خود ایک شرعی حکم ہے۔ اس لیے آپ کا طبعی فعل آپ کے حق میں ایک شرعی حکم پر دلالت کرتا ہے۔ بلکہ ہمارے حق میں بھی اسی حکم کو بتلاتا ہے اس لیے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (الاحزاب،۱۲)(یعنی درحقیقت تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے) آپؐ کے افعال سے متعلق تمام مؤلفین کا اجماع ہے اور ان میں التحریر کے دونوں شارحین بھی شامل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے طبعی افعال آپ کے حق میں بھی اور آپ ﷺ کی امت کے حق میں اباحت پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس پر سابق آئمہ کا اتفاق نقل کرتا ہے۔ یا انہوں نے اس لیے ان افعال کو سنت سے خارج کر دیا ہے کہ ان کے خیال میں اباحت کوئی شرعی حکم نہیں؟ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ تمام علمائے اصول اس کے شرعی حکم ہونے پر متفق ہیں سوائے معتزلہ کے ایک گروہ کے، جو اس کو شرعی حکم نہیں مانتے۔

شاہ صاحب کی انفرادی باتوں کا رد

وبعد: فقد بقي ما انفرد به صاحب (حجة الله البالغة)؛فنقول: ان النبي ﷺ اذا قال للمريض: اشرب العسل.ولمن أراد أن يقتني الجيد من الخيل:عليكم بالأدهم الأقرح . فليس المقصود له:الزام المخاطب ولا ندبه؛بل المقصود له:الارشاد والنصح في أمر دنيوى .بقرينة المقام و كثيراً ما يرد الأ مر في القرآن للأرشاد وللتهديد وللتعجيز ولكن.مع هذا كله .يجب أن لا نجرد كلام الرسول في مثل هذه المواطن ،عن الدلالةعلى حكم شرعي فانا نستفيد اباحة التكلم بمثل هذا الكلام،من مثله (عليه أفضل الصلوٰة وأتم السلام)فنستفيد :أن من له تجربة في الطب والخيل ونحوهما يباح له أن يرشد غيره

اس کے بعد صاحب حجۃ اللہ البالغۃ نے انفرادی طور پر جو باتیں کہی ہیں ان کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ نبی کا کسی مریض سے یہ کہنا کہ شہد پیو، یا اچھا گھوڑا تلاش کرنے والے سے فرمانا سیاہ رنگ والا گھوڑا اور پیشانی کے درمیان سفید نشان والا گھوڑا حاصل کرو۔اس سے آپ کا مقصود مخاطب پر ان چیزوں کو لازمی قرار دینا یا مستحب بتانا نہ تھا۔بلکہ اس سے آپ کا مقصود ایک دنیاوی معاملے میں اس کی رہنمائی فرمانا اور اس کی خیرخواہی کرنا تھا۔جیسا کہ سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے۔قرآن مجید میں بھی اس امر کا صیغہ کثرت سے ارشاد (رہنمائی)،تہدید (دھمکی) اور تعجیز (عاجز کرنے) کے لیے استعمال ہوا ہے۔اس کے باوجود ضروری ہے کہ ہم ایسے مقامات پر ارشاد نبوی ﷺ کو شرعی حکم پر دلالت سے خالی نہ کریں۔آپ کے ایسے ارشادات سے ہم ایسی بات

ممن كان جاهلاً ،أو أقل منه تجربة. حيث انه غلب على ظنه أن ما يرشده اليه ،فيه مصلحة له. بل لو ذهب ذاهب الى ندب ذالك ،لم يبعد عن الحق :لأن فيه اعانة للغير على ما فيه المصلحة .ومثل هذا يقال فى تحدثه ﷺ بنحو حديث أم زرع فانه يدل على اباحة تحدث الملكف بنحو ذالك بين أهله وعشيرته وأصدقائه ؛فضلاً عما فيه :من الأرشاد الى الأخلاق الفاضلة،والصفات الكاملة.

کہنے کی اباحت اخذ کر سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جس شخص کو طب میں اور گھوڑوں کی شناخت میں تجربہ حاصل ہوا،وہ ناواقف یا کم تجربہ رکھنے والے شخص کو ایسا مشورہ دے سکتا ہے۔جس میں اس کے غالب گمان کے مطابق اس کا فائدہ ہو بلکہ ایسا کرنے کو اگر کوئی شخص مستحب کہتا ہے تو اس کی یہ بات حق سے بعید نہیں ہے۔اس لیے کہ اس میں ایسے کام میں دوسروں کی مدد کرنا ہے جس میں اسی کا فائدہ ہے۔اسی قسم کی توجیہ حدیث ام زرع کی بھی کی جائے گی۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے گھر والوں ،رشتہ داروں اور دوستوں کے درمیان اس قسم کی باتیں کرنا مباح ہے۔اس کے علاوہ حدیث ام زرع سے اچھے اخلاق اور اعلیٰ صفات کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔

شاہ صاحب کی بات سراسر غلط

وأما قول الدهلوى: ((ومنه ما قصد به مصلحة جزئية يومئذ ،ومنه حكم وقضاء خاص)). فهو بيّن الخطأ .وهل يمكن أحداً أن ينكر صحة القياس

رہا شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ کہنا کہ اس (دوسری قسم) کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو وقتی اور جزئی فائدہ کے لیے اختیار کی گئی ہوں اور اس قسم میں آپ کے خاص حالات میں مخصوص فیصلے

على مثل هذه الحوادث الجزئية اذا جدّ ما يماثلها ؛وأنه يصح تقعيد قاعدة كلية مشتملة على ما انطوت عليه الحادثة الجزئية من قيود: وقد قال ﷺ: ((حكمي على الواحد حكمي على الجماعة))؟وهل نزلت أغلب الأحكام الشرعية أو بينها الرسول الا في حوادث خاصة؟ فان كان مراده بذالك: ما نص الرسول على أنه خاص بذالك الفرد بخصوصه. كما حدث في شهادة خزيمة سلمنا له عدم صحة القياس وتقعيد القاعدةالكلية من نحو هذه الحادثة. ولكنا نقول له: أيمنك أن تنكر أن ما تعلق بهذا الفرد بخصوصه حكم شرعي نزل من السماء ؛ وأن ما دل عليه يكون دليلاً شرعياً؟

(حجیۃ السنۃ،۸۲)

داخل ہیں۔تو یہ سراسر غلط ہے۔کیا کوئی شخص اس قسم کے جزئی واقعات پر قیاس کی صحت کا انکار کرسکتا ہے۔جب کہ اس کی مانند کوئی واقعہ اس کو خود پیش آئے۔اور کیا کوئی اس بات کی صحت سے انکار کرسکتا ہے کہ اس جزئی واقعہ میں جو قیود موجود ہیں۔ان کی روشنی میں کوئی قائدہ کلیہ بنایا جا سکتا ہے؟رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔یعنی میرا جو حکم ایک شخص کے لیے ہے وہی تمام لوگوں کے لیے ہے۔اور کیا بیشتر شرعی احکام کا نزول یا رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ احکام خاص حالات اور واقعات میں نازل نہیں ہوئے ہیں اگر اس سے ان کی مراد بعض ان واقعات کی طرف اشارہ کرنا ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے صراحت فرمادی ہے۔ان کا حکم کسی خاص فرد کے لیے جیسے حضرت خزیمہ کی گواہی کے بارے میں ہے۔تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات پر قیاس کرنا اور ان سے قائدہ کلیہ مستنبط

کرنا درست نہیں۔ لیکن اس بارے میں ہم
ان سے یہ کہتے ہیں۔ اس خاص فرد سے
متعلق شرعی حکم کے آسمان سے نازل ہونے
اور جو چیز اس شرعی حکم پر دلالت کرتی
ہے۔ اس کے دلیل شرعی ہونے کا کیا آپ
انکار کر سکتے ہیں؟

دونوں کا موقف یکساں ہے

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ کیا کہ تمام اہل علم نے ابن خلدون اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے مؤقف کو یکساں اور ایک ہی قرار دیتے ہوئے اس کا خوب رد کیا ہے۔ ہمارے دور کے ایک فاضل مفتی تقی عثمانی پہ تعجب ہے کہ وہ ابن خلدون کا تو رد کرتے ہیں مگر شاہ ولی اللہ دہلوی کی بات کی تائید کرتے ہیں حالانکہ مؤقف ان دونوں کا ایک ہی ہے۔ آیئے موصوف کی عبارت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ابن خلدون کی عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں

قال العبد الضعيف عفا الله عنه: ان كان ابن خلدون، رحمه الله أراد بهذه العبارة ان المعالجات المروية عن رسول الله ﷺ مبنية على تجارب محلية قاصرة على بعض الاشخاص، فيمكن أن يكون بعضها غير موافقة للحقائق العلمية الثابتة، فهذا كلام في غاية

بندہ ضعیف عفا اللہ عنہ کہتا ہے ابن خلدون رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عبارت سے اگر یہ مراد لیا ہے کہ حضور ﷺ سے منقول علاج تجربوں پر مبنی اور کچھ مقامی افراد کے ساتھ مخصوص تھا ممکن ہے ان میں سے کچھ چیزیں ثابت علمی حقائق کے موافق نہ ہوں۔ تو یہ گفتگو نہایت ہی خطرناک ہے اسی طرح ابن خلدون کے اس جزم کا معاملہ ہے کہ ان میں وحی کا دخل نہیں اس کی بنیاد کوئی نص

الخطورة .وكذلك ماجزم به ابن خلدون، رحمه الله، من أنها ليست من الوحي في شيء، لا يمكن تأسيسه على نص من النصوص أو على دليل قطعي آخر، وماهو المانع من أن يكون رسول الله ﷺ علم بعض المعالجات بالوحي ؟ والصحيح أنه لا سبيل الى الجزم بأحد الاحتمالين في هذا، فيمكن أن تكون بعض المعالجات وحياً، و يمكن أن تكون بعضها مبنية على التجربة ،بأنها ليست من الوحي في شيء. ولكن الذي نقطع به: أنه لايمكن أن يكون شيء من الأخبار والتعاليم الطبية التي جزم بها رسول الله ﷺ وثبتت عنه بطريق صحيحة مخالفة للواقع الحقيقي ،سواء وصل اليه علم البشر أو لم يصل اليه بعد، لأن من المحال

نہیں یا کوئی دلیل قطعی نہیں تو اس سے کون مانع ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض علاجات کو وحی سے جانیں؟ اور صحیح یہی ہے کہ دونوں احتمال میں سے کسی ایک پر جزم نہیں کیا جاسکتا ممکن ہے بعض علاج وحی سے اور بعض کی بنیاد تجربہ ہو اور اس بارے میں وحی نہ ہوتی ہو لیکن ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طب کے حوالہ سے جو اطلاعات وتعالیم دی ہیں ان پر آپ ﷺ نے جزم کا اظہار کیا اور وہ آپ ﷺ سے بطریق صحیح ثابت ہیں وہ حقیقی واقع کے مخالف ہرگز نہیں ہوسکتیں خواہ کسی انسان کے علم کی وہاں تک رسائی ہو یا ابھی تک رسائی نہ ہو۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ رسول اللہ ﷺ جزمی طور خبر دیں اور وہ واقع کے موافق نہ ہو کیونکہ اگر وہ خبر وحی پر مبنی ہوتی تو اس کا واقع کے مطابق ہونا ظاہر ہے اور اگر اس کی بنیاد وحی نہ تھی تو اس لیے واقع کے مطابق ہوگی کہ آپ ﷺ کو خلاف واقع پر قائم رہنے دیا جاتا رہا معاملہ درختوں کی

أن يخبر رسول الله ﷺ خبراً جازماً لايوافق الواقع .فان كان ذالك الخبر مبنياً على الوحي فكونه موافقاً للواقع ظاهر .وأما اذا لم يكن مبنياً على الوحي ،فلأنه ﷺ لايُقرُّ على خلاف الواقع .وأما قصة تأبير النخل التي استدل بها ابن خلدون،فلم يجزم رسول الله ﷺ فيها بشيء انما ظن ظناً ولذالك قال رسول الله ﷺ في تلك القصة :((فاني انما ظننت ظناً،ولا تؤاخذوني بالظنّ))وسيأتي تفصيله في محله ان شاء الله فلا يقاس عليها أخباره الجازمة. نعم هناك مجال للقول بأن المعالجات المروية عن رسول الله ﷺ ليست من قبيل تبليغ الرسالة ،وليست جزء للشريعة بمعنىً أن يجب يجب اتباعها لكل أحد في كل مكان وزمان

پیوند کاری کا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے جزم کا اظہار نہیں کیا یہ محض آپ ﷺ کا خیال تھا اسی لیے اس واقع میں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے محض خیال کیا تھا تم میرے ظن پر میری گرفت نہ کرو اس پر اپنے مقام پر گفتگو آرہی ہے لہٰذا اس پر آپ ﷺ کی خبر جازم کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ہاں یہاں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول معالجات کا تعلق تبلیغی احکام سے نہیں اور یہ اس معنیٰ میں شرع کا حصہ نہیں کہ ان کی ہر زمانہ و قیام پر ہر ایک کے لیے اتباع لازمی ہو شیخ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ البالغۃ جلد نمبر ا صفحہ ۱۲۸ پر لکھا نبی کریم ﷺ سے جو چیزیں روایت کی گئیں ہیں ان کی دو قسمیں:ایک وہ جن کا تعلق رسالت کے فرض منصبی دعوت وتبلیغ دین سے ہے ۔اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :"وما اتاکم الرسول فخذوہ ،وما نہاکم عنہ فانتہوا (سورۃ الحشر،۷)اور رسول جو کچھ تمہیں

يقول الشيخ ولي الله الدهلوي في "حجة الله البالغة" ١: ١٢٨

(اعلم أن ما روي عن النبي ﷺ ودوّن في كتب الحديث على قسمين: أحدهما ما سبيله سبيل تبليغ الرسالة، وفيه قوله تعالى: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا، منه علوم المعاد وعجائب الملكوت، وهذا كله مستند الى الوحي، ومنه شرائع وضبط للعبادات والارتفاقات بوجوه الضبط المذكورة فيما سبق وهذه بعضها مستند الى الوحي وبعضها مستند الى الاجتهاد واجتهاد بمنزلة الوحي، لأن الله تعالى عصمه من أن يتقرر رأيه على خطأ..... وثانيهما ما ليس من باب تبليغ الرسالة. وفيه قوله ﷺ "انما أنا بشر، اذا أمرتكم بشيء من دينكم فخذوا به، واذا أمرتكم بشيء من رأيي فانما أنا بشر". وقوله ﷺ

دیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں وہ روک دیں (اس سے) رک جاؤ۔ اس قسم میں سے علوم معاد (آخرت سے متعلق علوم) اور سلطنت الٰہی (دنیا) کے عجائبات ہیں۔ عادات (معاملات) اور اتفاقات (معاشرہ سے متعلق امور) کے اصول اور قوانین ہیں ایسی مرسل حکمتیں اور مطلق مصلحتیں ہیں جن کی آنحضرت ﷺ نے کوئی توقیت اور تحدید نہیں فرمائی، مثلاً اچھے اخلاق اور برے اخلاق کا بیان اور اسی قسم میں سے فضائل اعمال اور نیک کام کرنے والوں کے مناقب ہیں دوسری قسم وہ ہے جو تبلیغ دین کے قبیل سے نہیں۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "جب میں تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کسی چیز کے بارے میں حکم دوں تو اسے قبول کرو، اگر اپنی رائے سے تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو یہ سمجھ لو کہ میں بھی انسان ہوں" اسی طرح تابیر نخل (کھجور کے نر درخت کے پھول مادہ درخت پر ڈالنا) کے بارے میں آپ ﷺ

فيقصة تأبير النخل: فانّي انّما ظننت ظنّا، ولاتؤاخذني بالظنّ، ولكن اذا حدثتكم عن الله شيئافخذوا به، فاني لم أكذب على الله)). فمنه الطبّ، ومنه باب قوله ﷺ: "عليكم بالأدهم الأقرح". ومستنده التجربة. ومنه مافعله النبي ﷺ على سبيل العادة دون العبادة))والله سبحانه وتعالىٰ أعلم

(تکملۃ فتح الملہم ،۴، ۲۹۴)

کا ارشاد ہے میرا صرف یہ ایک خیال تھا ،میرے خیال کے سبب میرا مؤاخذہ نہ کرو لیکن جب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز بیان کروں تو اسے قبول کرو۔اس لیے کہ میں اللہ تعالیٰ پر (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جھوٹ نہیں بول سکتا اسی قسم میں سے طب نبوی ہے اس میں آپ کا یہ فرمان ہے "علیکم بالادھم والاقرح "جہاد کے لیے کالے اور ایسے گھوڑے پالو جن کی پیشانی پر سفید نشان ہو اس کا تعلق تجربہ سے ہے ،اسی قسم میں سے وہ چیزیں بھی ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ عادت کے طور پر کیا کرتے تھے عبادت کے طور پر نہیں

پھر ابوالحسن ندوی کا یہ لکھنا نہایت ہی قابل گرفت ہے جو انہوں نے ابن قیم کی کتاب زادالمعاد کے باب طب نبوی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا۔

اس طب نبوی کے بارے میں اگر چہ نکتہ کی بات وہی معلوم ہوتی ہے جو شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھی ہے۔کہ اس کی حیثیت تبلیغی وتشریعی نہیں ہے اور وہ آپ کے اور اہل عرب کے تجارب اور عادات پر مبنی ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت،۲: ۳۶۵)

اس پر شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید نے ان الفاظ میں گرفت کی

تکلم الندوی عن مباحث ابن القیم فی الطب النبوی بکلام متین مفید اتبعه بخطاء تابع العلامة ولی الله الدهلوی اذ ذکر ان مکانة هذا الطب لیست تبلیغیة ولا تشریعیة وانما یبتنی علی تجاربه ﷺ وعاداته وتجارب العرب وعاداتهم والدهلوی وهو الثانی قد تابع العلامة ابن خلدون فی هذا الخطاء کما فی التراتیب الاداریة لسیدعبد الحی الکتانی

شیخ ندوی نے ابن قیم کے مباحث طب نبوی پر خوب گفتگو کی ہے۔ لیکن انہوں نے علامہ ولی اللہ دہلوی کی اتباع میں یہ غلطی کی ہے کہ طب نبوی کا مقام تبلیغی وتشریعی نہیں یہ آپ ﷺ کے تجارب وعادات پر مبنی ہے شیخ دہلوی دوسرے شخص ہیں جنہوں نے علامہ ابن خلدون کی اتباع میں اس غلطی کو دہرایا ہے اس کی نشاندہی شیخ عبد الحی کتانی نے التراتیب الاداریہ میں کردی ہے

ابن قیم حیاته واثاره، ۱۴۹)

دو باتوں کی نشاندہی

مذکورہ عبارت میں ان دو باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ ایسی بات ابن خلدون نے کہی تھی شاہ ولی اللہ دوسرے ہیں جنہوں نے اس کی اتباع کی یعنی کسی تیسرے نے اس بات کو قبول نہیں کیا

۲۔ ابن خلدون کا رد

ابن خلدون کی بات کا اہل علم نے رد کیا ہے جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے ہم وہاں سے امام عبدالحی الکتانی کی من وعن گفتگو نقل کیے دیتے ہیں ۔امام موصوف اسے ابن

خلدون کی بے اعتدالی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں

ومن المعاثرة ما ذكره الفيلسوف ابن خلدون في مقدمة تاريخه حين فصل انواع الطب و مستنداته قال .... والطب المنقول في الشرعيات من هذا القبيل وليس من الوحي في شيء وانما هو امر كان عادياً عند العرب انتهى كلامه الخشن .

نہایت پریشان کن بات ہے جو فلسفی ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں طب کے اقسام اور ماخذ بیان کرتے ہوئے لکھ دیا۔۔شرعیات میں منقول طب کا تعلق بھی اس سے ہے اور اس کا تعلق وحی سے نہیں اس کا تعلق عربوں کے ہاں جاری وعادی امور سے ہے ان کا غیر محتاط اور کرخت کلام ختم ہوا

اس کے بعد انہوں نے استاذ عبدالہادی ابیاری سے ابن خلدون کا رد یوں نقل کیا

ولله در العلامة الشيخ عبد الهادي الابياري المصري اذ قال اثره في سعود المطالع ص ۱۵۵ ج ۲ ما نصه واقول هذه هفوة لاينبغي النظر اليها كيف وقد قال عليه السلام للمبطون الذي امره بشرب العسل فلم ينجع صدق الله وكذب بطنك .

اللہ تعالیٰ علامہ شیخ عبدالہادی ابیاری مصری کو جزائے خیر عطا فرمائے ،انہوں نے سعود المطالع ج۲ ص۱۵۰ اس کا رد کرتے ہوئے لکھا یہ ان کی ایسی بے ہودہ بات ہے جسے دیکھنا ہی مناسب نہیں اور یہ کیسے درست ہو سکتی ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے پیٹ میں تکلیف والے کو شہد پینے کا فرمایا اسے آرام نہیں آ رہا تھا تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد سچا اور تیرا پیٹ جھوٹا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں

واذا قرأت كلام الشيخ داؤد الذی سقناه لک اولاً تعلم عقيدته فی هذه المسئلة اسلم مما لا بن خلدون والجواد قد يكبو والكمال لله

(التراتیب الاداریہ، ۲: ۲۳۱).

جب تم نے شیخ داؤد کے مذکورہ کلام کا مطالعہ کرلیا تو آپ نے جان لیا کہ ان کا عقیدہ اس مسئلہ میں ابن خلدون سے کہیں محفوظ و بہتر ہے اور بہادر ہی کبھی گرتے ہیں اور تمام کمال فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

شیخ داؤد کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی کسی مرض کے لیے منتخب کردہ دوا و علاج تمہاری عقل کی رسائی سے باہر ہے تو اسے آپ ﷺ کا معجزہ قرار دیدو۔ ان کے الفاظ ہیں۔

قد يداوی بما لا يجوز العقل استعماله فمن عثر علی شیء من ذالک فليعلم انه خرج مخرج الاعجاز

(تذکرہ اولی الالباب، ۲: ۱۹)

اگر آپ نے انہیں دوا تجویز کی کہ عقل اس کا استعمال جائز نہیں مانتا تو ایسے عمل کو بطور معجزہ قبول کیا جائے کہ عقل کی وہاں تک رسائی ہی نہیں۔

غیر مسلم اطباء کا اعتراف

یہاں ہم ایک غیر مسلم طبیب کا اعتراف بھی نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ہمیں احساس ہو کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔

طب جالینوس کی ضرورت ہی نہیں

امام جلال الدین سیوطی (ت، ۹۱۱) نے امام کرمانی کی العجائب

سے نقل کیا ہے ایک عیسائی نے امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے کہا تمہاری کتاب قرآن مجید میں علم طب کے بارے میں کچھ بھی نہیں حالانکہ علم دو طرح کا ہے علم ادیان اور علم ابدان۔ امام موصوف نے فرمایا

جمع الله الطب في نصف آية من كتاب الله وهو قوله تعالىٰ وكلوا واشربوا ولا تسرفوا	اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی نصف آیت میں طب کو جمع فرما دیا ہے اور وہ ارشاد گرامی یہ ہے کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو۔

(پ، ۸: الاعراف، ۳۱)

طبیب نے یہ سنا تو کہنے لگا۔

ما ترك كتابكم لجالينوس طباً	تمہاری کتاب نے جالینوس کے لیے طب نہیں چھوڑی۔

(الاکلیل فی استنباط التنزیل، ۱۰۹)

بیماریاں اور ہسپتال ختم ہو جائیں

کھانے پینے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں سے ہے کہ پیٹ کا ایک حصہ کھانے، ایک پینے اور ایک سانس کے لیے بناؤ، امام ابن رجب نے اس روایت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا مشہور طبیب ابن ماسویہ نے جب یہ ارشاد عالی پڑھا تو بول اٹھے۔

لو استعمل الناس هذه الكلمات اسلموا من الامراض والاسقام ولتعلطت المارستانات ودكاكين الصيادلة	اگر لوگ ان باتوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو وہ بیماریوں اور امراض سے محفوظ ہو جائیں ہسپتال اور دواؤں کے مراکز ختم و معطل ہو جائیں۔

امام قرطبی نے شرح الاسماء میں لکھا ہے۔

لو سمع بقراط بهذه القسمة لعجب من هذه الحكمة	اگر بقراط اس تقسیم نبوی کو سن لیتا تو ایسی حکمت پر تعجب اور حیران رہ جاتا۔

امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ایک فلسفی نے سنا تو کہنے لگا میں نے اس سے اعلیٰ قلت طعام کے حوالے سے کلام نہیں سنا۔

(نظام الحکومۃ النبویۃ، ۲:۲۳۲)

علماء امت کی گفتگو

چونکہ ابن خلدون اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے علم طب کے حوالہ سے گفتگو کی ہے اس لیے ہم مسلم اہل علم کی گفتگو نقل کیے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ ان کا نقطہ نظر دیگر اہل علم سے میل نہیں رکھتا

۱۔ امام نسفی نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ان الفاظ میں لکھا

و مبينين للناس ما يحتاجون اليه من امور الدنيا والدين	وہ لوگوں کے لیے ان تمام چیزوں کو بیان کرتے ہیں جن کی انہیں دنیا و دین کے معاملات میں ضرورت ہے

۲۔ علامہ سعد الدین تفتازانی (ت، ۷۹۳) نے اس کی شرح یوں کی ہے

فانه تعالىٰ خلق الجنة والنار واعد فيهما الثواب والعقاب وتفاصيل احوالها وطريق الوصول الى الاول والاحتراز عن الثاني مما لا يستقل به العقل و كذا خلق الاجسام	اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ پیدا کیے اور ان میں ثواب وعذاب کا سامان بنایا، ان دونوں کے احوال کی تفصیل، پہلے کو پانے اور دوسرے سے بچنے کا طریقہ ایسی چیز ہے جو عقل نہیں بتا سکتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نفع منداور

النافعة والضارة ولم يجعل	نقصان دہ اجسام پیدا کیے۔ لیکن عقل
للمعقول والحواس	اور حواس کو ان کی معرفت و پہچان کا
الاستقلال بمعرفتها وكذا	مستقل ذریعہ نہیں بنایا۔ اسی طرح قضایا
جعل القضايا منها ما هى	کو پیدا کیا ان میں سے کچھ ممکن ہیں لیکن
ممكنات لا طريق للعقل	عقل ان کی دونوں جانبوں میں سے
الى الجزم باحد	کسی ایک کا جزم نہیں پاتی ان میں سے
جانبيها ومنها ما هى	کچھ واجب یا محال ہیں، دائمی غور اور
واجبات او ممتنعات لا	کامل جد و جہد کے باوجود وہ سامنے نہیں
تظهر للعقل بعد نظر دائم	آتے اب اگر انسان انہیں میں لگے
وبحث كامل بحيث لو	رہتے تو ان کے دیگر مصالح معطل ہو
اشتغل الانسان لتعطل	جاتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل
مصالحه فكان من فضل	ورحمت سے ان کی تفصیل و بیان کے
الله ورحمته ارسال الرسل	لیے اپنے رسول مبعوث کیے جیسے فرمان
لبيان ذالك كما قال الله	الٰہی ہے اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں
وما ارسلنك الا رحمة	کے لیے رحمت بنایا۔
للعالمين.	

(شرح عقائد، ۱۳۳)

۳۔ شرح عقائد کے عظیم شارح امام عبدالعزیز پرہاروی (ت، ـــ) نے اس مقام پر جو کچھ تحریر کیا اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ کیجیے۔

علامہ تفتازانی کے "جملہ خلق الاجسام النافعة والضارة" (اللہ تعالیٰ نے نفع و نقصان دینے والے اجسام پیدا کیے) کے تحت لکھتے ہیں

من الادوية والسميات وقد ثبت ان علم الطب و منافع الادوية ومضارها انما عرفت بالوحی ثم اخذها الحكماء عن الانبياء وبسوطوها و يجوز ان يعد الكواكب السعدة والنحسة من جملة الاجسام النافعة والضارة وقد نزل علمها على ادريس عليه السلام ثم اندرس بعد. فخلط فيه الناس والمنجم يصيب اذا حكم على قاعدة نبوية ويخطئ اذا حكم على غيرها وهكذا الحال فی علم الرمل ونزوله على دانيال عليه السلام	مثلاً ادویات اور مختلف زہر، قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ علم طب، دواؤں کے منافع اور نقصانات کا علم بذریعہ وحی الٰہی ہوا۔ پھر اہل حکمت نے حضرات انبیاء کرام سے اسے سیکھا اور اسے خوب پھیلایا اور ممکن ہے کہ سعید اور منحوس سیارہ گان بھی نفع ونقصان دینے والے اجسام میں شامل ہوں۔ ان کا علم اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام پر نازل کیا جو بعد میں مٹ گیا تو لوگوں نے اسے خلط ملط کر دیا۔ جب کوئی نجومی ضابطہ نبوی کے مطابق عمل کرے تو وہ صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے اور اگر خلاف ضابطہ کرے تو غلطی پر ہوتا ہے۔ یہی معاملہ اہل رمل کا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے حضرت دانیال علیہ السلام پر نازل کیا

بعض اہل علم نے اجسام نافعہ وضارہ سے حلال وحرام مراد لیا، ان کا رد کرتے ہوئے لکھا

و فسر بعض المحشين الاجسام النافعة والضارة بالحلال والحرام وفيه بحث لان الحل والحرمة عندنا من	بعض شارحین نے نفع ونقصان دینے والے اجسام کی تفسیر حلال وحرام سے کی ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ ہمارے ہاں حلت وحرمت کے احکام فقط شریعت سے ہی

الاحکام الثابتة بالشرع فقط لا من توابع کیفیات الاجسام کما زعم المعتزلة.

ثابت ہوتے ہیں۔اور یہ اجسام کی کیفیات کے تابع ہرگز نہیں جیسے معتزلہ کہتے ہیں۔

علامہ تفتازانی کے ان الفاظ "ولم یجعل العقول والحواس الاستقلال بمعرفتها" (عقول اور حواس ان کی معرفت کے لیے کافی نہیں) کے تحت ان لوگوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ ادویات کے منافع ونقصانات کا حصول اطباء کے تجربات سے ہی ہوا نہ کہ حضرات انبیاء کرام کی تعلیم سے

ومن زعم ان الحکماء عرفوها بالتجارب فلم یدقق النظر فی عجائب المنافع والمضار و کیف یدرک العقل ان رطوبة الکبد المشوی بشفی عمی اللیل کحلا واذا کان المشتری مع کف الخصیب فی وسط السماء اجیب الدعوة.

(النبراس، ۴۲۷، ۴۲۸)

جو یہ کہتے ہیں کہ علم طب کا حصول حکماء کو تجربہ سے حاصل ہوا وہ ان کے منافع اور نقصان دہ اشیاء کے عجائبات پر گہری نظر نہیں رکھتے کہ انسانی عقل یہ کیسے پا لیتی ہے کہ بھونی کلیجی کا سرمہ رات کے اندھے کے لیے شفاء ہے۔اور مشتری ستارہ جب آسمان کے درمیان ہوتو دعا قبول ہوتی ہے

سراسر جھوٹ وکذب

مذکورہ جملہ کے تحت ایک اور محشی نے لکھا

وما قیل ان الحکماء عرفوا ذالک بالتجارب فکذب بحث

(حاشیہ شرح عقائد، ۹۸)

کچھ کا یہ کہنا کہ اطباء نے ان کو اپنے تجربات کی بنا پر مانا سراسر جھوٹ اور کذب بیانی ہے۔

۴۔علامہ پرہاروی کے الفاظ ''انما عرفت بالوحی'' کی شرح میں مولانا برخوردار ملتانی لکھتے ہیں کہ ادویات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام پر وحی کی۔

ثم تلمذ له فيثا غورث و سقراط و افلاطون و ارسطو فظهر ان اصل الحكمة اليونانية هو الملة الايمانية فلا يصغى الى خرافات ارزائل المتفلسفة من دعواهم الاستغناء...	پھران سے فیثا غورث، سقراط، افلاطون اور ارسطو نے سیکھا تو یونانی حکمت کی اصل ملت ایمانیہ واسلامیہ ہی ہے، لہٰذا جعلی فلاسفہ کے ذلیل خرافات کی طرف اوران کے اس دعوے کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے کہ اس فن میں انبیاء سے بے نیازی ہے۔

۵۔اسی کوحق قرار دیا اوراس کی تائید میں شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے لکھا۔

فی الفتوحات ان سالكاً خرج من شيخه فاذا النباتات تخبره بمنافعها و مضارها فرجع اليه فقال هو حجاب فامره بالتوبة فتاب فلم تخبره بعده (حاشیہ النبراس، ۴۲۷)	فتوحات میں ہے کہ ایک سالک اپنے شیخ کی زیارت کر کے نکلے تو پودوں نے انہیں منافع و نقصانات کے متعلق بول کر بتایا تو انہوں نے شیخ کی خدمت میں لوٹ کر عرض کیا تو فرمایا یہ حجاب ہے توبہ کرو انہوں نے توبہ کی تو اس کے بعد یہ اطلاع کا سلسلہ بند ہو گیا۔

۶۔علامہ خیالی نے شرح عقائد میں ذکر کردہ آیت وما ارسلنٰک الا رحمة للعالمین کا انطباق کرتے ہوئے لکھا

فانه عليه الصلوٰة والسلام بين امر الدين والدنيا لكل من امن و كفر لكن من كفر لم يهتد	رسول اللہ ﷺ نے امور دین و دنیا تمام کے لیے بیان کر دیئے خواہ وہ مؤمن ہیں یا کافر لیکن کافر نے آپ ﷺ کی رہنمائی

بهدايته ولم ينفع برحمته	سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور نہ ہی آپ کی رحمت سے نفع پایا۔
(حاشیہ خیالی، ۱۳۸)	

۷۔ مولانا عبید اللہ قند ہاروی نے اس موقع پر ایک سوال و جواب یوں تحریر کیا ہے۔

قيل فيه نظر لان الاية نزلت في شان نبينا ﷺ فكيف يكون دليلاً على كون ارسال جميع الرسل رحمة وجوابه ان وجه كون نبينا عليه السلام رحمة هو انه عليه السلام بين لهم منافع الدين والدنيا و طريق الجنة والنار والانبياء عليهم السلام كذالك	اس پر یہ سوال ہے کہ یہ آیت مبارکہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی شان میں نازل ہوئی تو یہ تمام انبیاء کے رحمت ہونے پر کیسے دلیل بنی جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے نبی رحمت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دین و دنیا کے منافع اور جنت و دوزخ کا راستہ بتا دیا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا طریقہ و شان بھی یہی ہے۔
(حاشیہ شرح عقائد ۹۸)	

باقی گفتگو مقصد بعثت کی فصل میں ملاحظہ کیجیے

اطباء بھی رہنمائی لیتے ہیں

مخالفین نے جس قاضی عیاض کا تذکرہ اپنے حق میں کیا ہے کاش انہی کی یہ عبارت ان کے سامنے ہوتی جس میں انہوں نے صاف الفاظ میں تصریح کی ہے کہ تمام علوم و معارف میں رسول اللہ ﷺ ہی سے رہنمائی لی جاتی ہے اور ان میں طب تعبیر رؤیا، وراثت، حساب، نسب اور دیگر شامل ہیں۔ آپ ﷺ ان میں بھی امام مستند اور رہنما ہیں اس فنون کے ماہرین آپ ﷺ سے ہی اصول و رہنمائی لیتے

ہیں۔ لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے مخلوق کی رہنمائی کرتے ہوئے جو کچھ دنیا و آخرت کے حوالہ سے بیان کر دیا ہے اس قدر کسی کا علم ہو ہی نہیں سکتا ان میں اگر کچھ کوئی بیان بھی کرے گا تو وہ ساری عمر کتب و شرائع کے مطالعہ کے بعد ہی کر سکے گا۔

و فنون المعارف کالطب	تمام فنون کے علوم مثلاً طب
والعبارة والفرائض والحساب	، تعبیر، وراثت، حساب، نسب اور
والنسب وغیر ذالک من العلوم	دیگر علوم جو اصحاب معارف کو
مما اتخذ اهل هذه المعارف	حاصل ہیں ان تمام میں آپ ﷺ
کلامه ﷺ فیها قدوة واصولاً	کے کلام مبارک ہی رہنما اور وہی
فی علمهم (الشفاء، ۱:۳۵۵)	ان کے علوم کا اصل ہے۔

اس کی تشریح میں امام احمد خفاجی نے جو کچھ لکھا اس سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

علی ضروب العلم وفنون المعارف پر لکھا

ای اقسام المعرفة المتعلقه	یعنی ان اقسام علوم کی معرفت جن کا
باحوال الدنیا واهلها کما ان	تعلق دنیا اور اہل دنیا کے احوال سے
ضروب العلم المراد بها ما	ہے جیسے وہ علوم جن کا تعلق شرائع اور
یتعلق بالشرائع والاخرة	آخرت سے ہے۔

طب کا مفہوم بیان کیا کہ بدن انسان سے صحت و بیماری کے حوالہ سے معرفت کا نام ہے، اس کے بعد لکھا۔

وکان ﷺ اعرف الناس به کما	رسول اللہ ﷺ اس فن طب میں سب سے
فی الطب النبوی	زیادہ ماہر ہیں جیسے طب نبوی میں موجود ہے۔

الحساب پر لکھا

هو علم يتعلق بالعدد ولا بتناء الفرائض عليه — وہ علم جس کا تعلق عدد کے ساتھ ہے اور یہ علم وراثت کی بنیاد ہے۔

والنسب کے تحت لکھا

اى معرفته بانساب العرب وغيرهم من علم التاريخ وكان ابوبكر الصديق رضى الله عنه اعلم الناس به بعد رسول الله ﷺ — آپ ﷺ انساب عرب اور دیگر علم تاریخ سے آگاہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس فن کے سب سے ماہر ہیں۔

قدوةً واصولاً کی تفصیل یوں لکھی

اى ادلة مثبتة لها او قواعد وضوابط يرجعون اليها فى الحوادث الجزئية اذا وقعت لهم فى علمهم التى دونوها فى هذه الفنون. (نسیم الریاض، ۴: ۲۶۰) — یعنی ایسے دلائل جو انہیں ثابت کرتے ہیں یا ایسے قواعد وضوابط جن کی طرف حوادثات جزئیہ کے وقوع کے وقت لوگ رجوع کرتے ہیں اور جنہیں انہوں نے مدون کیا ہے۔

حضور ﷺ کے سمندر علمی کا ایک قطرہ

اسی مقام پر قاضی عیاض مالکی حضور ﷺ کا علم نسب میں مقام وشان واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عرب، نسب، اپنے آباؤ اجداد ان کے درمیان ہونے والے واقعات مثلاً حروب، جنگیں اور اشعار فصاحت میں انتہاء پر تھے اس میں ان کی کوئی مثل نہیں ہوسکتا مگر۔

وهذا الفن نقطة من بحر علمه ﷺ (الشفاء، ۱: ۳۵۹) — یہ فن نسب رسول اللہ ﷺ کے سمندر علمی کا ایک قطرہ ہے۔

حضرت ملا علی قاری (ت،۱۰۱۴:۱) اس کے تحت لکھتے ہیں۔

ای النوع من العلم بجمیع افنانه واعضانه فی جمیع احیانه وازمانه نقطة من بحر علمه ای و نکتة من قعرهمه و شکلة من شطر کلمه

علوم کے فنون اور تمام اس کے شعبہ جات کی تمام شاخیں اپنے اپنے اوقات اور زمانوں میں آپ ﷺ کے علمی سمندر سے ایک نقطہ کی طرح ہیں۔

(شرح الشفاء، ۱: ۷۳۰)

ہر شئی کا علم عطا کیا گیا

اس کے بعد قاضی عیاض مالکی (ت،۵۴۴) نے تعبیر رؤیا، طب، نسب، دنیا و آخرت کے علوم کی کچھ مثالیں دیں اور پھر لکھا۔

هذا مع انه ﷺ کان لا یکتب ولکنه اوتی علم کل شیء حتی قد وردت اثار بمعرفته حروف الخط و حسن تصویرها

باوجویکہ آپ ﷺ نے کبھی لکھا تک نہیں مگر آپ ﷺ کو ہر شئی کا علم دیا گیا۔ حتیٰ کہ احادیث میں اچھے خط اور تحریر کی معرفت کا ذکر آیا ہے۔

(الشفاء، ۱: ۳۵۷)

حضرت ملا علی قاری بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اُمی ہونے کے باوجود اس قدر علوم فنون کی مہارت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت میں کسی قسم کا شک پیدا نہ ہو۔

والحاصل ان صدور هذاالنور و ظهور هذه الامر علی ید الامی اظهر معجزة وابر کرامة وابعد شبهة. (شرح الشفاء، ۱: ۷۳۲)

حاصل یہ ہے کہ اس نور وعلم کا صدور وظہور ایک اُمی سے عظیم معجزہ، اعلیٰ شرف اور شبہات سے خوب دوری ہے۔

فصل

دوسری دلیل کا رد
قضیہ شرطیہ ہے
یہ بالفرض بات ہے

دوسری دلیل کا رد

ڈاکٹر موصوف نے مخالف مؤقف پہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ممکن ہے تم میں سے کچھ چرب لسان ہو کہ

فاقضی له علی نحو ما اسمع فمن	ان کی سن کر میں فیصلہ کروں تو جس کے
قضیت له بحق اخیه شیئاً فلا یاخذ	لیے کسی دوسرے مسلمان کے حق کا فیصلہ
فانما اقطع له قطعة من النار	کروں وہ اسے نہ لے کیونکہ میں اس
	کے لیے ایک آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں

(افعال الرسول۔۲۴۵)

اس ارشاد نبوی ﷺ سے ایسے استدلال کا اہل علم نے خوب علمی رد کیا ہے کہ آپ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں فیصلہ کرتے، اس میں غلطی کا امکان نہیں ہوسکتا، یہاں آپ ﷺ نے بالفرض والمحال کے طور پر بات واضح کی یعنی اگر بالفرض ایسا ہوجائے تو پھر بھی اپنے بھائی کی چیز ناجائز طور پر تم نے نہیں لینی کیونکہ یہ جہنم کا ٹکڑا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا	فرما دیجیے اگر رحمٰن کی اولاد ہوسکتی تو میں سب
اول العابدین	سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوں۔

متعدد آئمہ کی تصریحات

تمام آئمہ امت نے اس معنیٰ کی نشاندہی کی ہے چند تصریحات ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ امام سبکی لکھتے ہیں۔

هذه قضية شرط لا تستدعي وجودها (حاشیہ ابوداؤد، ۲:۱۴۸)	یہ قضیہ شرطیہ ہے جس کا وجود ضروری نہیں ہوتا

۲۔امام ابن الملک اس ارشاد نبوی ﷺ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

ان قوله عليه السلام شرطية وهي لا تقتضي صدق المقدم فيكون من باب فرض المحال نظراً الى عدم جواز قراره على الخطاء (مبارک الازہار شرح مشارق الانوار)	رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد عالی قضیہ شرطیہ ہے اور یہ صدق مقدم کا تقاضا نہیں کرتا تو اب یہ ارشاد بالفرض والمحال کے زمرہ میں آتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا خطا پر اقرار ممکن نہیں۔

۳۔امام سید نعیم الدین مرادآبادی (ت۔۱۳۶۷) نے اس استدلال کا جواب بڑی تفصیل سے دیا ہے آیئے ان کی زبان سے شبہ اور اس کا جواب ملاحظہ کرتے ہیں۔

شبہ۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کو سنا آپ ﷺ نے باہر تشریف لا کر فرمایا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں میرے پاس خصم یعنی جھگڑنے والے آتے ہیں شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کردوں پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں وہ سمجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا میں دلاتا ہوں، اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ رسول خدا ﷺ غیب داں نہ تھے اگر غیب جانتے تو خلاف فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا؟

جواب۔ ناظرین باانصاف کو مخالفین کے شبے دیکھتے دیکھتے یہ تو خوب ظاہر ہو گیا ہوگا

کہ یہ حضرات اپنے مدعا کے ثابت کرنے سے عاجز ہو کر اب محض زبان درازی پر آ گئے ہیں اور اپنے قیاسات فاسدہ سے استدلال کرنے لگے ہیں یہ حدیث جو معترض نے پیش کی ہے اس میں ایک حرف بھی ایسا نہیں کہ جو حضور علیہ السلام کے علم جمیع اشیاء کے انکار میں ذرا بھی مدد دے۔ اسالیب کلام کی معرفت سے تو یہ حضرات بالکل پاک ہیں۔ اس کا تو ان پر کسی طرح بھی الزام نہیں آ سکتا فہم مبارک نے اس حدیث سے یہ سمجھا کہ مصطفی علیہ السلام کو امور غیب کا علم تعلیم نہیں ہوا۔ سبحان اللہ یہ فہم قابل تحسین و آفرین ہے سرور دو عالم ﷺ کا مقصود اس تمام کلام سے تہدید ہے کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دوسروں کا مال لینے کے لیے زبانی قوتیں خرچ کریں۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

فان قضیت لاحد منکم بشیء من حق اخیه فانما اقطع له قطعة من النار (رواہ الترمذی)

یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کی چیز دلا دوں تو وہ اس کے لیے آگ کا ٹکڑا ہے۔

مراد تو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا بفرض محال اگر میں تمہاری تیز زبانی اور شیریں بیانی سن کر تمہیں دوسرے کا حق دلا دوں تو بھی فائدہ کیا وہ تمہارے کام کا نہیں بلکہ تمہارے ہی لیے وہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے تو تم دوسرے کا حق لینے میں کوشش ہی نہ کرو۔ مقصود تو یہ تھا معترض صاحب نے اس سے انکار علم نبی کریم ﷺ پر استدلال کیا اگر حضرت کسی کا حق (معاذ اللہ) کسی دوسرے کو دلا دیتے تو بھی کچھ جائے عذر ہوتی کہ اب تو کچھ شبہ کا موقع ہے کہ حضرت نے کسی کا حق تھا کسی کو دلوایا۔ مگر یہاں شبہ کو کچھ بھی علاقہ نہیں حضور علیہ السلام نے ایک کا حق دوسرے کو دلا دیا بلکہ

جو لفظ فرمائے وہ بھی قضیہ شرطیہ جو صدق مقدم کو مقتضی نہیں ایک فرض محال ہے یعنی ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کر لیا ہے اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی تمہیں کچھ فائدہ نہیں۔ معترض صاحب ذرا مہربانی کیجیے اور اپنے اجتہاد کو زیادہ نہ صرف کیجیے ورنہ ایسا ہی شرطیہ قرآن شریف میں بھی وارد ہے۔

قل ان كان للرحمٰن ولد فانا اول العابدين

یعنی فرما دیجیے اے محمد ﷺ کہ اگر رحمٰن کے لیے ولد ہوتو میں پہلا عبادت کرنے والا ہوں

کہیں اس اجتہاد کی بنا پر یہ نہ کہنا حضرت کو خدائے تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا بھی خطرہ تھا (معاذ اللہ) یہ شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم کے صدق کو لازم مستلزم نہیں ہوتے بلکہ فرض محال تک بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا گیا ہے اور علیٰ ہذا اس حدیث میں بھی جس سے آپ اپنے مدعائے باطل پر سند لانا چاہتے ہیں مقدم میں فرض محال ہے یہ ناممکن ہے کہ سرور دو عالم ﷺ کے فیصلہ سے کسی کا حق کسی دوسرے کو پہنچ جائے ادب کرو اور رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ سمجھو۔ اب ذرا شرح مشارق کا مطالعہ کرو۔

وان قوله عليه السلام فمن قضيت له بحق مسلم الخ شرطية وهي لاتقتضي صدق المقدم فيكون من باب فرض المحال نظراً الى عدم جواز قراره على الخطاء ويجوز ذالک اذا تعلق به غرض كما فی قوله تعالیٰ فان كان للرحمٰن ولد

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، جس کے حق میں فیصلہ دوں کسی مسلمان کے حق کا الخ قضیہ شرطیہ ہے جو صدق مقدم کا تقاضا نہیں کرتا تو یہ بالفرض محال کی طرح ہے کیونکہ آپ ﷺ کا خطا پر اقرار نہیں ہو سکتا اور ایسا کرنا کسی غرض کے لیے جائز ہوتا ہے جیسے ارشاد الٰہی ہے؛

فانا اول العابدین والغرض فیما نحن فیہ التھدید والتفزیع علی اللسن والاقدام علی تلحین الحجج فی اخذ اموال الناس (الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ، ۱۵۶، ۱۵۸)	اگر رحمٰن کے لیے اولاد ممکن ہوتی تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں زیر بحث روایت میں غرض اس پر تہدید و وعید ہے کہ کوئی چرب لسانی کے ذریعے کسی دوسرے کا مال حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔

فصل

حضور ﷺ کا ہر قول حق ہے

قرآن کی شہادت

رسول اللہ ﷺ کی شہادت

حالت مزاح میں بھی حق کا صدور

روایت مزاح نبوی سے سینکڑوں مسائل کا استنباط

کتاب لکھنے کی وجہ

چارصد مسائل کا استنباط

آپ ﷺ کی تمام گفتگو فیصلہ کن ہے

فیصلہ کن ارشاد نبوی ﷺ

فصل۔ حضور ﷺ کا ہر قول حق ہے

قرآن کی شہادت

قرآن وسنت کی متعدد نصوص میں یہ تصریح ہے کہ آپ ﷺ کا ہر قول اور ہر فعل حق ہے۔ آپ ﷺ کی مقدس زبان سے حق کے سوا کچھ صادر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس بات کی نشاندہی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی	اور وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے مگر جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

(سورۃ النجم۔ ۳-۴)

کچھ اہل علم نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی تمام گفتگو سراپا وحی ہے۔ اکثریت کا موقف یہ ہے کہ یہاں قرآن ہی مراد ہے لیکن اس پر تمام کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی گفتگو خواہش نفس کے تابع ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ کے لبوں کی جنبش بھی خواہش کے تابع نہیں گویا آپ ﷺ کے نطق (بولنے) کی حفاظت کا اعلان فرمایا جا رہا ہے کہ اس ہستی کی پاک زبان سے کسی غلط بات کا صدور کہاں، یہاں تو اس کی سوچ بھی نہیں ہو سکتی۔

شیخ محمد طاہر ابن عاشور اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں

ان نفی النطق عن الھویٰ یقتضی نفی جنس ما ینطق بہ عن الاتصاف بالصدور عن ھوی سواء کان القرآن او غیرہ من	خواہش نفس سے کلام نہ کرنے کی نفی اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ ہر اس کلام کی نفی مراد ہے جو خواہش نفس سے صادر ہو چاہے وہ قرآن کریم سے

الارشاد النبوی بالتعليم والخطابة والموعظة والحكمة ولكن القرآن هو المقصود لانه سبب للرد عليهم واشار الى تنزيه الرسول ﷺ يقتضى التنزيه عن ان يفعل او ان يحكم عن هوى لان التنزه عن النطق عن هوى اعظم مراتب الحكمة (التحریر والتنویر۔ ۲۷۔ ۹۳)

تعلق رکھتا ہو یا ارشاد نبوی سے جو کہ تعلیم، وعظ و خطابت اور حکمت کی باتوں سے متعلق ہو۔ لیکن قرآن کریم مقصود ہے کیونکہ یہ مخالفین کے رد کے لئے ہے اور اس میں نبی کریم ﷺ کی تنزیہہ و عصمت کی طرف اشارہ ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ کا فعل اور حکم خواہش نفس سے مبرا و منزہ ہو اس لئے کہ کلام کا خواہشات نفس سے پاک ہونا حکمت کا سب سے عظیم درجہ ہے۔

علامہ محمود آلوسی (ت۔۱۲۷۰) فرماتے ہیں جو لوگ حضور ﷺ کے اجتہاد کے قائل ہیں وہ بھی ہرگز یہ نہیں کہتے کہ آپ ﷺ کے اقوال خواہش کے تابع ہیں بلکہ وہ بھی اسے وحی کے تابع ہی مانتے ہیں، ان کے الفاظ ہیں

ولا بعد عندى ان يحمل قوله تعالى (وما ينطق عن الهوى) على العموم فان من يرى الاجتهاد له عليه الصلاة والسلام كالامام احمد و ابى يوسف عليهما الرحمة لا يقول بان ما ينطق به ﷺ مما ادى

ہمارے نزدیک اس میں کوئی بُعد نہیں کہ ارشاد الٰہی (اور یہ خواہش سے نہیں بولتے) کو عموم پر رکھا جائے کیونکہ جو رسول اللہ ﷺ کے لئے اجتہاد مانتے ہیں مثلاً امام احمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ آپ ﷺ سے خواہش نفس

الیہ اجتہادہ صادر عن ھوی النفس وشھوتھا - حاشا حضرۃ الرسالۃ عن ذلک - وانما یقول ھو واسطۃ بین ذلک وبین الوحی

کے تابع اجتہاد صادر ہو سکتا ہے- ایسی بات سے بارگاہ رسالت پاک ہے ہاں وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کا اجتہاد وحی اور خواہش کے درمیان واسطہ کی طرح ہے-

(روح المعانی - پ ۲۷ - ۶۷)

اس کے بعد الکشف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "ما ینطق" مضارع ہے- جبکہ ماضل اورما غوی ماضی ہے- اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سابقہ زندگی بھی خواہش نفس کے تابع نہ تھی اور اس وقت بھی

لم یکن لہ نطق عل الھوی کیف و قد تحنک و نبی (ایضا)

آپ ﷺ کا بولنا خواہش نفس کے تحت نہ تھا تو اس وقت عالم کیا ہوگا جب آپ ﷺ کو اعلان نبوت کا حکم دے دیا گیا-

شیخ عبداللہ سراج الدین حلبی (ت-۱۴۲۲) کے الفاظ نہایت ہی قابل توجہ ہیں- وما ینطق عن الھوی- کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ الفاظ مبارکہ بتا رہے ہیں سنت نبوی بھی وحی ہے-

فان النطق اعم من التلاوۃ فلم یقل سبحانہ وما یتلوا او ما یقرأ عن الھوی حتی یقال ان ذلک خاص بالقرآن الکریم بل قال سبحانہ وما ینطق عن الھوی ای وما ینطق

نطق تلاوت سے عام ہے- اللہ تعالی نے ما یتلوا (تلاوت) یا وما یقرا (قرات) عن الھوی نہیں کہا یہاں تک کہ یہ بھی نہیں فرمایا کہ یہ قرآن کریم کے ساتھ خاص ہے بلکہ فرمایا وہ

فصل

حوالہ جات کا تجزیہ

عبارت میں تضاد

اہل عقائد اور امور صنعت و حرفت کا علم

ملا علی قاری کا موقف اور فیصلہ کن عبارت

تجزیہ

عقائد دیو بند میں فتویٰ

ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اونٹ پر سوار فرما دیں، آپ ﷺ نے فرمایا

انا حاملوک علی ولد ناقة — میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔

وہ کہنے لگا

ما اصنع بولد الناقة؟ — میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا؟

فرمایا

وهل تلد الابل الا النوق — کیا اونٹ کا بچہ اونٹ نہیں ہوتا۔

(سنن ابی داؤد۔ ۴۹۹۸)

(جامع ترمذی۔ ۲۰۶۰)

اس روایت کے تحت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی خوبصورت نوٹ ملاحظہ کیجئے۔

فرماتے ہیں اس روایت میں تعلیمی پہلو یہ بھی ہے

تنبيه النبی ﷺ المتعلم وغيره على انه اذا سمع قولا ينبغی له ان يتأمله وان لا يبادر رده وهذا خلق هام جدا يتعين سلوكه على المتعلم ليفلح وفيه ايضاً ان الرسول ﷺ يمزح ولا يقول الاحقاً اذالابل كلها ولد النوق وفيه لفت الذهن الى ادراك

نبی کریم ﷺ کی متعلم اور دیگر کے لئے تنبیہ ہے کہ جب وہ کوئی قول سنے تو غور و خوض کرے اسے جلدی سے رد نہ کرے اس میں طالب کے لئے نہایت اہم اصول بیان ہوا تا کہ وہ کامیابی حاصل کر سکے اور اس میں یہ بھی ہے رسول اللہ ﷺ مزاح فرماتے مگر حق کے سوا کچھ نہ فرماتے

المعانی الدقیقة (الرسول المعلم - ۱۶۵)

اور اونٹ تمام کے تمام اونٹنی کے بچے ہیں اس میں ذہن کا دقیق معانی کے ادراک کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

موصوف کی نصیحت بہت ہی خوب ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان مقدس میں خوب غور و فکر ضروری ہے کہیں جلد بازی اور سرسری مطالعہ سے بات بگڑ نہ جائے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (ت-۵۰۵) آپ ﷺ کے ارشاد عالی کے حوالہ سے رقم طراز ہیں۔

کل کلمة من کلماته بل لفظه من الفاظه ﷺ بوجد تحتها بحار الاسرار و کنوز الرموز (الرسالة اللدنیه -۲۲۸)

آپ ﷺ کے ہر ہر کلمہ بلکہ ہر ہر لفظ کے تحت اسرار و رموز کے خزانے پوشیدہ ہیں۔

امام تاج الدین احمد بن محمد عطاء اللہ سکندری (ت-۸۰۹) رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی

فاتقوا الله واجملوا فی الطلب

اللہ کا تقوی اختیار کرو اور طلب کو مختصر رکھو

کے دس معانی و مفاہیم ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ولیس القصد بها الحصر اذ الامر اوسع من ذلک، ولکن بحسب ما ناول الغیب وانعم به المولی سبحانه وتعالیٰ وهو کلام صاحب الانوار المحیطة فما یأخذ الآخذ منه الا علی حسب

ان میں مقصود حصر نہیں کیونکہ معاملہ کہیں وسیع ہے البتہ جتنا غیب سے مل جائے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ انعام فرما دے، یہ کلام صاحب انوار محیطہ کا ہے اس سے ہر کوئی اپنے نور کے مطابق حاصل کرے گا۔ آپ ﷺ کے سمندری

نوره، ولا يأخذ من جواهر بحره الا على قدر قوة غوصه، وكل يفهم على حسب المقام الذى اقيم فيه تسقى بماء واحد، ونفضل بعضها على بعض فى الأكل، وما لم يأخذوه اكثر مما اخذوا واسمع قوله عليه السلام "واوتيت جوامع الكلم واختصر لى الكلام اختصاراً فلو عبر العلماء بالله ابد الآباد عن اسرار الكلمة الواحدة من كلامه لم يحيطوا بها علماً، ولم يقدروها فهما حتى قال بعضهم: عملت بهذا الحديث سبعين عاماً، وما فرغت منه وهو قوله عليه السلام: "من حسن اسلام المرء تركه ما لا يعنيه وصدق رضى الله عنه ولو مكث عمر الدنيا اجمع وابد الآباد لم يفرغ من حقوق هذا الحديث، وما اودع فيه من غرائب

جواہر سے ہر کوئی اپنی غوطہ زنی کے مطابق ہی پائے گا اور ہر کوئی اپنے اپنے مقام کے مطابق اسے سمجھ پائے گا۔ (پودوں کو پانی ایک ہی دیا جاتا ہے مگر پھلوں کو ہم ایک دوسرے سے بہتر کرتے ہیں) لوگوں نے آپ ﷺ کے کلام مقدس سے جو مسائل اخذ نہیں کیے، وہ ان کے اخذ کردہ سے بہت زیادہ ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی پڑھیے، مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا اور میرے لئے کلام کو مختصر کر دیا گیا ہے اگر معرفت الٰہی رکھنے والے اہل علم ابد الآباد تک رسول اللہ ﷺ کے ایک کلمہ کے اسرار کی تلاش میں رہیں تو وہ علمی طور پر اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور ان کا فہم اس کا قادر نہیں ہو سکتا حتی کہ بعض اہل علم نے فرمایا میں نے ستر سال اس فرمان نبوی پر غور کیا اور ابھی تک فارغ نہیں ہوا وہ یہ ارشاد نبوی ہے "بندہ کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی ولغو کو ترک کر دیتا ہے" اس عالم (اللہ ان سے راضی

العلوم واسرار الفهوم (التنویر فی اسقاط التدبیر-۹۰)	ہو) نے سچ کہا، اگر وہ تمام عمر دنیا پا لے پھر بھی وہ اس فرمان کے حقوق اوران علوم اوراسرار مفاہیم سے فارغ نہ ہوں گے۔

انہی علمی سمندروں اور رموز کے خزانوں سے آگاہ ہونے کے لئے ائمہ مجتہدین و محدثین اور مفسرین کی ضرورت محتاجی ہے جنہوں نے ساری زندگی ان کی خدمت میں گزار دی۔

روایت مزاح نبوی سے سینکڑوں مسائل کا استنباط

آپ ﷺ کے مزاح مبارک اور خوش طبعی کی حقانیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ائمہ مجتہدین اور محدثین نے ایک ایک روایت مزاح سے سینکڑوں مسائل کا استخراج و استنباط کیا ہے مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے' میرے چھوٹے بھائی نے ایک بلبل رکھا تھا جو مر گیا' اس پر اسے غمگین دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے تو پریشان ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اس کا بلبل مر گیا ہے جس کی وجہ سے یہ پریشان رہتا ہے اس کے بعد جب ان کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوتی تو مزاحاً فرماتے

یا ابا عمیر ما فعل النغیر؟ — اے ابوعمیر تیرے بلبل کو کیا ہوا؟

یہ آپ ﷺ کا مزاحی جملہ ہے اس سے ائمہ امت نے سینکڑوں مسائل کا استخراج کیا بلکہ امام ابوالعباس احمد طبری المعروف ابن القاص (ت-۳۳۵) نے اس پر مستقل مقالہ لکھا اس کا نام ہے- کتاب فی الکلام علی قولہ ﷺ' یا ابا عمیر ما فعل النغیر

امام ذہبی فرماتے ہیں

رأيت له شرح حديث ابی عمير (سير-۱۵-۳۷۸)

میں نے ان کی ابو عمیر والی حدیث کی شرح دیکھی۔

شیخ ابن العماد رقم طراز ہیں

وله تصنيف فی الكلام على قوله ﷺ يا ابا عمير ما فعل النغير (شذرات الذهب-۲-۳۳۹)

ان کی نبی کریم ﷺ کے اس قول 'يا ابا عمير ما فعل النغير' پر کتاب ہے۔

موصوف کی کتاب ادب القاضی کے محقق ڈاکٹر حسین خلف الجبوری نے ان کی تصانیف میں اس کتاب کا بھی ذکر کیا ہے۔ (ادب القاضی-۱-۵)

کتاب لکھنے کی وجہ

امام ابن القاص نے کتاب لکھنے کی وجہ یہ تحریر کی ہے کہ کچھ لوگ محدثین پر یہ کہتے ہوئے طعن کرتے ہیں کہ یہ ہر شئی نقل کر دیتے ہیں خواہ وہ بے فائدہ ہو مثلاً حدیث ابی عمیر' اس میں کون سا فائدہ ہے؟ حالانکہ یہ روایت متعدد فوائد پر مشتمل ہے' پھر اس سے مسائل کا استنباط کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں

ان بعض الناس عاب على اهل الحديث انهم يروون اشياء لا فائدة فيه ومثل ذلك بحديث ابی عمير هذا

بعض لوگوں نے محدثین پر اعتراض کیا کہ وہ بے فائدہ روایات بھی نقل کر دیتے ہیں جیسا کہ ابو عمیر والی حدیث ہے۔

حالانکہ اعتراض کرنے والوں کو علم نہیں

فی هذا الحديث من وجوه الفقه وفنون الادب (فتح الباری-۱۰-۴۸۱)

اس حدیث میں فقہ اور فنون ادب کی کئی وجوہ و معانی و حکمتیں ہیں۔

اس کے بعد امام ابن حجر عسقلانی نے ان کے بیان کردہ مسائل کا خلاصہ نقل کر دیا ہے۔
نوٹ۔ بحمد اللہ شیخ ابن القاص کا یہ مقالہ بندہ کے پاس موجود ہے۔اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔(قادری)

چار صد مسائل کا استنباط

شیخ عبدالحیٔ کتانی نے "حب الطیر للعب الصبیان بہ" عنوان کے تحت امام ابن القاص کی کتاب کے تذکرہ کے بعد "نفخ الطیب" کے حوالہ سے امام ابوعبداللہ بن الصباغ مکناسی کے بارے میں نقل کیا کہ انہوں نے اس مقدس روایت سے چار صد مسائل کا استنباط کیا

قال ابن غازی حدثنی ابو الحسن بن منون انه بلغه انه ای ابن الصباغ املیٰ فی درسه بمکناس علی حدیث ابی عمیر ما فعل النغیر اربع مائة فائدة

ابن غازی کہتے ہیں مجھے ابوالحسن بن منون نے بتایا کہ شیخ ابن صباغ نے مکناس میں حدیث "یا ابی عمیر ما فعل النغیر" سے چار صد مسائل لکھوائے

(نظام الحکومۃ النبویہ-۲-۱۵۰)

اب خود غور کر لیجئے کہ جس ذات اقدس ﷺ کے خوش طبعی اور قول مزاحی کا یہ عالم ہے کہ اس سے چار صد مسائل کا استنباط و استخراج ہو اس کے ہدایتی اقوال کا شان و عالم کیا ہوگا؟ اس لئے ہم پر لازم ہے کہ آپ ﷺ کے کسی بھی قول، عمل و فعل کو ہرگز بے فائدہ یا خلاف واقع قرار نہ دیں بلکہ ہمیشہ اس کے فوائد اور حکمتوں کی جستجو میں رہیں کسی نہ کسی موقعہ پر یا کسی پر اس کا راز کھل جائے گا۔

آپ ﷺ کی تمام گفتگو فیصل ہے

اس معاملہ میں صحابہ کرام کا معمول یہی تھا کہ آپ ﷺ کے ایک ایک

حرف اور جملہ کو با مقصد اور فیصل مانتے اور اگر کوئی اسے بے فائدہ اور بے مقصد قرار دینے کی کوشش کرتا تو اس کی مذمت کرتے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہود کو خیبر سے نکالا تو ان کے سربراہ ابن ابی الحقیق نے کہا تم ہمیں نکال رہے ہو حالانکہ حضور ﷺ نے ہمیں یہاں ٹھہرایا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یاد ہے آپ ﷺ نے تجھے مخاطب ہو کر فرمایا تھا

فکیف بک اذا اخرجت من بلادک؟ — جب تجھے وطن سے نکالا جائے گا تو تیرا کیا بنے گا؟

یہ نشاندہی کر رہا ہے کہ تم یہاں ہمیشہ نہیں رہ سکتے اور آپ ﷺ کی خبر مبارک سراسر صدق وحق ہے- اس پر یہودی نے کہا

کانت هزيلة من ابی القاسم ﷺ — یہ جملہ تو ابوالقاسم کا بطور ہنسی (بے مقصد) تھا-

یعنی اسے تم دلیل نہیں بنا سکتے کیونکہ یہ تو انہوں نے محض مزاح سے کہہ دیا تھا- اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

كذبت يا عدو الله — اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ کہہ رہا ہے- (الشفاء-٢-١٣٥)

یعنی اگر آپ ﷺ نے بطور مزاح بھی فرمایا ہے تو تب بھی یہ حق ہی ہے اور اس سے مسائل واحکام کا استخراج ہوگا اور اسے بطور دلیل لانا بالکل درست ہے- امام خفاجی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں-

وذلک العدو معتقد خلاف ذلک عناداً منه وجهلاً بمقام النبوة و تحقيراً له لعنه الله تعالیٰ — وہ دشمن عناد کی وجہ سے اس کے خلاف اعتقاد رکھتا تھا اور وہ مقام نبوت سے جاہل تھا اور آپ ﷺ کی تحقیر کے

والصحابة لا يقولون بشئی من ذلک	لئے یہ کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے اور صحابہ ایسی بات کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے۔
(نسیم الریاض-۵-۳۰۰)	

حضرت ملا علی قاری نے بہت ہی خوبصورت نوٹ لکھا۔

انما کذبه لنسبته له علیه الصلاة والسلام لما لایلیق به من الهزل وللاشارة الی ان کلامه کله قول فصل وما هو بالهزل فانه کان اخباراً عما سیقع من عزة الاسلام وقوة الاحکام فیکون معجزة جزیلة لاهزیلة رزلیة	اس نے آپ ﷺ کی طرف اس کی نسبت کر کے جھوٹ بولا کیونکہ استہزا کرنا آپ ﷺ کی شان نہیں اور اس میں اشارہ ہے کہ آپ کا سارا کلام حق پر مبنی فیصل ہے اور بے مقصد نہیں اور یہ ایسی خبریں ہیں جو عنقریب اسلام کی عزت کے اور احکام کی قوت کے لئے واقع ہوں گی، تو یہ کامل معجزہ ہو گئیں نہ کہ گھٹیا مذاق۔
(شرح الشفاء-۲-۲۴۳)	

فیصلہ کن ارشاد نبوی ﷺ

اپنی گفتگو کے حوالہ سے خود رسول اللہ ﷺ کا یہ فیصلہ کن ارشاد بھی موجود ہے جسے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لست من دد ولا ددمنی	میں اہل لھو میں سے نہیں ہوں اور لھو کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
(الادب المفرد)	

امام طبرانی اور امام بزار نے اسی صحابی سے یہ اضافہ بھی نقل کیا

ولست من الباطل ولا الباطل منی — میں اہل باطل میں سے نہیں اور نہ ہی مجھ سے باطل صادر ہوتا ہے۔

(شرح المواہب-۶-۶۵)

شیخ عبداللہ سراج الدین حلبی (ت-۱۴۲۲) لفظ "دد" کا ضبط بتاتے ہیں کہ پہلے دال پر زبر جبکہ دوسرے کے نیچے زیر اور مفہوم یہ بیان کیا

والمعنی انه لا یصدر الا الامر الجد والقول الحق — کہ مجھ سے بامقصد بات اور قول حق ہی صادر ہوتا ہے۔

(سیدنا محمد رسول اللہ-۲۱۴)

فصل

فہم قول نبوی ﷺ

آگاہی نہ پانے کی مثال

نام اسلام اور اسم قرآن کے سوا، کچھ نہ ہوگا

شیخ عبدالفتاح کا خوبصورت نوٹ

ایک اور اہم مثال

سوء فہم کی بناء پر احادیث صحیحہ کا انکار

بنی الاسلام علی خمس

فہم قول نبوی ﷺ

حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ کا فہم بھی نہایت اہم معاملہ ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ اس طرح گفتگو فرماتے کہ اسے سننے والا اچھی طرح سمجھ لے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے حضور ﷺ کی مبارک گفتگو

کان فصلاً یفقھہ کل احد — اس قدر واضح ہوتی کہ ہر شخص اسے سمجھ پاتا

(مسند احمد۔ ۲۵۱۴)

چونکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کلمات جامع سے نوازا ہے لہذا ان کی گہرائی کو ہر کوئی نہیں پا سکتا، اسی لئے آپ ﷺ کے بعض اقوال کا مفہوم صرف چند لوگوں نے ہی پایا۔ اس پر آپ ﷺ کے وہ ارشادات عالیہ شاہد ہیں جن میں فرمایا بعض اوقات سننے والوں سے' وہ لوگ زیادہ معانی کو پالیتے ہیں جن تک وہ پہنچاتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا' اللہ تعالیٰ اس شخص کو عزت بخشے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اسے آگے من وعن پہنچا دیا

فرب مبلغ اوعیٰ من سامع — بسا اوقات پہنچائے گئے لوگ سننے والوں سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں۔

(سنن ترمذی۔ ۲۷۹۴)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے ہمارا فرمان ہم سے سن کر یاد کیا اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔

فرب حامل فقه الی من هو افقه منه و رب حامل فقه — بہت سے علم والے' اپنے سے زیادہ علم والے تک حدیث پہنچاتے ہیں اور بہت

لیس بفقیه	بہت سے علم والے اس بات کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتے۔

(ایضاً - ۲۷۹۵)

کھلے الفاظ میں معاملہ یوں بنتا ہے کہ کچھ لوگ ظاہری الفاظ کے معنی سے آگاہ ہو جاتے ہیں مگر اس کے مقصد و روح کو صحیح طور پر نہیں پا سکتے اور اس کے مقصد تک پہنچ جانے والوں تک پہنچانے والوں کو آپ ﷺ نے اپنی دعاؤں سے نوازا ہے۔

آگاہی نہ پانے کی مثال

یہاں ہم ایک مثال بھی سامنے لاتے ہیں حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ سے ہے۔ حضور ﷺ نے ایک چیز کا ذکر کیا اور فرمایا

وذاک عند اوان ذهاب العلم	یہ علم ختم ہو جانے کے وقت ہوگا

صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ

کیف یذهب العلم ونحن نقرأ القرآن ونقرئه ابناء نا ویقرئه ابناء هم الی یوم القیامة ؟	علم کیسے ختم ہو جائے گا حالانکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور ہماری اولاد پڑھے گی اور ان کے بعد ان کی اولاد اسی طرح قیامت تک پڑھتی رہے گی؟

فرمایا اے ابن ام لبید تجھے تیری ماں روئے

ان کنت لارائک من افقه رجل بالمدینة او لیس هذه الیهود والنصارٰی یقرؤن التوراة والانجیل لاینتفعون مما فیهما بشئی	میں تو تجھے مدینہ کے فقہاء سے جانتا تھا کیا یہود و نصاریٰ توراۃ اور انجیل نہیں پڑھتے تھے ان دونوں میں جو کچھ تھا اس میں سے کچھ پر بھی عمل نہ کر کے نفع نہ پاتے۔

(مسند احمد - ۱۷۴۸۵)

امام ابن ماجہ نے بھی انہی الفاظ سے روایت نقل کی مگر آخری الفاظ یہ ہیں

لا یعملون بشئی مما فیھما — ان دونوں میں جو کچھ تھا اس پر عمل نہ کرتے

(سنن ابن ماجہ۔ ۴۰۴۸)

امام ترمذی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے آسمان کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھا اور فرمایا

ھذا اوان یختلس العلم من الناس حتی لا یقدروا منہ علی شئی — یہ وقت ہے جب لوگوں سے علم چھین لیا جائے گا یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز حاصل کرنے پر قادر نہ ہوں گے۔

حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ

کیف یختلس منا وقد قرأنا القرآن فواللہ لنقرئنہ ولنقرئنہ نساء نا وابناء نا — کیسے ہم سے چھین لیا جائے گا حالانکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اللہ کی قسم ہم قرآن کو پڑھیں گے اور اپنی عورتوں اور بچوں کو پڑھائیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے زیاد تجھے تیری ماں روئے میں تو تجھے فقہاء مدینہ سے سمجھتا تھا

ھذہ التوراۃ والانجیل عند الیھود والنصاریٰ فماذا تغنی عنھم — توراۃ اور انجیل یہود اور نصاریٰ کے پاس تھی مگر کسی نے کچھ فائدہ ان کو نہ دیا

حضرت جبیر کہتے ہیں میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ملا اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بات سنائی تو انہوں نے فرمایا، ابوالدرداء نے سچ کہا

لاحدثنک باول علم یرفع من الناس الخشوع یوشک ان تدخل مسجد الجماعۃ فلا — تو میں تمہیں بتاؤں اولاً لوگوں سے جو علم اٹھایا جائے گا وہ خشوع ہے اور عنقریب تم جامع مسجد میں جاؤ گے

ترىٰ رجلاً خاشعاً لیکن کوئی خشوع والا شخص نہ دیکھو گے۔

(سنن ترمذی-۲۷۹۱-سنن دارمی-۲۸۸)

غور کیجئے صحابہ کرام آپ ﷺ کی گفتگو نہ سمجھ پائے تو حضور ﷺ نے تفصیل سے سمجھایا اس کے بعد ماوشما کس کھاتے میں ہیں؟

پھر آپ ﷺ نے کس قدر سچ فرمایا ہے آج ہمارا دور (اگر چہ یہ تمام علم اٹھ جانے وقت نہیں) دیکھیں اس میں قرآن وسنت کے قوانین سے کس قدر روگردانی ہو چکی ہے گویا ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ مرفوع ہو چکی ہیں۔ یہاں آپ ﷺ کا یہ فرمان عالیہ بھی سامنے رکھیے۔

نام اسلام اور اسم قرآن کے سوا کچھ نہ ہوگا

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آئے گا

لا یبقی من الاسلام الا اسمه	اسلام کا صرف نام ہی رہ جائے گا
ولا یبقیٰ من القرآن الا رسمه	اوررسم قرآن کے سوا کچھ نہ ہو گا
مساجدهم عامرة وهي خراب	مساجد ان کی خوبصورت ہوں گی لیکن
من الهدیٰ علماء وهم شر من	ہدایت سے خالی ہوں گی اور ان کے
تحت ادیم السماء من عندهم	اہل علم آسمان کے نیچے سب سے شریر
تخرج الفتنة وفيهم تعود	ہوں گے۔ انہی سے فتنہ نکلے گا اور
(مشکوۃ المصابیح-کتاب العلم)	انہی میں لوٹ آئے گا۔

۱- کیا آج ہمارے ہاں اسلام نام کا ہی نہیں؟ ہم نام کے مسلمان تو ہیں مگر عقائد واعمال میں کچھ اور ہیں۔

۲- کیا قرآن آج محض رسم بن کر نہیں رہ گیا؟ اس کا مقصد نزول تو معاشرے

میں اچھی اقدار کی بحالی تھا کیا یہ چیز ہمارے پیش نظر ہے؟

۳۔ کیا مساجد فرقہ واریت کے فتنہ کا مرکز نہیں؟ کاش ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول کا ادب، اسلام کے مثبت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا درس دیتے تو آج یہ دن ہم ہرگز نہ دیکھتے۔

۴۔ کیا اہل علم ہی آلہ کار بن کر نقصان نہیں پہنچا رہے؟ کاش ہم اپنے معاملات پر نظر ثانی کر لیں۔

الغرض آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ کا مقصد ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا بلکہ اس کے لئے ائمہ مجتہدین جیسا ذہن و مطالعہ ضروری ہے۔

شیخ عبدالفتاح کا خوبصورت نوٹ

روایت مزاح کے تحت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کا یہ خوبصورت نوٹ ہے۔ اس پر نظر ڈال لیجئے

تنبیه النبی ﷺ المتعلم وغیرہ علی انه اذا سمع قولاً ینبغی له ان یتأمله و ان لا یبادر ردہ وھذا خلق ھام جدا یتعین سلوکه علی المتعلم لیفلع وفیه ایضاً ان الرسول ﷺ یمزح ولا یقول الاحقا - وفیه لفت الذھن الی ادراک المعانی الدقیقة

(الرسول المعلم - ۱۶۵)

نبی اکرم ﷺ نے طالب اور دیگر کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ جب کوئی بات سنو تو اس میں خوب غور و فکر سے کام لو اسے فی الفور مسترد نہ کرو، یہ نہایت اہم اصول ہے جسے اپنا کر طالب کامیابی حاصل کر سکتا ہے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خوش طبعی فرمایا کرتے اور اس میں بھی حق ہی کہتے اور اس میں ذہن کا دقیق معانی کی طرف متوجہ کرنا بھی ہے۔

ایک اور اہم مثال

حضور ﷺ کے اعجاز گفتگو کو واضح کرتے ہوئے ایک اہم مثال ہم سامنے لاتے ہیں جس کا فقط ظاہری معنی لینے سے سوالات وارد ہوتے ہیں لیکن اگر اس کا مفہوم ومقصد پالیا جائے تو پھر اعتراضات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے 'رسول اللہ نے فرمایا اے عائشہ

بیت لاتمر فیه جیاع اهله	جس گھر میں کھجور نہیں اس گھر والے بھوکے ہیں

امام مسلم کے مطابق یہ الفاظ تین دفعہ فرمائے (مسلم۔ ۲-۱۸۱)

ظاہری ترجمہ پر اعتراض وارد ہوسکتا ہے' کھجور کے علاوہ طعام سے بھی بھوک ختم کی جاتی ہے لیکن اس روایت سے ہمیں دو چیزیں حاصل ہو رہی ہیں

۱ - ان التمر لیس کای طعام آخر وانما التمر یحوی علی عناصر ومواد غذائیة قد لا نتوافر مجتمعة فی طعام آخر	یقیناً کھجور کسی دوسرے کھانے کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ کھجور میں جتنے وافر عناصر غذا جمع ہیں وہ کسی اور کھانے میں جمع واکٹھے نہیں

۲- اور دوسری بات یہ ہے

الجوع فی جسم الانسان لا ینحصر فی حالة فراغ المعدة من الطعام	انسان کے جسم میں بھوک محض طعام سے معدے کے خالی ہونے پر ہی منحصر نہیں۔

یعنی معدہ بھر جانے کے باوجود بھی معدہ میں بھوک رہتی ہے اگرچہ اس کا احساس بندے کو نہ ہو اور یہ بات ہمیں اب سائنسی تحقیقات کے بعد معلوم ہو رہی ہے۔ مثلاً بہت سارے لوگ بچوں کے حوالہ سے شکایت کرتے ہیں کہ یہ کھانے پینے کے باوجود

لاغر و کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ معدہ بھر جانے کے باوجود ان کی صحیح غذا نہیں ہوتی۔ اسی بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ ارشاد گرامی میں کیا ہے اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو پروٹین، شکر اور مادہ تراوٹ کھجور میں ہے وہ کسی اور غذا میں نہیں۔ تفصیل کے لئے "التغذیة و صحة الانسان للجلال خلیل" کی طرف رجوع کیجئے اسی حدیث کے تحت شیخ عبدالبدیع حمزہ زللی نے کیا ہی خوب لکھا

ومن خلال هذا العرض البسيط الذی قد مناه ندرک ان بعض اقواله و افعاله ﷺ قد لایدرک المقصود منها جميع الناس ولکن ربما يفقهها من منّ الله عليه وفتح عليه اذ يدرک بسهولة هذا المقصود او ربما تکشف للناس جزأ من الحکمة فی قوله او فعله ﷺ مع مرور الزمان و مع تطور العلوم والمعرفة وتطور المخترعات والمکتشفات التی عن طريقتها نتبين حقائق

ہماری اس مذکورہ وسیع بحث کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ لوگ آپ ﷺ کے کچھ اقوال وافعال کا ادراک اور مفہوم نہیں پا سکتے اور بعض اللہ کی عطا و فضل سے ان مفاہیم کو سمجھ لیتے ہیں اور ان پر وہ مقصود و معاملہ کھل کر سہولت کے ساتھ واضح ہو جاتا ہے اور بعض پر آپ ﷺ کے قول اور فعل کی جزوی حکمت منکشف ہو جاتی ہے۔ یہ دائمی دین ہے اس کی حکمتیں تا قیامت ہیں، لیکن کسی زمانہ کے گزرنے کے ساتھ جب کوئی علوم و معرفت میں آگے بڑھتا ہے اور جب دریافت وایجادات

علمية جديدة توضح خفايا
واسرار لم يكن يعرفها الناس
من قبل عندها يبرز للناس
جميعا جزأ من تلك الحكمة
وندرك عندئذ ان قوله او فعله
ﷺ انما هو من الاعجاز الذى
خص الله تعالىٰ به نبى الهدى ﷺ
(معجزات نبویہ-۴۷)

سامنے آتی ہیں، جن سے نئے نئے علمی حقائق سامنے ہوتے ہیں تو پھر وہ مخفی راز سامنے آتے ہیں جو پہلے لوگ نہیں جانتے تھے-تو پھر لوگوں پر اس حکمت کا کوئی حصہ ظاہر ہوتا ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے قول یا فعل میں ایسا خصوصی اعجاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی ہادی ﷺ کے ساتھ مخصوص فرما رکھا ہے-

سوءِ فہم کی بناء پر احادیث صحیحہ کا انکار

انکار احادیث کی ایک وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ ان میں خوب غور و خوض کے بجائے انہیں سرسری لیتے ہیں اپنے طور پر اسکا مفہوم اخذ کرتے ہوئے کہا اس کا معنی فلاں آیت اور حدیث سے ٹکراتا ہے لہذا ہم اسے نہیں مانتے-بس اسی وجہ سے انہوں نے متعدد احادیث صحیحہ کا انکار کر دیا

۱- مثلاً امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا-آپ ﷺ نے دعا کی

للهم احينى مسكيناً وامتنى
سكيناً واحشر نى فى زمرة
مساكين

اے اللہ مجھے مسکینی کی زندگی عطا فرما اور مسکین ہی مارنا اور میرا حشر بھی مساکین کی جماعت کے ساتھ ہو-

ض نے مسکنت کا معنی غریب وفقیر لیا اور کہا یہ غلط ہے کیونکہ آپ ﷺ ہمیشہ فقر
ے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے-

اللھم انی اعوذ بک من الفقر — اے اللہ میں فقر سے تیری پناہ مانگتا ہوں

امام احمد اور امام مسلم نے روایت کیا آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا

ان اللہ یحب العبد الغنی التقی — یقیناً اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند کرتا ہے جو غنی متقی ہو۔

تو جب آپ ﷺ فقر و فاقہ سے پناہ مانگ رہے ہیں اور غنی متقی کی مدح فرمارہے ہیں تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے فقر کی دعا کیسے کر سکتے ہیں؟ تو اس بناء پر انہوں نے اس حدیث کا انکار کر دیا حالانکہ یہاں مسکنت کا معنی فقر و محتاجی ہرگز نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے پناہ مانگی اور اسے کفر کے ساتھ ذکر کیا

اللھم انی اعوذبک من الکفر و الفقر — اے اللہ میں کفر اور فقر سے تیری پناہ مانگتا ہوں

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غنی کرتے ہوئے فرمایا

ووجدک عائلاً فاغنیٰ — اور اس نے تجھے فقیر پایا تو مالدار کر دیا

(الضحیٰ-۸)

تو یہاں اس کا معنی تواضع وانکساری اور عدم تکبر ہے۔ امام ابن اثیر لکھتے ہیں

اراد بہ التواضع والاخبات ولا یکون من الجبارین المتکبرین — اس سے تواضع اور انکساری مراد ہے کہ جبارین اور متکبرین سے نہ ہو جاؤں۔

اس مفہوم کی بناء پر دیگر احادیث سے ہرگز تعارض و تکرار نہیں لیکن تدبر نہ کرنے کی وجہ سے بعض نے اس روایت کا انکار کرد

بنی الاسلام علی خمس

حضور ﷺ کا مقدس فرمان ہے

بنی الاسلام علی خمس اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں

یہ روایت خاص و عام کو یاد ہے تقریباً تمام محدثین اور ائمہ امت نے اسے نقل کیا مگر بعض لوگوں نے اپنے عدم فہم کی وجہ سے یہ کہتے ہوئے اس کا انکار کر دیا کہ اس میں جہاد کا ذکر نہیں اس لئے ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ ان جاہلوں کو اتنا علم نہیں کہ جہاد مخصوص اوقات و حالات میں فرض عین ہوتا ہے ورنہ وہ فرض کفایہ ہے اور یہاں ان چیزوں کا ذکر ہے جو لوگوں پر عمومی طور پر لازم و فرض ہیں' اگر ان کی بات مان لی جائے تو ان تمام آیات قرآنی کا بھی انکار کرنا ہوگا جن میں مومنین' متقین اور ابرار کے اوصاف کا ذکر ہے اور وہاں جہاد کا تذکرہ نہیں اور پھر محدثین کرام نے باقاعدہ یہ اعتراض اٹھایا اور اس کے کئی جوابات بھی دیئے ہیں کہ حضور ﷺ نے پانچ کا ذکر کیا حالانکہ دیگر اشیاء بھی لازم ہیں مثلاً جہاد' والدین کا احترام اور صلہ رحمی وغیرہ۔ اس کا جواب بھی دیا کہ یہاں مقصود ان اظہر اور اعظم شعائر اسلام کا ذکر ہے جو تمام افراد پر لازم ہیں۔

وما سوی ذلک فانما یجب باسباب لمصالح فلا یعم وجوبها جمیع الناس

جو ان کے علاوہ ہیں وہ اسباب و مصالح کی وجہ سے لازم ہوتے ہیں اور تمام لوگوں پر وہ واجب نہیں

بلکہ مسلم میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ پانچ چیزیں بیان کیں تو ایک آدمی نے ان سے کہا

الا تغزو؟ کیا تم جہاد نہیں کرتے؟

تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ پانچ چیزیں سنی تھیں جنہیں بیان

کر رہا ہوں

اس جواب پر امام نووی لکھتے ہیں

فالظاهر ان معناه ليس الغزو بلازم على الاعيان

اس کا ظاہر معنی یہی ہے کہ جہاد فرض عین نہیں

(المنھاج-۱-۳۳)

شیخ سعید حوی نے اس مسئلہ کو واضح کرتے ہوئے خوب لکھا کہ حضور ﷺ نے تعلیمات اسلام کا تعارف مختلف انداز میں لوگوں کے سامنے رکھا مگر

لم يفهم كثير من الناس مقصود رسول الله ﷺ اذان الرسول عليه الصلاة والسلام كان احياناً يعرف الكل بالجزء لاهمية الجزء كقوله عليه السلام الحج عرفة

کثیر لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے مقصود کو نہ سمجھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بعض اوقات اہمیت جز کی وجہ سے جز کہہ کر کل کا تعارف کروایا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان حج عرفات ہی ہے۔

تو اب وقوف عرفات کو کل حج سمجھ لینا محض غلط فہمی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کی اہمیت کو آشکار فرمایا ہے۔ اسی طرح تعارف اسلام کا معاملہ ہے

انما عبرت بالجزء عن الكل لتبيان هذا الجزء بدليل الحديث الصحيح

جزء کو کل سے تعبیر کیا اس جز کی وضاحت کے لئے جو حدیث صحیح میں ہے

(الاسلام-۱۳-۱۴)

اب انہیں پانچ کو کل اسلام نہ سمجھ لیا جائے، ہاں اسلام میں ان کی اہمیت کا احساس کیا جائے۔

بلکہ امام بزار نے اسلام کی تعریف رسول اللہ ﷺ سے یوں نقل کی ، اسلام آٹھ حصص پر مشتمل ہے۔ (۱) اسلام لانا (۲) نماز پڑھنا (۳) زکوۃ دینا (۴) روزہ رکھنا (۵) بیت اللہ کا حج (۶) نیکی کا حکم (۷) برائی سے روکنا

(۸) والجهاد سهم وقد خاب لا سهم — اور جہاد اسلام کا حصہ ہے اور جس کے پاس اسلام کا حصہ نہیں وہ خسارے میں ہے

(مسند بزار بحوالہ الاسلام-۱۶)

اس لئے ضروری ہے کہ ہم ماہرین فن کی طرف رجوع کریں اور ان کی تشریحات و توضیحات سے مالا مال ہوکر زندگی بسر کریں۔

فرمان نبوی "انتم اعلم بامور دنیا کم" بھی ان ارشادات عالیہ سے ہے جن کی سمجھ اہل معرفت کو ہی ہوسکتی ہے، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

فصل

خطاء پر انکار ناممکن

کتاب کو پاک رکھنا چاہتا ہوں

رک جایئے سوچیے

خطاء پر اقرار ناممکن

اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ کہ حضور ﷺ نے اجتہاد فرمایا یا نہیں؟ جمہور امت کا موقف یہی ہے کہ آپ ﷺ نے دینی و دنیوی مسائل میں اجتہاد فرمایا پھر اس میں اختلاف ہوا کیا آپ ﷺ کے اجتہاد میں خطا ممکن ہے؟ کچھ اہل علم نے اس کی سختی سے تردید کرتے ہوئے لکھا 'خطا ممکن ہی نہیں' مثلاً

۱- امام فخر الدین محمد بن عمر رازی (ت-۶۰۶) اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں

اذا جوزنا له ﷺ الاجتهاد فالحق عندنا انه لایجوز ان یخطی' — جب ہم نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے اجتہاد کے قائل ہیں تو ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ آپ کا اجتہاد خطا سے پاک ہے۔

اس پر دلیل یہ قائم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہر معاملہ میں اتباع کا حکم دے رکھا ہے

فلوجاز علیه الخطاء لکنا مامورین بالخطاء وذلک ینافی کونه خطاء — اگر آپ ﷺ کے لئے خطا کو جائز قرار دیا جائے تو ہم پر خطا کی پیروی کرنا لازم آئے گا اور یہ خطا ہونے کے منافی ہے۔

(المحصول-۲-۴۹۳)

۲- امام تاج الدین عبدالوہاب سبکی (ت-۷۷۲) کے الفاظ ہیں

والصواب ان اجتهاده صلی الله علیه وآله وسلم لا یخطئ — اور درست یہی ہے کہ آپ ﷺ کا اجتہاد خطا سے منزہ ہے۔

(جمع الجوامع-۲-۳۸۷)

شیخ جلال شمس الدین محمد محلی اس کی شرح میں فرماتے ہیں اس کے مقابل جو دوسرا قول ہے

لبشاعة هذا القول عبر المصنف بالصواب

اس قول کو مصنف نے غلط و ناپسند قرار دیتے ہوئے (قول عدم خطا) کو درست وصواب سے تعبیر کیا ہے۔

اس پر شیخ بنانی نے لکھا

المشعر بان مقابله خطاء (ایضاً)

اس سے انہوں نے بتایا کہ اس کا مقابل (قول خطا) غلط ہے۔

کتاب کو پاک رکھنا چاہتا ہوں

جبکہ سبکی موصوف نے "الابھاج فی شرح المنھاج" میں یہ کہتے ہوئے دوسرا قول نقل نہیں کیا کہ میں اپنی کتاب اس سے پاک رکھنا چاہتا ہوں۔ ان کے الفاظ ہیں

والذی جزم به من كونه لايخطئ اجتهاده وهو الحق وانا اطهر كتابی ان احكی فيه قولاً سوی هذا القول بل نحفل ولا نعباً (الابھاج-۳-۲۱۴)

جس پر ہمیں یقین ہے وہ یہی ہے کہ آپ ﷺ کے اجتہاد میں خطا نہیں اور یہی حق ہے اور میں اپنی کتاب کو اس کے سوا قول کی حکایت سے پاک رکھنا چاہتا ہوں بلکہ ہم اسے گھٹیا سمجھتے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

رک جائیے سوچیے

یہاں رکیے بار بار سوچیے اور غور کیجئے ایک یہ اہل ایمان واصحاب علم ہیں جو حبیب خدا ﷺ کے اجتہاد میں خطا ماننا تو کجا ایسے قول سے بھی اپنی کتاب کو آلودہ کرنا پسند نہیں

کرتے اور ایک یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی خطاؤں کو چن چن کر جمع کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ان کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، بتایئے ان میں اہل اسلام کا نمائندہ کون ہیں؟

ہاں کچھ لوگوں کی رائے و تحقیق یہ ہے کہ خطا ممکن ہے مگر اس پر اقرار ممکن نہیں یعنی اگر خطا کا صدور ہو تو فی الفور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی مل جاتی ہے۔

امام ابوبکر محمد سرخسی (ت-۴۹۰) اجتہاد نبوی ﷺ کے بارے میں رقم طراز ہیں

فانہ ﷺ کان لایقر علی الخطاء فکان ذلک منہ حجۃ قاطعۃ

یقیناً آپ ﷺ کو خطا پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا اور آپ کا اجتہاد حجت قاطعہ ہوتا ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں ہمارے ہاں اصح قول یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا اور وحی سے رہنمائی نہ ملتی تو آپ ﷺ کچھ انتظار کے بعد

بعمل بالرای والاجتہاد و بین الحکم بہ فاذا اقر علیہ کان ذلک حجۃ قاطعۃ للحکم

رائے اور اجتہاد پر عمل فرماتے اور حکم کو واضح فرماتے اگر آپ ﷺ کو اس پر قائم رہنے دیا گیا تو یہ حکم ہمارے لئے حجت قاطعہ ہوگا۔

(اصول سرخسی-۲-۹۱)

شیخ محب اللہ بہاری (ت-۱۱۱۹) مسئلہ اجتہاد نبوی ﷺ کے تحت رقم طراز ہیں

فان اقر علیہ صار کالنص قطعاً

آپ ﷺ کو جس پر قائم رکھا جائے تو وہ نص کی طرح قطعی ہے

اس کی شرح میں امام عبد العلی محمد انصاری (ت-۱۲۲۵) کے الفاظ ہیں

لانہ لایقر علی الخطاء

اس لئے کہ آپ ﷺ کو خطا پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت-۲-۳۱۸)

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اجتہاد میں آپ ﷺ سے یا تو ابتدأ ہی خطا ممکن نہیں یا انتہأ ممکن نہیں یعنی اس پر اتفاق ہے کہ خطا پر اقرار اور قیام ہرگز نہیں ہو سکتا، جب یہ حقیقت سامنے آ گئی۔

تو اب سوال یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے پیوند کاری سے منع فرمایا کیا اس کے خلاف کسی وحی الٰہی کا نزول ہوا؟ اگر ہوا ہے تو کون سی ہے؟ ہمارے مطالعہ میں ایسی کوئی چیز نہیں؟ اور اگر وحی کا نزول نہیں ہوا تو پھر ہم اسے خطا کیسے کہہ سکتے ہیں جسے رب اکرم خطا قرار نہیں دے رہا، اگر اس کے ہاں یہ غلطی ہوتی تو فی الفور اس کا ازالہ کر دیا جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا تو اب ہمیں روایت کا ایسا مفہوم تلاش کرنا ہوگا جو مذکورہ اصول کے تحت آتا ہو اور وہ دیگر نصوص سے متضاد بھی نہ ہو

باب ۴

حضرت آدم علیہ السلام اور حقائق اشیاء کا علم

مقصد، حقائق پر اطلاع

دینی اور دنیاوی فوائد کا علم

صنعت و حرفت کا علم

تمام دینی اور دنیاوی منافع کا علم

حقائق اشیاء کا علم

حضرت خلیل علیہ السلام کا مقام علمی

حضرت آدم علیہ السلام اور حقائق اشیاء کا علم

اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو دنیاوی اشیاء کے حقائق سے آگاہ فرمایا تو تصور کیجئے تمام انبیاء کے سربراہ کو یہ شان کس قدر ملی ہوگی۔

ارشاد الٰہی

وعلم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملائكة فقال انبئونی باسماء هؤلاء ان كنتم صادقين (البقرہ-۳۱)

اور اللہ نے سکھائے آدم کو اسماء تمام پھر انہیں ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو

"اسماء" سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کرام نے متعدد آراء نقل کی ہیں اور ان میں کوئی تضاد نہیں بلکہ وہ ایک دوسرے کی تائید و تشریح ہیں۔ حافظ عماد الدین بن کثیر (ت-۷۷۴) نے متعدد صحابہ اور تابعین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا

الصحيح انه علمه اسماء الاشياء كلها ذواتها وصفاتها وافعالها كما قال ابن عباس حتى الفسوة والفسية يعنى ذوات الاسماء والافعال المكبر والمصغر

صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام اشیاء کی ذوات، ان کی صفات اور ان کے افعال کے نام سکھائے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حتیٰ کہ تھوڑی اور زیادہ ہوا کے خروج کا نام بھی بتایا۔ یعنی اسماء کی ذوات اور بڑے چھوٹے افعال کا علم دیا۔

اس کے بعد امام بخاری سے تفصیلاً حدیث شفاعت ذکر کی کہ اہل قیامت

آپس میں مشورہ کریں گے کہ بارگاہ خداوندی میں کسی کو سفارشی بنایا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت حاضر ہو کر عرض کریں گے، آپ تمام انسانوں کے والد ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ملائکہ کو آپ کے لئے سجدہ کا حکم دیا

وعلمک اسماء کل شئی — اور اس نے آپ کو تمام اشیاء کے اسماء کی تعلیم دی

اس کے بعد روایت مسلم کے الفاظ نقل کئے اور لکھا

فدل هذا علی انه اسماء جمیع المخلوقات ولهذا قال ثم عرضهم علی الملائکة یعنی المسمیات — یہ اس پر دلیل ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے نام سکھائے اسی لئے فرمایا پھر انہیں ملائکہ پر پیش کیا یعنی ذوات اشیاء کو

پھر مسمیات وذوات کی ملائکہ پر پیشگی پر دلائل دیئے کہ صحابہ سے منقول ہے

وعلم آدم الاسماء کلها ثم عرض الخلق علی الملائکة — کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کی تعلیم دی پھر مخلوق کو ملائکہ پر پیش کیا۔

حضرت مجاہد سے یہ تفسیر نقل کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کی تعلیم دی پھر مخلوق کو ملائکہ پر پیش کیا۔

ثم عرض اصحاب الاسماء علی الملائکة — پھر اصحاب اسماء (ذوات) کو ملائکہ پر پیش کیا گیا۔

(تفسیر القرآن العظیم، ۱، ۷۳)

علامہ سید محمود آلوسی (ت-۱۲۷۰) مراد اسماء آشکار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس میں اہل علم کی مختلف آراء موجود ہیں

والحق عندی ما علیه اهل الله وهو الذی یقتضیه منصب الخلافة الذی علمت وهو انها اسماء الاشیاء علویة او سفلیة جوهریة او عرضیة ویقال لها اسماء الله تعالیٰ عندهم باعتبار دلالتها علیه وظهوره فیها غیر متقیدبها ولهذا قالوا ان اسماء الله تعالیٰ غیر متناهیة اذ ما من شئی یبرز للوجود من خبایا الجود الا وهو اسم من اسمائه تعالیٰ وشان من شئونه عز شانه وهو الاول والاخر والظاهر والباطن .... وتعلیمها له علیه السلام علی هذا ظهور الحق جل وعلا فیه منزهاً عن الحلول والاتحاد والتشبیه بجمیع اسمائه وصفاته المتقابلة حسب استعداده الجامع بحیث علم وجه الحق فی تلک الاشیاء وعلم ما انطوت علیه وفهم ما اشارت الیه فلم یخف

اور میرے نزدیک حق وہی ہے جس پر اہل اللہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ منصب خلافت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء کے اسماء ہوں خواہ وہ اوپر ہیں یا نیچے، جوہر ہیں یا عرض، ان کے ہاں انہیں اسماء الٰہیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی ان پر دلالت ہے اور ان میں اس کا غیر مقید ظہور ہوتا ہے کیونکہ کائنات میں جو بھی شے معرض وجود میں آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی نام اور اس کی شانوں میں سے کسی شان کا مظہر ہوتی ہے اور وہی اول وہی آخر اور وہی ظاہر و باطن ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی تعلیم یوں ہوئی ان میں ظہور حق ہوا جو حلول، اتحاد اور تشبیہ سے پاک ہے اور یہ ظہور تمام اسماء و صفات کے ساتھ ان کی استعداد کے مطابق ہوا، یوں کہ وہ ان اشیاء میں وجہ حق جان لیں وہ ان کے شمولات سے واقف ہو جائیں اور ان کے اشارات کو یوں جان لیں کہ

علیه منها خافیة ولم یبق من اسرارها باقیة فیا لله هذا الجرم الصغیر کیف حوی هذا العلم الغزیز	ان پر کوئی چیز مخفی نہ رہے اور ان کے اسرار میں سے کوئی باقی نہ رہے یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ چھوٹے سے جسم میں وہ کس قدر علم کامل رکھ دیتا ہے۔

اس کے بعد تعلیم کی کیفیت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں، اسماء، ان کے مدلولات، ان پر دلالت اور وجہ دلالت کا علم تفصیلی ضروری اور بدیہی طور پر تخلیق فرما دیا۔ جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اجزاء مختلفہ اور متخالف قوتوں سے پیدا کیا جن میں انواع مدرکات کے ادراک کی استعداد تھی۔

والهمه معرفة ذوات الاشیاء واسمائها وخواصها ومعارفها واصول العلم وقوانین الصناعات وتفاصیل آلاتها وکیفیات استعمالاتها	اور انہیں ذوات اشیاء، ان کے اسماء، خواص، معارف، اصول علم، صنعتوں کے قوانین، ان کے آلات کی تفصیل اور ان کے استعمال کے طریقے الہام فرمائے

(روح المعانی-۱-۳۰۳)

امام کے یہ الفاظ

قوانین الصناعات و تفاصیل آلاتها و کیفیات استعمالاتها	صنعتوں کے قوانین، ان کے آلات کی تفاصیل اور ان کے استعمال کے طریقوں سے آگاہ کیا

نہایت ہی قابل توجہ ہیں

امام فخر الدین رازی (ت-۶۰۶) اسماء کی مراد واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ای علمه صفات الاشياء ونعوتها و خواصها

یعنی انہیں اشیاء کی صفات، اقسام اور خواص کی تعلیم دی

اس پر دلائل دیتے ہیں کہ یہ مفہوم مراد لینا اس لئے لازم ہے

۱ - ان الفضيلة في معرفة حقائق الاشياء اكثر من الفضيلة في معرفة اسمائها

اشیاء کی حقیقتوں کا جاننا بہت زیادہ افضل ہے اس سے کہ ان کے اسماء کی معرفت ہو

۲- بعض نے چونکہ اس سے مراد فقط لغات و زبانیں لیں تھیں، فرماتے ہیں یہ بہتر نہیں کیونکہ ان کے ساتھ تحدی و چیلنج ممکن نہیں کیونکہ ان کا علم، تعلیم کے بغیر نہیں ہو سکتا، ہاں

العلم بحقائق الاشياء فالعقل متمكن من تحصيله فصح وقوع التحدي فيه

اشیاء کی حقیقتوں کا علم تو ان کا حصول بذریعہ عقل ہو سکتا ہے لہذا اس کے ساتھ تحدی درست ہے۔

(مفاتیح الغیب-۲-۱۷۵)

یہاں امام رازی نے نہایت ہی فیصلہ کن الفاظ میں واضح یہی کیا کہ حقائق اشیاء کا علم عقل سے بھی ممکن ہے تو یہاں یہ جاننا نہایت ہی ضروری ہے کہ اس کائنات میں سب سے زیادہ عقل رکھنے والے حبیب خدا ﷺ ہی ہیں اس میں کوئی دوسری رائے ہی نہیں۔ اس کی تفصیل آرہی ہے کہ تمام مخلوق کی عقل حضور ﷺ کی بنسبت ریت کا ذرہ بھی نہیں۔

یہاں ہم مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ (ت -۱۳۹۱) کا ایک اقتباس نقل کیے دیتے ہیں جو معاملہ کو سمجھنے کے لئے کافی معاون ثابت ہوگا، لکھتے ہیں

"کلھا اس میں بہت گنجائش ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نام بھی آدم علیہ السلام کے علم سے باقی نہ بچا- جیسے خالق کل شئی سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہر چیز کا خالق ہے، ایسے ہی یہاں کلھا سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام ہر نام والی چیز کے عالم ہیں- خیال رہے کہ آدم علیہ السلام کا علم اس قدر وسعت کے باوجود ہمارے نبی ﷺ کے دریا کا قطرہ ہے- کیونکہ ان کا علم ہر اس چیز کو گھیرے ہوئے ہے کہ جہاں تک الفاظ اور ناموں کی رسائی ہے- لیکن میرے شہنشاہ ﷺ کے متعلق فرمایا گیا وعلمک ما لم تکن تعلم یہاں نہ اسم کی قید ہے نہ الفاظ و حروف کی پابندی- اب ہم کلھا کی کس قدر گنجائش دکھاتے ہیں- یہ سب جانتے ہیں کہ دنیا میں اول سے آخر تک لاکھوں زبانیں بولی گئیں اور ہر زبان کے حروف، نقش اور ان کے الفاظ علیحدہ علیحدہ ہوئے، پھر ہر زبان میں کروڑوں لغات جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں کروڑوں چیزیں اور ہر چیز کی لاکھوں صفات اور ہر صفت کے لاکھوں نام اور نام کے لکھنے اور بولنے کے لاکھوں طریقے، مثلاً الف لکھنے کا انگریزی میں اور طریقہ ہے، اردو میں اور، عربی میں اور پھر مثلاً پانی کو اردو میں پانی، فارسی میں آب، عربی میں ماء، ہندی میں جل، انگریزی میں واٹر اور نہ معلوم کس کس زبان میں کیا کیا کہتے ہوں گے- پھر اگر لفظ پانی لکھا جائے تو ہر زبان کی عبارت میں علیحدہ طریقے سے مثلاً انگریزی (PAM) اور ہندی میں اور گجراتی میں اردو میں (پانی) عربی میں (ماء) وغیرہ وغیرہ طریقوں سے پھر اس پانی کے ہزاروں حالات اور ہزاروں قسمیں ہیں، ٹھنڈا گرم، صاف میلا، کھاری میٹھا، بھاری ہلکا، گاڑھا پتلا، سفید کالا وغیرہ وغیرہ- یہ سب علوم سیدنا آدم علیہ السلام کو دیئے گئے بھلا خیال تو کرو اس علم کی کوئی حد ہے- تفسیر روح البیان میں اس جگہ فرمایا گیا کہ آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانوں کا علم تھا اور ایک

ہزار پیشوں میں خوب ماہر تھے مگر آپ نے کھیتی باڑی کا کام کیا۔ **لطیفہ**، آدم علیہ السلام کا پیشہ کھیتی باڑی، نوح علیہ السلام کا نجاری (لکڑی بنانا یعنی بڑھئی کا پیشہ)، ادریس علیہ السلام کا درزی گری۔ صالح علیہ السلام کا تجارت، داؤد علیہ السلام کا زرہ سازی (زرہ بنانا، یعنی لوہار کا کام) سلیمان علیہ السلام کا زنبیل سازی اور موسیٰ علیہ السلام، شعیب علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کا عمل مبارک بکریاں چرانا تھا۔

(روح البیان)

نیز **کلھا** سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کے سارے نام بھی ان کو تعلیم فرمائے تھے۔ اب تو آدم علیہ السلام کے علم کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ روح البیان وغیرہ نے اس جگہ لکھا کہ آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں اور اپنی اولاد کے سارے نام اور حیوانات، جمادات، پرندے چرندے اور ہر وہ جاندار جو قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں، تمام شہروں اور گاؤں ہر کھاتی پیتی چیز اور جنت کی ہر نعمت بلکہ یوں کہو کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے نام بتا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ پیالہ اور پیالی اور ڈھال اور دودھ نکالنے کا برتن بلکہ آہستہ اور زور سے گوز مارنا کے نام بھی بتا دیئے۔

ثم عرضھم اس سے معلوم ہوا کہ فقط غائبانہ نام ہی نہ بتائے گئے تھے بلکہ دیکھنے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں یعنی جو چیزیں قیامت تک کبھی بھی پیدا ہونے والی تھیں، مثلاً ریلوے، موٹر کار، ٹیلی فون، ریڈیو، ہوائی جہاز وغیرہ۔ یہ سب چیزیں ان کو دکھا کر ان کے نام اور بنانے کی ترکیبیں اور ان کے سارے حالات بتائے گئے۔

(اشرف التفاسیر-۱-۲۵۸)

اس کے فوائد کے تحت رقم طراز ہیں

بری چیز کا جاننا برا نہیں کیونکہ آدم علیہ السلام کو ہر بری بھلی چیز کا علم دیا گیا اور اس سے ان کی افضلیت ظاہر فرمائی۔

(ایضاً-۲۶۰)

مقصد، حقائق پر اطلاع

مفسرین نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ حصول الفاظ و اسماء بڑی غرض و مقصد نہیں ہوتا۔ بلکہ مسمیات کی ذوات، ان کے حقائق اور ان کے خواص و اسرار کا جاننا کمال ہوتا ہے۔

امام ناصر الدین احمد منیر سکندری رقمطراز ہیں، نفس الفاظ کا حصول بڑا کمال نہیں

بل الغرض العظیم تعلیمه لذوات المسمیات واطلاعه علی حقائقها وما اودع الله تعالیٰ فیها من خواص و اسرار

بلکہ مقصد عظیم انہیں مسمیات کی ذوات کی تعلیم اور ان کے حقائق اور ان میں ودیعت فرمودہ خواص واسرار پر اطلاع دینا ہے۔

اسماء سے مسمیات مراد ہونے پر دوسری دلیل یہ دی کہ ارشاد الٰہی "ثم عرضهم علی الملائکة" میں

الضمیر فیه عائد الی المسمیات اتفاقاً

ضمیر بالاتفاق مسمیات کی طرف لوٹ رہی ہے۔

(الانتصاف-۱-۱۲۵)

دینی و دنیاوی فوائد کا علم

علامہ جار اللہ زمخشری (ت-۵۲۸) اسماء مسمیات کی تعلیم کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی پیدا کردہ اجناس دکھائیں، ان کے نام بتائے' اس کا نام گھوڑا' اس کا نام اونٹ اور دیگر تمام اشیاء کے نام بتائے

وعلمه احوالها وما یتعلق بها من المنافع الدینیة والدنیویة

اور ان کے احوال اور ان سے متعلق دینی و دنیاوی منافع کی تعلیم دی

(الکشاف-۱-۱۲۶)

صنعت وحرفت کا علم

علامہ غلام رسول سعیدی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں
اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اشیاء کے حقائق، خواص، اسماء، علوم کے قواعد اور مختلف صنعتوں کے قوانین تعلیم فرمائے (تبیان القرآن-۱-۳۵۵)

امام ابوالسعود محمد عمادی حنفی (ت-۹۵۱) اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں- حضرت آدم علیہ السلام کو جو علوم دیے گئے ان میں قوانین صنعت وحرفت بھی شامل تھے

قیل اسماء خلقه من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات والموهومات والهمه معرفة ذوات الاشیاء وخواصها ومعارفها واصول العلم وقوانین الصناعات وتفاصیل آلاتها وکیفیة استعمالاتها

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی مخلوق کے معقولات، محسوسات متخیلات اور موہومات کی تعلیم دی، انہیں اشیاء کی ذوات ان کے خواص، معارف، اصول علم، قوانین صنعت، ان کے آلات کی تفصیل اور ان کے استعمال کا طریقہ سکھایا

(ارشاد العقل السلیم، ۱-۸۴)

امام قاضی عمر بیضاوی (ت -۶۸۵) اسماء کی تفسیر میں لفظ اسم کے دو معانی بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں- اسم کا اول معنیٰ ہو یا ثانی کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ دوسرا اول کو مستلزم ہے- کیونکہ باعتبار دلالت، الفاظ کا علم، معانی کے علم پر ہی موقوف ہوتا ہے تو اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا

انه تعالیٰ خلقه من اجزاء مختلفة وقوی متباینة مستعدا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مختلف اجزا اور متخالف قوتوں سے پیدا کیا اور ان

لادراک انواع المدرکات من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات والموهومات والهمه معرفة ذوات الاشیاء وخواصها واسمائها واصول العلم وقوانین الصناعات وکیفیة آلاتها

(انوار التنزیل، ۱-۲۸۶)

میں معقولات، محسوسات، متخیلات اور موہومات کے ادراک کی استعداد رکھی اور انہیں اشیاء کی ذوات، ان کے خواص، اسماء، اصول علم، قوانین حرفت اور ان کے آلات کی کیفیت سے آگاہ کیا۔

تمام دینی ودنیاوی منافع کا علم

امام محی الدین شیخ زادہ محمد بن مصلح الدین حنفی (ت-۹۵۱) نے اس آیت مبارکہ کے تحت بڑی تفصیل سے لکھا - ان کے کچھ اقتباسات درج کئے دیتے ہیں تا کہ مسئلہ خوب آشکار ہو جائے - اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اسماء مسمیات کی تعلیم کیسے دی؟ کی تفصیل کرتے ہیں

انہ تعالیٰ اراہ الاجناس التی خلقها من الجواهر والاعراض والقی فی قلبه ان هذا فرس وهذا اسمه بقرة وهذا اسمه بعیر الی تمام الاجناس وعلمه احوالها و منافعها مثل ان قال الفرس یصلح للرکوب والبقرة لکراث الارض والبعیر لحمل

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی مخلوق کے جواہر و اعراض کی اجناس دکھا کر ان کے دل میں القا کیا کہ اس کا نام گھوڑا، اس کا نام گائے اور اس کا نام اونٹ حتی کہ تمام اجناس کے ناموں سے آگاہ کیا، اور انہیں ان کے احوال اور منافع بھی بتائے مثلاً گھوڑا سواری کے لئے، گائے کاشت کے لئے، اونٹ بوجھ

الاثقال وكذا الحال في جميع
اسماء المسميات وخواصها
وما يتعلق بها من المنافع
الدينية والدنيوية

اٹھانے کے لئے ہے۔اسی طرح تمام
مسمیات ان کے خواص اور ان سے
دینی و دنیاوی متعلقہ منافع سے بھی
آگاہ فرمادیا۔

حقائق اشیاء کا علم

محض انہیں اسماء والفاظ کا علم ہی نہیں دیا بلکہ ذوات کے حقائق وخواص کا علم دیا اس پر امام فخر الدین رازی کی گفتگو نقل کی جس میں تھا کہ یہاں اشیاء کی صفات' نعوت اور خواص مراد ہیں وجہ تعمیم ذکر کی کہ کیا وجہ یہاں صفات وصنائع مراد لئے جارہے ہیں کہ مقصد یہاں حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا ملائکہ کے سامنے اظہار ہے

وليس كبير فضل للعلم بمجرد
العبارة الدالة على المسميات
وخواصها واحوالها لان العلم
بالماهيات وعوارضها اهم من
العلم باللغات الذي هو من
وظائف الصبيان

تو محض مسمیات، ان کے خواص و
احوال پر دال الفاظ کا جان لینا اتنا بڑا
کمال نہیں کیونکہ حقائق اورعوارضات
کا علم ان زبانوں کے علم سے اہم ہے
جنہیں مکتب میں بچے سیکھتے ہیں

اگر صرف نام اور اسماء ہی بتائے تھے

كيف يجوز ان يقال جعل آدم
عالماً في ملكوت السموات
والارض؟ بحيث صار شيخاً
مدرساً للملائكة بمجرد تعلم

تو یہ کہنا کیسے جائز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے
حضرت آدم کو سماوی و ارضی سلطنتوں
میں عالم بنایا، وہ زبانوں اور اسماء
جاننے پر ملائکہ کے استاذ اور مدرس کیسے

لغات و اسماء فلما جاز تعمیم الاسماء للالفاظ الموضوعة والصفات بحسب اللغات کان الحمل علی العموم اولیٰ

بن گئے؟ جب اسماء کی الفاظ موضوعہ اور صفات میں باعتبار لغات تعمیم جائز ہے تو اب عموم پر حمل اولیٰ ہوگا

امام بیضاوی کی عبارت 'والھمہ' کے تحت لکھتے ہیں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کی ان میں صرف استعداد ہی رکھی بلکہ ان کو عملاً ان کے سامنے رکھ کر نام بتائے

انہ لم یبقہ علی الاستعداد المحض بل اخرج کمالہ من القوۃ ای حیث الھمہ معرفة ذواتِ الاشیاء ای حقائقھا التی کل واحدۃ منھا مغایرۃ لماعداھا ومعرفة مایخصھا من الصفات والمنافع والمضار ومعرفة اسمائھا ای الفاظ الموضوعة بازائھا ومعرفة اصول العلوم ای قواعدھا الکلیة وقوانین الصناعات ای الامور الکلیة التی یحتاج الیھا فی الصناعات والحراف

انہیں محض استعداد پر ہی نہیں باقی رکھا بلکہ ان کے کمال کو قوت سے نکال کر عملاً ذوات اشیاء کی معرفت بخشی یعنی ان کے حقائق سے یوں آگاہ کیا کہ ہر شے ایک دوسری سے ممتاز و جدا تھی، ان کی صفات، خواص، منافع اور نقصانات کی معرفت دی، ان الفاظ کے اسماء کے بارے میں یوں آگاہ کیا کہ ان کی وضع ان کے لئے ہے علوم کے اصول یعنی قواعد کلیہ اور قوانین صنعت یعنی وہ امور کلی بتائے جن کی صنعتوں اور حرفتوں میں ضرورت و محتاجی ہوتی ہے۔

معنی عرض (ان پر پیش کئے) کی تشریح کرتے ہوئے دو بزرگوں کا حوالہ دیا اور لکھا امام غزالی کے نزدیک اس کا معنی ہے

ابرزناها حتی رأوها

ہم نے انہیں ان کے سامنے ظاہر کیا حتیٰ کہ انہوں نے انہیں دیکھ لیا

شیخ مقاتل کہتے ہیں

ان الله تعالیٰ خلق کل شئی من الحیوان والجماد ثم علم آدم اسماء ھا ثم عرض تلک الشخوص الموجودات علی الملائکۃ ولذلک قال ثم عرضھم

اللہ تعالیٰ نے حیوانات و جمادات تمام کو پیدا کیا پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے نام سکھائے پھر ان کی ذوات موجودہ کو ملائکہ پر پیش کیا اس وجہ سے فرمایا پھر اس نے انہیں پیش کیا

(حاشیہ شیخ زادہ-۱-۵۰۵تا۵۱۱)

امام ابوالحسن ماوردی (ت-۴۵۰) فرماتے ہیں تعلیم الاسماء میں تین اقوال ہیں-

۱-اسماء ملائکہ ۲- اسماء اولاد

۳- حضرت ابن عباس، قتادہ اور مجاہد سے ہے

اسماء جمیع الاشیاء

تمام اشیاء کے اسماء کی تعلیم دی

آگے پھر دو اقوال ہیں

۱- فقط اسماء کی تعلیم دی نہ کہ معانی کی-

۲- اسماء و معانی دونوں کی تعلیم دی کیونکہ بلا معانی، تعلیم اسماء میں کیا فائدہ؟

فتکون المعانی ھی المقصودۃ والاسماء دلائل علیھا

تو معانی کا علم مقصود ہے ہاں اسماء ان کی طرف رہنمائی کرتے ہیں

(النکت والعیون-۱-۹۹)

امام اسماعیل حقی (ت-۱۱۳۷) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم

علیہ السلام کو اشیاء کی اجناس دکھائیں' ان کے نام بتائے جن میں حیوانات' جمادات' شہروں و بستیوں کے نام' پرندوں اور نباتات کے نام

وصنعة كل شئى .... اور ہر شے کی صنعت اور تمام کھانوں
واسماء المطعومات اور مشروبات کے نام بھی بتا دیے
والمشروبات

(روح البیان-۱-۱۳۴)

امام ابوبکر احمد بن علی جصاص (ت- ۳۷۰) لکھتے ہیں اگر چہ ربیع بن انس سے ہے کہ مراد اسماء اولاد ہیں مگر حضرت ابن عباس اور حضرت مجاھد سے مروی ہے

انه علمه اسماء جميع الاشياء کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ
وظاهر اللفظ يوجب ذلك نے تمام اشیاء کے نام بتائے اور ظاہری الفاظ اس معنی کو لازم کر رہے ہیں-

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں

وانه علمه اياها بمعانيها اذ لا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے معانی و
فضيلة فى معرفة الاسماء دون حقائق بھی سکھائے کیونکہ بغیر معانی،
المعانى اسماء کی معرفت میں کوئی فضیلت نہیں

(احکام القرآن-۱-۳۶)

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا مقام علمی

ارشاد الٰہی ''وكذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض'' کے تحت مفسرین نے صحابہ اور تابعین سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مقام علمی کے بارے میں جو کچھ نقل کیا ہے وہ بھی یہاں ملاحظہ کر لیجیے-

۱- امام محمد ابن جریر طبری (ت-۳۱۰) اور امام ابن ابی حاتم (ت-۳۲۷) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے-انہوں نے اس آیت کی تفسیریوں کی

جلی له الامر سره وعلانیته فلم یخف علیه شئ من اعمال الخلائق

ان کے لئے پوشیدہ اور ظاہری معاملات واضح کر دیے اور مخلوقات کے اعمال میں سے کوئی شے بھی مخفی نہ رہی-

(جامع البیان، تفسیر ابن ابی حاتم، ۷۵۰۱)

۲- امام آدم بن ابی ایاس، ابن منذر، ابو حاتم، ابو الشیخ اور امام بیہقی نے الاسماء و الصفات میں حضرت مجاھد تابعی سے تفسیریوں نقل کی

فرجت له السموات السبع فنظر الی ما فیهن حتی انتهیٰ بصره الی العرش وفرجت له الارضون السبع فنظر الی ما فیهن

سات آسمانوں کو ان کے لئے کھول دیا اور انہوں نے ان میں جو کچھ تھا دیکھا یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک جا پہنچی اور ان پر ساتوں زمین کھول دیں اور جو کچھ ان میں تھا، انہوں نے اسے دیکھا

(تفسیر ابن ابی حاتم، ۷۵۰۲)

۳- امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابو حاتم نے امام سدی کبیر سے الفاظ تفسیر یہ نقل کیے

فرجت له السموات السبع حتی نظر الی العرش والی نزله من الجنة ثم فرجت له الارضون السبع حتی نظر الی الصخرة التی علیها الارضون

ان کے لئے ساتوں آسمان کھول دیے گئے حتی کہ آپ نے عرش اور اس کے جنت سے نزول کو دیکھا پھر ساتوں زمینیں ان کے لئے کھول دی گئیں حتی کہ آپ نے وہ چٹان دیکھی جس پر زمینیں قائم ہیں

امام احمد رضا قادری یہ تفاسیر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

واذا ثبت ھذا للخلیل الجلیل ثبت بالاولیٰ للحبیب الجمیل ﷺ

اور جب یہ بات خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے ثابت ہے تو سوہنے حبیب اللہ کے لئے تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی

(انباء الحی - ۳۱۰)

فصل

حضور ﷺ فضائل انبیاء کے جامع ہیں
ان سے بھی اکمل
کچھ مثالیں
تمام اوصاف کے جامع ہونے پر قرآنی دلائل
شرق و غرب کے جن و انس کی ذمہ داری

حضور ﷺ فضائل انبیاء کے جامع ہیں

تمام اہل علم نے کتاب وسنت کی روشنی میں یہ تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام فضائل وکمالات انبیاء علیہم السلام کی جامع ہے- بلکہ وہ فضائل ان سے بڑھ کر کامل طور پر آپ ﷺ میں پائے جاتے ہیں-اس پر چند تصریحات ملاحظہ کر لیجئے

۱-امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی (ت- ۳۲۷) نے بیان کیا حضرت عمرو بن سواد السرجی کہتے ہیں-امام شافعی نے فرمایا

ما اعطی اللہ نبیاً ما اعطی محمدا ﷺ

جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو عطا کیا وہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو بھی عطا فرمایا ہے-

میں نے عرض کیا

اعطی عیسیٰ احیاء الموتی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مردے زندہ کرنا عطا فرمایا

آپ نے فرمایا

اعطی محمدا ﷺ حنین الجزع الذی کان یقف یخطب الی جنبه حتی هیئ له المنبر فلما هیئ له المنبر حن الجزع حتی سمع صوته فهذا اکبر من ذلک
(آداب الشافعی ومناقبہ-۶۲)

حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تنے کے رونے کا معجزہ عطا کیا جس کے ساتھ آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے-جب آپ ﷺ کے لئے منبر تیار ہو گیا اور آپ نے اس پر خطبہ دینا شروع کیا تو تنا رو دیا حتی کہ اس کی آواز سنی گئی تو یہ معجزہ اس سے بڑا ہے-

اس کے محشی ومحقق شیخ عبدالغنی عبدالخالق 'امام شافعی کے اس جواب کی وضاحت میں

رقم طراز ہیں

لان ایجاد الادراک فی الجمادات ابلغ من اعادة الحیاة الی من مات کما هو الحال بالنظر و البحث

کیونکہ جمادات میں ادراک کی ایجاد، مرنے والے میں دوبارہ زندگی لوٹانے سے زیادہ کامل ہے جو نظر و فکر میں مسلم ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں

وذلک الجواب من الشافعی مبنی علی التسلیم والفرض والافالثابت من طرق صحیحة معتبرة عند اهل التحقیق والخبرة ان الله اکرم نبینا ایضاً باحیا ابویه الشریفین وغیرهما

(ایضاً)

امام شافعی کا یہ جواب بطور تسلیم وفرض ہے ورنہ اہل تحقیق وعلم کے ہاں صحیح ومعتبر اسناد کے ساتھ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو یہ شرف بھی عطا کیا مثلاً اپنے والدین کریمین اور دیگر فوت ہونے والوں کا زندہ کرنا

۲- حافظ ابن کثیر (ت-۷۷۴ھ) نے حضور ﷺ کی اسی شان کا ذکر یوں کیا

البینة علی ذکر المعجزات لرسول الله ﷺ مماثلة لمعجزات جماعة من الانبیاء قبله واعلیٰ منها خارجة عما اختص به من المعجزات العظیمة التی لم یکن لاحد قبله منهم علیهم السلام

(البدایہ- جز۶-۲۶۲)

رسول اللہ ﷺ کے معجزات پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی مثل ہیں اور ان سے اعلیٰ بھی ہیں- معجزات جو آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو نہیں ملے

اس پر انہوں نے دلائل دیتے ہوئے ذکر کیا

سمعت من شیخنا الامام العلامة الحافظ ابی الحجاج المزی تغمده الله برحمته ان اول من تکلم فی هذا المقام الامام ابو عبدالله محمد بن ادریس الشافعی رضی الله عنه

میں نے اپنے شیخ حافظ ابوالحجاج المزی (اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کا ان پر نزول فرمائے) سے یہ سنا کہ سب سے پہلے اس مسئلہ پر امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی ہے

آگے لکھتے ہیں ہم نے بھی حضور علیہ السلام کے بارے میں یہ باب اس لئے قائم کیا

البینة علی ما اعطی الله انبیائه علیهم السلام من الایات البینات والخوارق القاطعات والحجج الواضحات وان الله جمع لعبده و رسوله سید الانبیاء وخاتمهم من جمیع انواع المحاسن والایات مع ما اختصه الله به مما لم یؤت احد قبله

تا کہ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کو واضح نشانیاں، قطعی معجزات اور واضح دلائل عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خاتم اپنے مخصوص بندے اور رسول سید الانبیاء میں وہ تمام آیات ومحاسن کو جمع کر دیا بلکہ ایسی چیزیں عطا کیں جو ان سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں

اس موضوع پر متعدد بزرگوں کا حوالہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں

وقفت علی فصل ملیح فی هذا المعنیٰ فی کتاب دلائل النبوة وهو کتاب حافل فی ثلاث مجلدات

میں نے اس مسئلہ پر خوبصورت پوری فصل دلائل النبوۃ میں دیکھی جو تین جلدوں میں ہے اس میں اس بارے

عـقـد فيه فصلاً في هذا المعنىٰ	میں پوری فصل موجود ہے- اسی طرح
و كـذا ذكـر الـفـقـيـه ابو محمد	فقیہ ابو محمد عبداللہ بن حامد نے دلائل
عبـد الـلـه بـن حـامد في كتاب	النبوۃ میں اسے ذکر کیا یہ کتاب ضخیم اور
دلائل الـنـبـوة وهو كتاب كبير	معتبر اور نفیس فوائد پر مشتمل ہے اس
جليل حامل مشتمل على فوائد	طرح ان میں سے کچھ اشیاء مشہور
نـفيسة و كـذا الـصـرصـرى	شاعر شیخ صرصری نے اپنے قصائد میں
الشـاعر يورد في بعض قصائده	تحریر کی ہیں-
اشياء من ذلك كما سيأتي	

(البدایہ-۶-۲۶۴)

امام شافعی کے جس حوالہ کی طرف انہوں نے اشارہ کیا اس کا ذکر آ چکا-

۳- امام حافظ ابونعیم اصبھانی (ت-۴۳۰) کی کتاب میں یہ ذکر اس عنوان سے موجود ہے-

الـفـصـل الـثـلاثـون فى ذكـر	تیسویں فصل، حضرات انبیاء علیہم
موازاة الانبيـاء فـى فـضـائلهم	السلام کے فضائل کا حضور ﷺ کے
بفضائل نبينا ومقابلة ما أوتوا	فضائل سے اور عطا کردہ معجزات سے
مـن الايـات بـمـا أوتى عليـه	موازنہ
السلام	

اس کے تحت انہوں نے پہلا عنوان یہ قائم کیا ہے "الـقـول فيـمـا أوتى ابراهيم عليه وعلى نبينا الصلاة والسلام" پھر یہ سوال اٹھایا

سوال- حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت کا درجہ ملا کیا حضور ﷺ کے لئے یہ ثابت ہے؟ اس کا جواب دیتے ہیں-

قد اتخذ محمدا خلیلاً و حبیباً والحبیب الطف من الخلیل
(دلائل النبوۃ-۲-۵۸۷)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو خلیل و حبیب بنایا اور حبیب کا رشتہ خلیل سے بہت خوب ہوتا ہے-

۴- امام جلال الدین سیوطی (ت-۹۱۱) نے یہی بات لکھی-

ما اوتی نبی معجزۃ ولا فضیلۃ الا ونبینا ﷺ نظیرھا او اعظم منھا
(الخصائص الکبریٰ-۲-۳۰۴)

جو بھی معجزہ و فضیلت کسی نبی کو دیا گیا اس کی مثل یا اس سے بڑا رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا

انہوں نے موازنہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع کیا مثلاً سوال اٹھایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء عطا کئے، کیا حضور ﷺ کو بھی عطا کیے؟
جواب- امام دیلمی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مثلت لی امتی فی الماء والطین وعلمت الاسماء کلھا کما علم آدم الاسماء کلھا
(الخصائص الکبریٰ-۲-۳۰۴)

پانی و مٹی میں میری امت میرے سامنے پیش کی گئی تو میں نے ان تمام کے اسماء کو جان لیا جیسے آدم علیہ السلام نے تمام اسماء اشیاء کو جان لیا-

ان سے بھی اکمل

بلکہ اہل علم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب وہی کمالات حضور ﷺ کو عطا فرمائے تو وہ ان سے اکمل اور زائد طور پر عطا فرمائے-

۱- امام بدرالدین حسن بن حبیب حلبی (ت،۷۷۹) اس حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں

ولم یعط احد من الانبیاء فضیلة مستفادة الاوقد اعطاه مثلها وزیادة	کسی بھی نبی کو جو فضیلت دی گئی سیدنا محمد ﷺ کو اس کی مثل اور اس سے زائد عطا کی گئی۔

(النجم الثاقب فی اشرف المناقب۔ ۳)

۲۔ امام جلال الدین سیوطی (ت،۹۱۱) لکھتے ہیں۔

ما أوتی احد من الانبیاء فضیلة الا و أوتی ﷺ مثلها وزیادة لم یؤتها غیره	حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے جسے بھی کوئی فضیلت عطا کی گئی وہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی مثل اور زائد دی کہ وہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو نہیں ملی

(طرح السقط ۔ ۶۹)

۳۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (ت،۱۳۵۰) بیان کرتے ہیں

انه لم یعط احد من الانبیاء والمرسلین معجزة ولا فضیلة الا وقد اعطی رسول الله ﷺ مثلها وابلغ منها	حضرت انبیاء و رسل علیہم السلام کو جو معجزہ وفضیلت ملی، اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو اس کی مثل اور اس سے کامل طور پر عطا فرمائی ہے۔

(حجة الله علی العالمین ۔ ۱۴)

امام ذہبی اور حافظ ابن کثیر کے استاذ امام قاضی القضاۃ محمد بن علی انصاری المعروف ابن الزملکانی (ت۔ ۷۲۷) نے اس موضوع پر مستقل کتاب عجالة الراکب فی ذکر اشرف المناقب لکھی ہے۔ اس کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے خطبہ میں سلام یوں عرض کرتے ہیں السلام علیک یا رسول الله، السلام علیک یا نبی الله، السلام علیک یا حبیب الله حمد وصلوۃ کے بعد موضوع پر گفتگو

کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

ان الله سبحانه و تعالیٰ فضل بعض الانبیاء علی بعض فرفع فوق درجات وقد دل علی ذلک الکتاب والسنة فمن الکتاب قوله تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من کلم الله ورفع بعضهم درجات ....

وقد اصطفی الله سبحانه و تعالیٰ نبینا علی الانبیاء فجعله لهم ختاماً ومقدماً واماماً واولاً وسابقاً ومتبوعاً وان کان الزمن لاحقاً جمع الله فیه ماتفرق فیهم من الفضائل علی الوجه الاتم الاکمل ولا درجة اعظم من درجة الانبیاء فانهم افضل العالمین علی الاطلاق ونبینا ﷺ افضل هذا الافضل فهو افضل مخلوق واکمله فلا فضل الا وجمعه ولا وصف

بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کچھ انبیاء کو کچھ پر فضیلت دے کر درجات بلند کیے ہیں اور اس پر کتاب وسنت شاہد ہے، قرآن میں ارشاد پاک ہے یہ رسل ہیں جنہیں ہم نے ایک دوسرے پہ فضیلت دی ہے ان میں سے بعض کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور بعض کے درجات بلند کیے------

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو دیگر انبیاء سے مخصوص کر کے انہیں ان کا خاتم، مقدم، امام، اول و پہلے اور مقتدا بنایا گرچہ زمانہ آخر میں ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اندر انبیاء کے متفرق فضائل اکمل اور اتم درجہ پر جمع کر دیے کیونکہ انبیاء علی الاطلاق تمام کائنات سے افضل ہیں اور ہمارے نبی ﷺ ان افضل سے بھی افضل ہیں تو آپ ﷺ تمام مخلوق سے افضل و اکمل ہیں- کوئی فضیلت ایسی نہیں جو آپ میں نہ ہو،

خیر الا وقد اتصف بہ فلھذا فضل افا ضل الخلائق مجتمعین ومتفرقین واستحق السیادة علیھم مجموعین

کوئی اعلیٰ وصف ایسا نہیں جس سے آپ موصوف نہ ہوں لہذا آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے خواہ انہیں اجتماعی طور پر لیں یا متفرق طور پر اور آپ ان تمام کے مجموعہ پر سیادت و سربراہی کے مستحق ٹھہرے۔

اس پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں

وقد اشار النبی ﷺ الی ھذہ السیادة فیما رواہ الترمذی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر ما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی قال الترمذی ھذا حدیث حسن

اس سربراہی و سیادت کی طرف اس روایت میں اشارہ کیا جسے امام ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اولاد آدم کا بروز قیامت سربراہ ہوں مگر فخر نہیں۔ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا مگر فخر نہیں کرتا، اس دن ہر نبی آدم و دیگر میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا

(سنن ترمذی - ۳۱۴۸)

امام ترمذی نے کتاب المناقب میں اسے حدیث صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے حدیث ۳۶۱۵)

(عجالة الراکب - ۱۸-۱۹)

متعدد آیات واحادیث خصوصاً سورة الانعام کی آیت

اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ	یہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مراتب دیئے تو تم ان تمام کو اپنا لو

(الانعام-۹۰)

اور سورۂ آل عمران کی آیت

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول	جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا جب میں تمہیں کتاب وحکمت دے کر بھیجوں پھر تمہارے پاس آئے رسول

(آل عمران- ۸۱)

سے استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں حضور ﷺ اپنی ذات' دعوت اور معاد کے اعتبار سے سب سے اکمل ہیں-ان تینوں پر تفصیلی گفتگو کی- ذات کے اعتبار سے اکمل یوں ہیں

فلان کل مقام وکل صفۃ اختص بھا نبی فھو فیما اتم واکمل فنبوتہ اتم ورسالتہ اعم ولہ الخلۃ خلۃ للمحبۃ ولہ الکلام مع الرؤیۃ	کیونکہ جو مقام وصفت کسی بھی نبی کو ملی سیدنا محمد ﷺ اس میں اکمل واتم ہیں تو آپ ﷺ کی نبوت اتم ،رسالت ، عام ، خلت ، خلت محبت اور کلام کے ساتھ زیارت الٰہی کا شرف بھی ملا-

(ایضاً- ۲۹)

آپ ﷺ کے معجزات مبارکہ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں

قد خص اللہ نبینا ﷺ من المعجزات بمالم یکن لاحد غیرہ مما ظھر علی یدہ ولم	اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو ایسے خاص معجزات عطا فرمائے کہ وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں اور نہ ان

تظهر علی ید نبی قبله معجزة الاوله من نوع تلک المعجزة ما هو اتم واکمل مما ظهر علی ید غیره وذلک غیر ما اختص به (ایضاً - ۳۵)

کے ہاتھوں پر ظاہر ہوئے، کسی بھی نبی سے جس معجزہ کا ظہور ہوا اس قسم کے معجزہ کا اظہار آپ ﷺ سے زیادہ تام اور اکمل ہوا اور یہ مخصوص معجزات کے علاوہ ہیں۔

اس کے بعد موازنہ کرواتے ہوئے خوب تفصیل سے کام لیا - ایک بات یہاں نقل کر دیتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام الٰہی کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔

اما کلام اللہ عزوجل فقد حصل لنبینا ﷺ فوق سبع سموات وکلم اللہ موسیٰ علی الطور واختص نبینا ﷺ الکلام بالرؤیة وناهیک بها رتبة لم ینلها احد من العالمین

ہمارے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے کلام سات آسمانوں سے اوپر کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طور پر، ہمارے نبی ﷺ کو کلام کے ساتھ دیدار کا شرف عطا کیا اور یہ ایسا مرتبہ ہے جو کائنات میں کسی کو بھی حاصل نہ ہوا

(ایضاً - ۴۳)

کچھ مثالیں

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کا ہر معجزہ ان سے بھی کامل طور پر عطا فرمایا اگرچہ ضمناً علماء کی تصریحات میں کچھ امثلہ آ گئی ہیں مگر ہم مستقل اور صراحتہً بھی کچھ مثالیں ذکر کئے دیتے ہیں تاکہ معاملہ نہایت ہی آشکار ہو جائے۔

۱- سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام (ت-۶۶۰) آپ ﷺ کی عظمت کے اس پہلو کو یوں اجاگر کرتے ہیں

انہ أوتی الخلة کما أوتیھا ابراھیم علیہ السلام زید علیھا المحبة فجمع لہ بین المحبة والخلة

رسول اللہ ﷺ کو خلت عطا کی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام دی لیکن اس میں محبت کا اضافہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ میں محبت خلت کو جمع فرمادیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالہ سے لکھا۔

انہ أوتی الکلام کما أوتیہ موسی علیہ السلام وزید علیہ الرؤیة فجمع لہ بین الکلام و الرؤیة معاً

آپ ﷺ سے کلام فرمایا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، لیکن دیدار کا اضافہ کر دیا تو آپ ﷺ کے لئے کلام اور دیدار دونوں کو جمع فرمایا۔

(بدایۃ السؤل فی تفضیل الرسول-۱۷)

نوٹ- اس کتاب کا ترجمہ ہم نے بنام ''سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی'' شائع کر دیا ہے۔

اس بات کا تذکرہ امام محمد بن علی زملکانی (ت-۷۲۷) نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

انہ اکمل فی ذاتہ فلان کل مقام و کل صفة اختص بھا نبی فھو فیھا اتم و اکمل فنبوتہ ورسالتہ اعم ولہ الخلة خلة المحبة ولہ الکلام مع الرؤیة ولہ القرب والدنو

رسول اللہ ﷺ اپنی ذات میں ہر شان وصفت میں یوں کامل ہیں کہ ہر نبی کا وصف آپ ﷺ کے اندر زیادہ کامل وتام طور پر پایا جاتا ہے۔آپ ﷺ کی خلت ، خلت محبت ، آپ ﷺ سے کلام دیدار کے ساتھ اور قرب دونوں آپ کے لئے ہی ہے۔

(عجالۃ الراکب- ۲۹)

تمام اوصاف کے جامع ہونے پر قرآنی دلائل

مفسرین کرام نے حضور ﷺ کے تمام انبیاء علیہم السلام کے اوصاف سے جامع ہونے پر جو قرآنی دلائل بیان کئے ان میں سے کچھ ملاحظہ کر لیجیے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں اٹھارہ برگزیدہ انبیاء کرام حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل، حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت یسع، حضرت یونس، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت لوط، حضرت زکریا علیہم وعلی نبینا الصلاۃ والسلام، اس کے بعد ان کے آباء، اولاد اور بھائیوں میں انتخاب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً ان ھو الا ذکری للعالمین	یہ ہیں جن کو اللہ نے درجات ہدایت دیئے تو تم ان تمام کو اپنا لو فرماؤ میں تم سے اس پر اجر نہیں مانگتا یہ تو تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے

(الانعام-۹۰)

امام فخر الدین رازی (ت- ۶۰۶) اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں

احتج العلماء بھذہ الایۃ علی ان رسولنا افضل من جمیع الانبیاء علیھم السلام	علماء نے اس مبارک آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے افضل ہیں

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے

ان خصال الکمال و صفات	کہ ان تمام میں جو کامل خصائل اور

الشرف كانت مفرقة فيهم فاجمعهم

اعلیٰ صفات متفرق طور پر ہیں وہ آپ ﷺ جمع ہیں

اس کے بعد ان انبیاء علیہم السلام کے خصوصی اوصاف کا ذکر کیا اور لکھا

انه تعالىٰ لما ذكر الكل امر محمدا عليه الصلاة والسلام بان يقتدى بهم بامرهم فكان التقدير كانه تعالىٰ امر محمدا ﷺ ان يجمع من خصال العبودية والطاعة وكل الصفات التى كانت مفرقة فيهم فاجمعهم

اللہ تعالیٰ نے جب سارے انبیاء کا ذکر کیا تو سیدنا محمد ﷺ کو ان کے معاملہ کی اتباع کا حکم دیا تو اب بات کچھ یوں ہے گویا اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وہ عبادت و طاعت اور تمام صفات کو اپنے اندر جمع کرلیں جو ان میں الگ الگ ہیں تو آپ نے ان تمام کو جمع کر لیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان تمام کے حصول کا حکم دیا ہے تو اب یہ نہیں کہا جا سکتا

انه قصر فى تحصيلها فثبت انه حصلها

کہ آپ ﷺ نے ان کے حصول میں کوتاہی کی تو ثابت ہو گیا کہ آپ نے ان تمام کو حاصل کر لیا

جب صورت حال یہ ہے

ثبت انه اجتمع فيه من خصال الخير ما كان متفرقاً فيهم بأسرهم

تو ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے اندر تمام اعلیٰ صفات جمع ہو گئیں جو ان تمام میں متفرق تھیں

جب حقیقت حال یہی ہے

وجب ان یقال انه افضل منهم بکلیتهم و الله اعلم

تو یہ عقیدہ لازم ہے کہ آپ ﷺ ان تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں

(مفاتیح الغیب - جز ۱۳-۵۷)

امام محمد بن علی الزملکانی (ت - ۷۲۷) لکھتے ہیں ہم جو کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ تمام اوصاف انبیاء بلکہ اس میں مزید اضافہ کے جامع ہیں، اس پر جو متعدد دلائل ہیں ان میں سے ایک یہ ارشاد الٰہی بھی ہے - تذکرہ انبیاء علیہم السلام کے بعد فرمایا تو یہ ماننا لازم ہے کہ آپ ﷺ ان تمام سے افضل ہیں -

اولئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده امر نبیه علیه السلام بالاقتداء بهدی من تقدمه من الانبیاء بلفظ الواحد المضاف وهو یقتضی العموم فیکون امرا بالاقتداء مثلها هو هدی لهم

یہ وہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت سے نوازا تو ان کی ہدایت میں اقتدا کرو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو سابقہ انبیاء کی اقتداء کا حکم لفظ واحد مضاف سے دیا جو عموم کا تقاضا کرتا ہے لہذا یہ ان کی مثل میں اقتدا کا حکم اور وہ ان کی ھدی ہے

وقد عصم الله نبیه ﷺ من مخالفة امره لما سبق من العنایة الالهیة والصیانة الربانیة فانه کان نبیاً وآدم منجدل فی طینته وقد ثبتت صیانته من محقرات الرذائل قبل البعثة الیه حتی منع من انکشاف شئی من جسده مما ینبغی ستره عند حمله الحجر فی ثوبه

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنی خصوصی عنایات اور حفاظت ربانیہ کی وجہ سے اپنے حکم کی مخالفت سے محفوظ رکھا ہے جبکہ آپ ﷺ نبی تھے اور حضرت آدم علیہ السلام اپنے مادہ مٹی میں تھے اور آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی حقیر رذائل سے حفاظت ثابت

ہے حتی کہ پتھر لانے کے وقت ستر کا ننگا
ہونے سے بھی منع کر دیا گیا تھا۔

جب اعلان نبوت سے پہلے حفاظت وعصمت کا یہ عالم ہے

فماظنک بعد البعثة؟ فوجب ان یکون قد امتثل امر الله واقتدی بھدی من قبله فقد أوتی ﷺ بکل ھدی کان لکل نبی قبله امتثالاً لامر ربه فاجتمع فیه ماتفرق فی جمیع الانبیاء واختص بمزایا لم تکن لغیره فساوی جمیعھم فیھا اوخاتمھم فیه وفضلھم بما اختص به

تو بعثت کے بعد حفاظت کا عالم کیا ہو گا؟ تو لازم ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں سابقہ انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کی تو آپ ﷺ کو وہ تمام عطا کی گئی جو سابقہ انبیاء کو حاصل تھیں تو تمام انبیاء میں متفرق طور پر پائے جانے والے اوصاف حضور ﷺ کے اندر جمع ہو گئے اور آپ کو وہ مخصوص اوصاف بھی دیے جوان میں سے کسی کو نہیں ملے

(عجالۃ الراکب-۲۸)

امام فخر الدین رازی (۶۰۶) نے 'تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض' کے تحت اس پر انیس دلائل بیان کئے ہیں

ان محمداً ﷺ افضل من الکل

سیدنا محمد ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

ان میں سے ساتویں دلیل کا تذکرہ مذکورہ آیت سے یوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ماقبل انبیاء کی اقتدا کا حکم دیا۔ اس سے مراد اصول دین میں اقتدا نہیں کیونکہ یہ تقلید ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ فروع دین میں بھی اقتدا مراد نہیں ہو سکتی

کیونکہ آپ ﷺ کی شریعت سابقہ تمام شرائع کی ناسخ ہے۔ تو اب مراد خصائل اور محاسن اخلاق ہی ہوں گے گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ہم نے ان کے احوال اور سیر سے آپ کو آگاہ کیا ہے۔ اب ان میں سے اجود و احسن کو اختیار کرو اور تمام کو حاصل کر لو۔

وهذا يقتضى انه اجتمع فيه ﷺ من الخصال المرضية ما كان متفرقاً فيهم فوجب ان يكون افضل منهم	اس کا تقاضا یہی ہے کہ وہ خصائل تمام آپ ﷺ میں جمع ہو گئے جو ان میں متفرق اور جدا تھے تو آپ ﷺ لازماً ان تمام سے افضل ٹھہرے۔

(مفاتیح الغیب، ۱۳۰-۵۷)

شرق و غرب کے جن و انس کی ذمہ داری

امام رازی، سولہویں دلیل امام محمد بن علی حکیم ترمذی (ت-۲۱۰) کے حوالہ سے یوں ذکر کرتے ہیں، کہ اصول یہ ہے کہ ہر سربراہ کی ذمہ داری اس کی رعایا کے مطابق ہوتی ہے اگر وہ کسی بستی کا سربراہ ہے تو اس بستی کے مطابق اس کی ذمہ داری اور ضروریات ہوں گی اور جو شرق و غرب کا بادشاہ ہو گا وہ اس بستی والے سے کہیں زیادہ اموال و ذخائر کا ضرورت مند ہو گا تو جب رسول صرف اپنی قوم تک آئے تو انہیں اس کے مطابق رموز توحید اور جواہر معرفت عطا کیے تو جو شرق و غرب انس و جن کا رسول بنا اس کے لئے ضروری تھا

لابد ان يعطى من المعرفة بقدر مايمكنه ان يقوم بسعيه بامور اهل الشرق والغرب	کہ اسے اس قدر معرفت دی جائے کہ جس سے اہل شرق و غرب کی تمام امور میں ضروریات پوری کر سکے۔

چونکہ حضور ﷺ کی نبوت دیگر انبیاء کی نسبت اسی طرح ہے جیسے بستی کے مقابلہ میں تمام مشارق و مغارب

ولما کان کذلک لاجرم اعطی ﷺ من کنوز الحکمۃ والعلم مالم یعط احد قبلہ فلا جرم بلغ فی العلم الی الحد الذی لم یبلغہ من البشر قال تعالیٰ فی حقہ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ و فی الفصاحۃ الیٰ ان قال اوتیت جوامع الکلم

(مفاتیح الغیب-)

جب صورت حال یہ ہے تو لازم ہے کہ آپ ﷺ کو حکمت وعلم کے ایسے خزانے عطا کیے جائیں جو آپ ﷺ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے لہٰذا آپ ﷺ علم کی اس حد پر پہنچے کہ کوئی انسان وہاں کا تصور نہ کر سکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے حق میں فرمایا ''اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنا تھی'' اسی طرح آپ کی فصاحت و بیان کے حوالے سے ہے، فرمایا مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے۔

الغرض جس قدر ذمہ داری سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے وہ کسی کی نہیں لہٰذا ہر علم میں آپ ﷺ کو ہر ایک سے اعلیٰ وافضل ماننا ضروری ہے خواہ وہ علم دینی ہے یا دنیوی۔

فصل

ایک نبی کے علم سے دوسرے نبی کے علم پر استدلال
استدلال پر چار اعتراضات کا جواب

ایک نبی کے علم سے دوسرے کے علم پر استدلال

اب تک یہ حقیقت کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام دنیوی امور کا اس قدر علم عطا فرمایا کہ ہر صنعت و حرفت کا علم بھی اس میں شامل ہے۔ پھر یہ بھی آ چکا کہ عملاً حضرت آدم علیہ السلام نے کاشتکاری اور زراعت کا شعبہ ہی اپنایا۔ اور وہ کم از کم ایک ہزار پیشہ کے ماہر تھے۔ جب ان تمام دنیاوی امور خصوصاً زراعت کا علم حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تمام امت مانتی ہے تو حضور ﷺ کے لئے ان کا علم بطریق اولیٰ ماننا لازمی وضروری ہے کیونکہ ہر پیغمبر کا وصف وکمال آپ ﷺ کے اندر ان سے بھی بڑھ کر پایا جاتا ہے۔ جیسے پچھلی فصل میں واضح ہو چکا۔

استدلال پر چار اعتراضات کا جواب

مخالفین نے حضرت آدم علیہ السلام کے علوم سے حضور ﷺ کے علوم پر استدلال پر کچھ اعتراضات کئے ہیں۔ یہاں ان کا جائزہ لینا ہم اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔

مولانا محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی نے اس پر چار اعتراضات وارد کئے ہیں۔ پہلے وہ ہمارے استدلال کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

فریق مخالف نے آنحضرت ﷺ کے علم غیب کلی کو یوں قیاس کیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام بتائے............ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا درجہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام اور اس طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر ہے۔ لہذا آپ کو بطریق اولیٰ ان سب چیزوں کے نام اور ان کے علوم حاصل ہوں گے۔

پھر پہلا اعتراض یوں کرتے ہیں

اعتراض اول

جواب- فریق مخالف کا یہ استدلال بھی قطعاً باطل ہے-

اولاً -اس لئے کہ عقائد کے باب میں قیاس جو ایک ظنی دلیل ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتا- (ازالۃ الریب-۴۸۴)

اللہ و رسول کا استدلال

مولانا کا اس استدلال کو محض قیاس قرار دے کر رد کرنا علمی خیانت اور ظلم کے سوا کچھ نہیں- ہم یہاں قرآن وسنت سے یہ آشکار کیے دیتے ہیں کہ ایک نبی کے کمالات علمیہ سے دوسرے نبی کے علوم پر استدلال کرنا اللہ و رسول کا طریقہ وسنت ہے- پیچھے حدیث صحیح تفصیل کے ساتھ آپ پڑھ آئیں ہیں- حضور ﷺ نے خود بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں کاندھوں کے درمیان اپنا دست مبارک رکھا' میں نے فیض ربانی کی ٹھنڈک اپنے سینے میں خوب محسوس کی-

فعلمت ما فی السموات والارض وتلا وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین (مشکوۃ المصابیح-۷۰)	تو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے پھر یہ آیت تلاوت کی اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنتوں کا مشاہدہ عطا کیا تا کہ وہ ایقان والوں میں ہو جائے-

یہاں حضور ﷺ نے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا شدہ انعامات الٰہیہ سے اپنے لئے استدلال کیا کہ میں نے اسی طرح آسمانوں اور زمین کے حقائق واشیاء کو ملاحظہ کیا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ملاحظہ کیا تھا-

کچھ اہل علم کی تصریحات بھی ملاحظہ کر لیں-

امام سید علی بن سلیمان مالکی اپنے حاشیہ ترمذی میں فعلمت ما فی السموات والارض، کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وزاد ببعض طرقه وكذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض استشهاداً اى انه تعالىٰ كما ارى لابراهيم ذلك و كشف له كذلك فتح على ابواب الغيوب حتى علمت ما فيها ذوات وصفات وظواهر ومغيبات

بعض روایات میں یہ اضافہ بطور استشہاد ہے اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنتیں دکھائیں یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو یہ مشاہدہ کروایا اس نے مجھ پر بھی غیب کے دروازے کھول دیے حتی کہ میں نے ذوات، صفات، ظواہر اور مغیبات کا مشاہدہ کیا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

قلت اراد زيادة على ما علمه الا علمه تعالىٰ كل ذلك قبل هذا بمدة مديدة

میں کہتا ہوں مقصد اپنے علم کا اضافہ بیان کرنا ہے۔ ورنہ یہ علم تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑی مدت پہلے عطا کر دیا تھا۔

(نفع قوت المغتذی-۲-۱۷۸)

بلکہ بعض محدثین نے مذکورہ حدیث میں لفظ "تلا" کا فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے جس طرح حضرت ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنتیں دکھائیں اسی طرح ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو دکھائیں ہیں۔ حضرت ملا علی قاری (ت-۱۰۱۴) اسی حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں

(وتلا) قیل التالی هو الله تعالیٰ (وکذلک) ای کما نریک یا محمد احکام الدین وعجائب ما فی السموات والارض (نری ابراهیم) ....وقیل التالیٰ هو النبی ﷺ ویؤیده قول الطیبی

اور تلاوت کی، بعض نے کہا تلاوت کرنے والے سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جس طرح ہم نے اے محمد تمہیں احکام دین اور آسمانوں اور زمین کے عجائبات کا مشاہدہ کروایا اس طرح ہم نے ابراہیم کو بھی مشاہدہ کروایا۔ بعض نے کہا تلاوت کرنے والے رسول اللہ ﷺ ہیں امام طیبی نے اسی کو لیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح -۲-۴۲۹)

ملا علی قاری نے امام طیبی (ت-۷۴۳) کی جس گفتگو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ بھی ملاحظہ کر لیجیے جس میں انہوں نے بھی واضح طور پر لکھا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم سے حضور ﷺ کے علم پر استشہاد و استدلال ہے۔

(علمت ما فی السموات والارض) یدل علی ان وصول ذلک الفیض صار سببا لعلمه ثم استشهد بالایة والمعنی انه تعالیٰ کما اری ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام ملکوت السموات والارض وکشف له ذلک کذلک فتح علی ابواب الغیوب حتی علمت ما

تو میں نے وہ تمام جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے یہ جملہ بتا رہا ہے کہ اس فیض ربانی کا پہنچنا آپ ﷺ کے علم کا سبب بنا پھر آپ ﷺ نے آیت مبارکہ سے تائید پیش کی تو معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی سلطنتوں کا مشاہدہ کروایا اور ان پر انہیں منکشف کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ

فیھا من الذوات والصفات حتی والظواھر والمغیبات (الکاشف،۲-۲۹۱)

نے مجھ پر غیبوں کے دروازے کھول دیے تو میں نے آسمانوں اور زمین میں موجود ذوات، صفات حتیٰ کہ ان کے ظواہر و باطن وغیب کو دیکھ لیا

آیت سے استشھاد میں اہم نکتہ

اس کے بعد لکھتے ہیں

ثم فی الاستشھاد بالآیة نکتة وھی انک اذا امعنت النظر فی الرؤیتین ودققت الفکر بین العلمین علمت ان بینھما بوناً بعیداً وذلک ان الخلیل علیه السلام رأی ملکوت السموات والارض اولاً ثم حصل له الایقان بوجود منشئھا ثانیاً والحبیب علیه الصلاة والسلام رأی المنشئ ابتداءً ثم علم ما فی السموات والارض انتھاءً

آیت مبارکہ سے استشھاد میں اہم راز ونکتہ ہے اور وہ یہ کہ جب تم دونوں کے مشاہدہ اور دونوں کے علم میں غور وفکر سے کام لو تو تم جان لو گے کہ ان دونوں کے درمیان لمبا چوڑا فرق ہے اور وہ یوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے آسمانوں اور زمین کی سلطنت دیکھی اس کے بعد انہیں ان کے پیدا کرنے والا کا ایقان ملا لیکن حبیب ﷺ نے ابتداء ہی پیدا کرنے والے کو دیکھا اور پھر آسمانوں اور زمین کو دیکھا

اس کے بعد ایک مثال دیتے ہیں

کما قال الشیخ ابو سعید بن ابی الخیر مارأیت شیئاً الا ورأیت الله قبله جواباً عن قول

جیسے شیخ ابو سعید بن ابی الخیر نے فرمایا میں نے ہر شے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھا یہ جواب تھا شیخ ابوالقاسم قشیری

الشیخ ابی القاسم القشیری کے اس قول کا کہ میں ہر شے کے بعد
ما رأیت شیأ الا ورأیت الله بعده اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں

اس کے بعد حبیب و خلیل کے علوم میں ایک اور فرق واضح کرتے ہیں

ثم ان الحبیب ﷺ حصل له عین الیقین بالله والخلیل علیه السلام علم الیقین بالله

پھر حبیب ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں عین الیقین اور حضرت خلیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا علم الیقین حاصل ہوا۔

ایک اور فرق یوں لکھا

والحبیب ﷺ علم الاشیاء کلها والخلیل رأى ملکوت الاشیاء

حضرت حبیب ﷺ نے تمام اشیاء کو جان لیا اور حضرت خلیل علیہ السلام نے اشیاء ملکوتی کو دیکھا و جانا۔

(الکاشف-۲، ۲۹۱، ۲۹۲)

حضرت آدم علیہ السلام کے علوم سے اپنے علوم پر استدلال

پچھلی گفتگو کے حوالہ سے بطور ضد و ہٹ دھرمی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علوم سے استدلال ہے نہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے علوم سے، حالانکہ گفتگو حضرت آدم علیہ السلام کے علوم سے استدلال پر ہو رہی ہے۔ تو آیئے حضرت آدم علیہ السلام کے علوم سے استدلال بھی ملاحظہ کر لیجئے اور استدلال بھی خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

مسند دیلمی میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ماء وطین (پانی اور مٹی) میں میری امت میرے سامنے پیش کی گئی تو میں نے ان کے تمام اسماء جان لئے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے تمام اسماء اشیاء کو

جان لیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ت-۱۲۳۹) اپنی تفسیر میں اس کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

ودیلمی از ابورافع روایت می کند که آنحضرت ﷺ فرمودند که مثلت لی امتی فی الماء والطین وعلمت الاسماء کلها کما علم الآدم الاسماء کلها (فتح العزیز-۱-۱۶۱)

امام دیلمی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے میری امت پانی ومٹی میں پیش کی گئی میں نے تمام کے اسماء جان لئے جس طرح آدم علیہ السلام نے تمام اشیاء کے اسماء کو جانا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جب خود ایسا استدلال کیا ہے تو اہل علم نے اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے استدلال کیا ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام امور کاشتکاری اور دنیاوی امور سے آگاہ ہیں تو پھر سید الانبیاء ﷺ کے لئے دنیاوی امور کو ماننا ضروری ولازم ہے۔

انہی ارشادات کی روشنی میں اہل علم نے تصریح کی آپ ﷺ کی خدمت میں تمام مخلوق کو پیش کیا گیا۔

۱- امام حافظ عراقی شرح المهذب میں کہتے ہیں

عرضت علیه الخلائق من لدن آدم الی قیام الساعة فعرفهم کلهم کما علم آدم الاسماء کلها (نسیم الریاض-۳-۱۹)

رسول اللہ ﷺ پر حضرت آدم سے لے کر تا قیامت مخلوق کو پیش کیا گیا آپ ﷺ نے انہیں پہچان لیا جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے تمام اشیاء کے ناموں کو جان لیا

۲۔ امام قطب الدین محمد خیضری (ت-۸۹۴) نے انہی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں

عرض علی رسول الله ﷺ الخلق کلهم من آدم الی من بعده کما علم آدم اسماء کل شئی

رسول اللہ ﷺ پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد تک لوگوں کو پیش کیا گیا جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے تمام اسماء کو جان لیا۔

آگے لکھتے ہیں

۳۔ امام ابن ملقن نے خصائص میں ان سے یہی نقل کیا۔

۴۔ امام زرکشی نے امام ابواسحاق اسفرائنی سے تعلیقہ میں نقل کر کے اسے ثابت رکھا۔

(اللفظ المکرم-۳۹۴)

۵۔ امام احمد خفاجی رسول اللہ ﷺ کے فرمان "عرض علیّ امتی" کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

یحتمل ان الله عرض علیه ﷺ بالوحی تفصیل احوالهم وذواتهم وصفاتهم وسائر تصرفاتهم فی زمنهم

ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے امتیوں کے احوال، صفات اور اپنے اپنے دور میں ان کے تصرفات و اعمال سے آگاہ کر دیا ہو۔

(نسیم الریاض-۳=۱۹)

دوسرا اعتراض

ثانیاً یہ استدلال اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ 'کل' عموم میں نص قطعی ہے اور ہر مقام پر استغراق حقیقی کے لئے آتا ہے اور کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔

(ازالة الریب-۴۸۴)

جواب:

لفظ "کل" کی وضع

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ لفظ کل کی وضع بالاتفاق' عموم واحاطہ اور استغراق کے لئے ہی ہے۔ اس پر ان اللہ علی کل شئی قدیر اور ان اللہ بکل شئی علیم جیسی آیات شاہد ہیں۔ اس کی تائید سرفراز خاں صفدر نے بھی کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

"اگرچہ لفظ اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے عام ہے لیکن استعمال کے لحاظ سے کل اور بعض اور عموم وخصوص دونوں کے لئے برابر ہوتا ہے۔" (ازالہ ۴۶۷)

گویا وضعی طور پر کل کا عموم کے لئے ہونا مولانا کے ہاں بھی مسلم ہے۔ اس کے ساتھ یہ کہنا کہ کل' عموم میں نص قطعی کا درجہ نہیں رکھتا' تضاد ہی ہے۔ البتہ اگر وہ کسی اور معنی میں استعمال ہوتا ہے تو وہ حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی ہوگا اور اس کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوگی۔

علم آدم الاسماء کلھا میں "کل" کا استعمال

مولانا نے دوسرے اعتراض میں یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ فرمان الٰہی "علم آدم الاسماء کلھا" میں پہلے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ یہاں لفظ "کل" عموم کے لئے ہے اور یہاں یہ ثابت ہی نہیں لہذا استدلال درست نہ ہوگا۔

کل کا عموم کے لئے ہونا ثابت

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل اسلام کا یہ دعویٰ درست ہے کہ یہاں "وعلم آدم الاسماء کلھا" میں کل عموم کے لئے ہی ہے یہاں بعض کے معنی میں نہیں اس پر اہل علم کی یہ تصریحات موجود ہیں۔

۱- امام اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی (ت- ۷۵۴) اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

والذی یدل علیه ظاهر اللفظ ان الله علم آدم الاسماء ولم یبین لنا اسماء مخصوصة بل دل قوله تعالیٰ کلها علی الشمول (البحر المحیط -۱-۱۴۶)	ظاہر الفاظ نشاندہی کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم دی ہے وہ مخصوص اسماء کی نہیں بلکہ کلہا کا لفظ واضح کر رہا ہے کہ یہ تمام کی تعلیم ہے-

۲- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی (ت-۶۷۱) پہلے صحابہ وتابعین سے اس کا معنی بیان کرتے ہیں-

فقال ابن عباس وعکرمة وقتادة ومجاهد وابن جبیر علمه اسماء جمیع الاشیاء کلها جلیلها وحقیرها	حضرت ابن عباس، عکرمہ، قتادہ، مجاہد اور ابن جبیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء کی تعلیم دی خواہ بڑی ہیں یا حقیر

اس کے بعد تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں- آیت کا یہی مفہوم رسالت ماب ﷺ سے بھی ثابت ہے اور

وهو الذی یقتضیه لفظ کلها اذ هو اسم موضوع للاحاطة والعموم (الجامع لاحکام القرآن-۱-۱۹۴)	اور لفظ کلہا کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کی وضع احاطہ وعموم کے لئے ہے

۳- حافظ عماد الدین بن کثیر (ت- ۷۷۴) پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں-

الصحیح انه علمه اسماء الاشیاء کلها ذواتها وصفاتها وافعالها

درست یہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء، ذوات، صفات اور افعال کی تعلیم دی۔

پھر اس کی تائید میں بخاری و مسلم کی روایت ذکر کی اور لکھا

فدل هذا علی انه علمه اسماء جمیع المخلوقات
(تفسیر القرآن العظیم-۱-۷۳)

یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام مخلوق کے اسماء کی تعلیم دی

اس کے بعد بھی اگر کسی کو عموم کل میں شک یا اختلاف ہے تو پھر اس کی ہدایت کے لئے دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

تیسرا اعتراض

ثالثاً اگر "وعلم آدم الاسماء کلها" سے حضرت آدم علیہ السلام کو کلی علم غیب مل چکا تھا جیسا کہ فریق مخالف کا بے بنیاد دعویٰ ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان لعین نے دھوکہ دے کر جنت سے کیوں نکالا اور قسم کھا کر کیوں ان کو پھسلایا؟ حالانکہ تعلیم اسماء پہلے کا واقعہ ہے۔ (ازالۃ الریب -۴۸۴)

جواب :

قرآن اور نسیان آدم علیہ السلام

یہ اعتراض پڑھ کر انسان حیران و دنگ رہ جاتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا تھا۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ولا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظالمین

اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ ظالم بن جاؤ گے

کسی اور شے کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو تھا یا نہ تھا مگر اس درخت سے ممانعت کا تو ضرور علم تھا۔

شیطان کی تصدیق یا عدم توجہ

یہاں مفسرین نے بڑی تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر بھی عدم توجہ اور استغراق کی کیفیت طاری ہوئی جس کی وجہ سے ان سے یہ فعل سرزد ہوا۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ جو کچھ شیطان نے کہا اس کی تصدیق کرتے ہوئے انہوں نے ایسا کیا تو معاملہ بہت ہی بگڑ جاتا ہے یہی وجہ ہے جب عمرو بن عبید نے امام حسن بصری سے ارشاد الٰہی

الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین وقاسمهما انی لکما من الناصحین

مگر یہ کہ تم فرشتہ ہو جاؤ یا تم ہمیشہ ٹھہرنے والے بن جاؤ اور قسم کھائی کہ میں تمھاری خیر خواہی کرنے والا ہوں

کے بارے میں سوال اٹھایا

فهل صدقاه فی ذلک

کیا دونوں (آدم وحوا) نے شیطان کی اس میں تصدیق کی تھی

تو امام نے فرمایا، معاذ اللہ

لو صدقاه لکانا من الکافرین

اگر وہ شیطان کی تصدیق کرتے تو وہ کفر کرنے والے بن جاتے

(مفاتیح الغیب-۱۴-۴۱)

امام فخر الدین رازی مسئلہ تکفیر کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد یہ سوال اٹھاتے ہیں کیا ان دونوں نے شیطان کی تصدیق قطعی یا ظنی کی تھی؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں

ان المحققین انکروا حصول هذا التصدیق قطعاً وظناً

محققین نے ایسی قطعی وظنی تصدیق کا انکار کیا ہے

پھر یہ معاملہ کیوں ہوا؟ تو فرمایا

الصواب انهما انما اقدما على الاكل لغلبة الشهوة لا انهما صدقاه علماً اوظناً كما نجد انفسنا عند الشهوة نقدم الى الفعل اذا زين لنا الغير ما نشهيه وان لم نعتقد ان الامر كما قال (مفاتيح الغيب-١٤-٤١)

درست یہی ہے کہ ان دونوں نے غلبہ خواہش کی وجہ سے کھانے پر اقدام کیا نہ یہ کہ انہوں نے قطعی یا ظنی شیطان کی تصدیق کی تھی جیسے ہم اپنے نفوس کو دیکھتے ہیں کہ وہ فعل کی طرف بڑھتے ہیں جو ہمارے لئے کوئی دوسرا مزین کر کے پیش کرے حالانکہ ہم یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ وہی ہوگا جو یہ کہہ رہا ہے۔

امام نے سورۃ البقرہ کی تفسیر میں یہ سوال اٹھایا کہ وسوسہ کا وقوع کیسے ہوا؟ اس کے جواب میں لکھا جب شیطان نے کہا

ما نهاكما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين اوتكونا من الخالدين (الاعراف-٢٠)

نہیں منع کیا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے مگر یہ کہ تم فرشتہ ہو جاؤ گے یا ہمیشہ رہنے والے بن جاؤ گے۔

فلم يقبلاه منه ولما يئس من ذلك عدل الى اليمين

ان دونوں نے اس کی بات قبول نہ کی تو وہ مایوس ہو کر قسم اٹھانے لگا

جیسے فرمایا

وقاسمهما انى لكما لمن الناصحين (الاعراف-٢١)

اور دونوں کو قسم دی کہ میں تم دونوں کی خیر خواہی چاہنے والا ہوں

فلم یصدقاہ ایضاً — انہوں نے اس کی تصدیق بھی نہ کی

پھر کیا ہوا

والظاھر انہ بعد ذلک عدل الی شئی آخر وھو انہ شغلھما باستیفاء اللذات المباحۃ حتی صار مستغرقین فیہ فحصل لسبب استغراقھما فیہ نسیان النھی فعند ذلک حصل ماحصل

ظاہر یہی ہے کہ اس کے بعد اس نے ایک اور کام کیا کہ ان دونوں کو مباح لذات میں مشغول کیا حتی کہ وہ جب اس میں مستغرق ہو گئے تو اس عدم توجہ کی وجہ سے ممانعت سے نسیان و بھول ہو گئی تو اب یہ معاملہ پیش آیا

(مفاتیح الغیب-۳-۱۷)

کم از کم ہر آدمی یہ تو سمجھ ہی سکتا ہے کہ جب فرشتے ان کے سامنے سجدہ ریز ہو چکے ہیں تو اب وہ فرشتہ بننے کی کیسے تمنا و خواہش کر سکتے ہیں؟

نسیان اور تصدیق الٰہی

خود باری تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا عمل بتاتے ہوئے واضح کر دیا کہ ان سے اس عمل کا صدور نسیاناً ہوا نہ کہ عمداً' سورۂ طہٰ میں ارشاد الٰہی ہے

فنسی ولم نجدلہ عزماً — تو وہ بھول گئے اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا

(طہٰ-۱۱۵)

جب اللہ تعالیٰ نے خود بتا دیا کہ ان پر نسیان طاری ہو گیا اور وہ بھول گئے اور پھر ان سے اس عمل کا صدور ہوا تو ہمیں اسے دل و جان سے مان لینا چاہیے تا کہ ہم سرخرو ہو سکیں۔

اس کی مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''عصمت انبیاء'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

یہ سہو رحمانی ہوتا ہے

یاد رہے ساری امت مانتی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر سہو ونسیان آ سکتا ہے۔ مگر دیگر لوگوں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے نسیان میں فرق یہ ہے کہ دیگر پر سہو ونسیان' شیطان کی طرف سے بھی آ سکتا ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی اس قدر حفاظت حاصل ہوتی ہے کہ ان پر شیطان کی طرف سے سہو ونسیان نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طاری کیا جاتا ہے تاکہ انسان کی تعلیم وتربیت کا ذریعہ بن سکے۔ خصوصاً حضور ﷺ کے حوالہ سے ارشاد الٰہی ہے۔

سنقرئک فلا تنسیٰ' الا ماشاء اللہ (الاعلیٰ ۶،۷)

اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے مگر جو اللہ چاہے۔

حدیث ذوالیدین میں حضور ﷺ نے اس حقیقت کو خوب آشکار فرمایا' نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز چھوٹی ہوئی ہے بلکہ

انما انسی لاسن

مجھے بھلایا گیا ہے تاکہ تمہیں طریقہ معلوم ہو جائے۔

(الشفاء-۲-۸۰۲)

اسی بات کی طرف مفتی احمد یار خان نعیمیؒ نے اشارہ کیا غرضیکہ ہماری بھول شیطانی نفسانی ہوتی ہے۔ پیغمبر کی بھول رحمانی ہوتی ہے جس کے شاندار نتیجے نکلتے ہیں۔ (اشرف التفاسیر- ۱-۲۸۹)

جب قرآن وسنت سے آشکار ہو رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے اس عمل کا صدور نسیان اور عدم توجہ کی وجہ سے ہوا تو اس سے ان کی لاعلمی ثابت کرنا سوائے جہالت کے کچھ نہیں۔

اسی بنیاد پر تمام اہل علم نے یہ تصریح کی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے نسیان پر اپنے نسیان کو ہرگز قیاس نہ کیا جائے کیونکہ ان کا نسیان بھی سراپا علم وحکمت ہوتا ہے۔

امام احمد خفاجی (ت- ۱۰۶۹) اسی حقیقت کو ان الفاظ میں آشکار کرتے ہیں۔

ان نسیانه ﷺ لیس کنسیان غیره لما یترتب علیه من الفوائد الجلیلة
(نسیم الریاض، ۵-۳۶۱)

نبی ﷺ کا نسیان دوسروں کی طرح نہیں ہوتا کیونکہ آپ کے نسیان پر فوائد اور مسائل عظیمہ مرتب اور سامنے آتے ہیں۔

آپ حضرت آدم علیہ السلام کی اس لغزش پر ہی نظر ڈالیے کہ اس وجہ سے تمام انسانیت کو دنیا میں وجود مل گیا۔ اس لئے ہمیں ہرگز اس طرح نہیں کہنا چاہیے کہ ہم بھول گئے تو کیا ہوا نبی بھول جاتے ہیں کیونکہ ان کا بھولنا کہاں اور ہمارا بھولنا کہاں؟ ہاں یوں کہنا درست ہے کہ انسان بھول سکتا ہے۔

مولانا بدر عالم میرٹھی دیوبندی کے الفاظ ہیں

دیکھیے حضرت آدم علیہ السلام کے معاملہ میں جب مشیت الٰہی نے ان کی ایک ذرا سی لغزش میں عالم کی آبادکاری کا راز پنہاں فرما دیا ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام پر نسیان بھی قدرت کی طرف سے ڈالا جاتا ہے اس لئے وہ بہت سے انعامات اور جدید احکام الٰہی کا منشاء بن جاتا ہے۔

(ترجمان السنة -۳-۳۳۵)

چوتھا اعتراض

رابعاً "الاسماء کلها" کی حضرات مفسرین کرام نے مختلف اور متعدد تفسیریں کی ہیں .... ان تمام تفاسیر کو پیش نظر رکھنے کے بعد بخوبی یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ الاسماء کلها کی تفسیر میں حضرات ائمہ تفسیر کے اقوال کتنے مختلف ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ .... مگر قدر مشترک سب میں یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کے نام بتائے جن کی ان کو

ضرورت اور حاجت پیش آ سکتی تھی ....الاسماء کلھا سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی ضرورت حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیش آ سکتی تھی اور اس میں دینی اور دنیوی منافع بھی ہوں۔ (ازالہ-۴۸۹)

جواب:

اقوال میں کوئی اختلاف نہیں

مفسرین نے جو اقوال نقل کئے ہیں وہ ایک دوسرے کی تائید و تفصیل تو ہیں مگر ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ پیچھے ہم نے کچھ اقوال ذکر کیے ہیں ان پر نگاہ ڈال لیجئے۔

دینی و دنیاوی امور

جب آپ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی ضرورت و حاجت پوری کرنے کے لئے دینی و دنیاوی امور سے انہیں آگاہ کر دیا ہے تو اب کون سی چیز رہ گئی کہ جس کی ضرورت و حاجت نہ ہو۔ جو بھی کائنات میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے انسان کی ضرورت ہے۔ لہذا کھلے ذہن کے ساتھ تسلیم کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام مخلوق کے بارے میں آگاہ کر دیا جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کہا

فدل هذا علی انه اسماء جمیع المخلوقات

آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ انہیں تمام مخلوقات کے اسماء کا علم دے دیا

(تفسیر القرآن العظیم- ۱-۷۳)

تو جب حضرت آدم علیہ السلام کے علوم کا یہ مقام ہے تو اب بتایئے حبیب خدا ﷺ کے علوم کی کیا شان ہوگی؟ اس کے بعد اگر ہم کہیں کہ حضور ﷺ دنیاوی علوم سے آگاہ نہیں تو یہ دین کی کون سی خدمت ہے؟

فصل

رسول اللہ ﷺ کی عقل مبارک

قرآن اور عقل مبارک

تمام سے بڑھ کر عقل وذکاوت

ذرہ ریت کے برابر

محض تمثیل ہے ورنہ تقابل کیا؟

باقی کا ایک جز

رسول اللہ ﷺ کی عقل مبارک

ہر نبی کا دیگر انسانوں سے ذکاوت وفطانت اور عقل میں بڑھ کر ہونا لازمی وضروری ہے- کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان کے ذریعہ مخلوق پر حجت قائم کی ہے- اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے

رسلاً مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجة (النساء- ۱۶۵)	ہم نے رسل مبعوث کئے جو خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے ہیں تا کہ لوگوں کے پاس اللہ کے ہاں کوئی حجت نہ رہ سکے-

اور اگر رسول ان چیزوں میں دیگر سے بڑھ کر نہ ہوں تو وہ حجت قائم نہیں کر سکتے- شیخ سعید حوی اسی حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں

ولا یتأتی ھذا الا لاعلم الناس وازکی الناس وافصح الناس	مخالفین کے خلاف حجت تبھی قائم ہو سکے گی جب رسول دیگر تمام سے کہیں زیادہ علم والا، ذکاوت میں کہیں زیادہ اور سب سے فصیح ہو-

آگے چل کر لکھتے ہیں

والناس یتفاوتون ذکاء و قوة حجة وعارضة والرسول مھمته ان یقیم الحجة علی کل البشر فما لم یکن ازکی البشر فانه لا یستطیع ان یفعل (الرسول-۱۱۶)	لوگ ذکاوت اور قوت حجت ومناظرہ میں مختلف ہوتے ہیں، رسول کی منزل یہ ہوتی ہے کہ وہ تمام انسانوں پر حجت قائم کرے اگر وہ ان تمام سے زیادہ صاحب ذکاوت نہ ہو تو وہ اسے قائم ہی نہیں کر سکے گا-

اسی لئے کمال عقل و ذکاوت کو نبوت کی شرائط میں شمار کیا گیا ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی رقم طراز ہیں۔

من شروط النبوة المذكورة وكمال العقل والذكاء والفطنة وقوة الرای ولو فی الصبا كعيسىٰ ويحيىٰ عليهما السلام

(شرح المقاصد۔۵۔۶۱)

شرائط نبوت میں سے ہے مرد ہونا، کمال عقل، ذکاوت وفطانت اور قوت رائے میں کمال، اگرچہ بچپن ہو جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰ علیہما السلام کا بچپن اس پر شاہد ہے

اسی طرح امام ابن ہمام شرائط نبوت میں لکھتے ہیں

كونه اكمل اهل زمانه عقلاً و خلقاً و فطنةً وقوة رأى

(المسایرہ۔۶۲۶)

نبی کا تمام اہل زمانہ سے عقل، خلق، فطانت اور قوت رائے میں سب سے کامل ہونا ضروری ہے

قرآن اور عقل مبارک

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

ن والقلم وما يسطرون ما انت بنعمة ربك بمجنون وان لك لاجرًا غير ممنون وانك لعلىٰ خلق عظيم

(سورۂ ن۔۱۔۵)

قلم اور ان کے لکھے کی قسم تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے

اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ مبارکہ میں حضور ﷺ کے کمال و وسعت عقل پر قسم اٹھاتے ہوئے واضح کیا کہ اس میں ہرگز جنون کا شبہ نہیں

انما هو صاحب العقل الكامل والعلم الواسع الافضل وانه كيف لايكون عقله فوق كل العقول وقد انعم الله عليه وكرمه فخصه بالنبوة الجامعة والخاتمة والرسالة العامة ونزول القرآن الجامع للعلوم كلها فان هذه النعم لا يتحملها الا من خصه الله تعالىٰ با كمل العقول وارجحها

آپ ﷺ عقل کامل اور اعلیٰ و وسیع علم کے مالک ہیں اور تو آپ ﷺ کا عقل مبارک تمام عقلوں سے اعلیٰ کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر انعام و اکرام کرتے ہوئے جامع، آخری اور رسالت عامہ سے نوازا ہے۔ آپ پر قرآن نازل کیا جو تمام علوم کا جامع ہے ایسے انعام وہی پا سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے کامل اور غالب عقل عطا کی ہو۔

اس لئے آگے فرمایا

ما انت بنعمة ربك بمجنون

تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں

(ن،۵)

تو جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت و رسالت اور قرآن عطا کیا جو تمام علوم و حکمتوں پر مشتمل بلکہ ان سے فوقیت رکھتا ہے تو اب آپ ﷺ کے عقل مبارک میں کمی و خلل کیسے ممکن ہے؟ بلکہ دلیل قاطع کے ساتھ آپ ﷺ کا تمام سے عقل میں کامل و اکمل ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

وانك لعلىٰ خلق عظيم

اور بلا شبہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے

افضل الناس اعقل الناس وذلک نبیکم محمد ﷺ (زرقانی-۶-۱۷)	لوگوں میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ عقل والے تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اس دعویٰ (کہ آپ میں جنون کا شبہ تک نہیں) پر یہ الفاظ دلیل قطعی ہیں

یدل ان نعم اللہ تعالیٰ کانت ظاہرۃ فی حقہ ﷺ من الفصاحۃ التامۃ والعقل الکامل والسیرۃ المرضیۃ والبراۃ من کل عیب والاتصاف بکل مکرمۃ (مفاتیح الغیب-۲۹-۶۰۰)	فصاحت تامہ، کامل عقل اور ہر عیب سے برأت، محبوب سیرت اور ہر عزت سے نوازنا یہ تمام دلیل ہے کہ اللہ کی نعمتیں آپ ﷺ کے حق میں واضح ہیں

یہ تمام چیزیں ظاہر، محسوس اور آشکار ہیں تو پھر جنون کا کیا تصور؟

تمام سے بڑھ کر صاحب عقل وذکاوت

اس لئے امت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کمال عقل، ذکاوت، فطانت اور قوت رائے میں تمام مخلوق سے بڑھ کر ہیں۔ مشہور تابعی حضرت وھب بن منبہ فرماتے ہیں میں نے سابقہ انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ اکہتر کتب کا مطالعہ کیا ہے ان تمام میں ہے

ان النبی ﷺ ارجح الناس عقلاً وافضلھم رایاً (الشفاء -۱-۶۷)	حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ عقل مند اور ان سے رائے کے اعتبار سے افضل ہیں

ذرہ ریت کے برابر

انہی سے دوسری روایت ہے کہ دیگر کے عقول آپ ﷺ کے عقل مبارک کے سامنے اس طرح ہیں جیسے دنیا کی تمام ریت کے سامنے ایک ذرہ ریت ہوان کے الفاظ ہیں، میں نے ان تمام سابقہ کتب میں پڑھا

ان اللہ تعالیٰ لم یعط جمیع الناس من بدء الدنیا الی انقضا ئھا من العقل فی جنب عقلہ ﷺ الا کحبۃ رمل من بین رمال الدنیا (الشفاء-۱-۶۷)

اللہ تعالیٰ نے ابتداء دنیا سے لے کر اس کی انتہا تک حضور ﷺ کے عقل مبارک کی نسبت جو دوسروں کو عقل دیا اس کی مثال ایسے ہے جیسے تمام دنیا کی ریت کے سامنے ایک ریت کا ذرہ ہو

امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت-۱۰۶۹) جمیع الناس، کی تشریح میں لکھتے ہیں

حتی الانبیاء والرسل علیھم السلام (نسیم الریاض-۲-۴۴)

اس میں حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بھی شامل ہیں۔

حضرت ابن سلطان (ت-۱۰۱۴) نے الناس کا ترجمہ الخلق (تمام مخلوق) کیا اور کحبۃ کے تحت لکھا

ای لم یعطھم جمیعاً منہ شیئا نسبتہ الی عقلہ الا کنسبۃ حبۃ (شرح الشفاء-۱-۱۶۷)

ان تمام کو جو عقل دی گئی ہے وہ آپ ﷺ کے سامنے ذرہ ریت کی مانند ہے۔

محض تمثیل ہے ورنہ تقابل کیا؟

امام احمد خفاجی فرماتے ہیں جس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ

کے علم اور مخلوق کے علم کی مثال سمندر اور چڑیا کی چونچ کے پانی سے دی تھی، یہی معاملہ یہاں ہے

هذا على طريق التمثيل لان عقولهم لاتقاس بعقله ﷺ (نسیم الریاض-۲-۴۵)

یہ بطور تمثیل ہے ورنہ ان کے عقول کا آپ ﷺ کے عقل سے موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔

باقی کا ایک جز

امام شہاب الدین سہروردی نے بعض اہل علم سے حضور ﷺ کے عقل مبارک کے بارے میں یہ نقل کیا

العقل مائة جزء تسعة وتسعون في النبي ﷺ وجزء في سائر المؤمنين

عقل کے سو اجزاء ہیں ننانوے (۹۹) نبی اکرم ﷺ کی ذات میں اور ایک جز تمام مومنین میں ہے

(عوارف المعارف باب فی تخصیص الصوفیہ بحسن الاستماع)

قرآن اور پختگی رائے

انہی آیات کے تحت مفسرین نے لکھا، آپ ﷺ کی رائے مبارک تمام لوگوں سے پختہ اور صائب و درست تھی- علامہ سید محمود آلوسی 'بنعمة ربك' کی تفسیر یوں کرتے ہیں، تم پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات میں سے یہ بھی ہے

من حصافة الرأى والنبوة والشهامة

آپ کو پختہ رائے، نبوت اور حیران کن ذکاوت عطا ہوئی ہے۔

(روح المعانی-پ۲۹-۳۹)

امام برہان الدین بقاعی 'وان لك لاجراً غير ممنون' کا پچھلی آیت سے ربط

ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

ولما نفی سبحانه عنه ﷺ ما قالوا مما توا قحوا به فثبت له ﷺ کمال العقل ....

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے مخالفین کی بات کی نفی کی اور آپ کے لئے کمال عقل ثابت فرمایا

فهذا بيان السعادة والاجر لایکون الاعلی العمل الصالح والعمل رشح الاخلاق فصالحه نتيجة الاخلاق الحسنة والعقل الراجح

.... اور یہ سعادت کا بیان ہے اور اجر نیک عمل پر ہی ہوتا ہے اور عمل اچھے اخلاق کی تراوٹ ہے اور اس کا نیک ہونا اچھے اخلاق اور راجح عقل کا نتیجہ ہے

آگے 'انک لعلیٰ خلق عظیم' کا ربط ان الفاظ میں لکھا

ولما ثبت بهذا العقل مع ما افاده من الفضل وكان الذی یوجر قد یکون فی ادنیٰ رتب العقل بین انه ﷺ فی اعلاها

جب اس سے عقل و فضل ثابت ہو گیا جس پر اجر ملتا ہے کبھی وہ عقل کا ادنیٰ مرتبہ ہوتا ہے تو واضح کر دیا' حضور ﷺ عقل کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

(نظم الدرر۔۸۔۹۸)

سوال۔ جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ عقل و دانش اور رائے میں پختگی اور درستگی عطا فرما رکھی ہے تو پھر کیا وجہ ہے بعض مقامات پر آپ ﷺ نے اپنی رائے کے بجائے صحابہ کی رائے پر فیصلہ فرمایا؟

مثلاً غزوہ بدر کے موقعہ پر آپ ﷺ نے کنویں کے پاس پڑاؤ کیا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر پڑاؤ ہے یا یہ جنگی حکمت عملی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

بل ھو الرأی والحرب والمکیدۃ — یہ محض رائے ہے اور جنگی حکمت عملی ہے

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مناسب ٹھکانہ دوسرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا

اشرت بالرأی — تم نے اپنی رائے دے دی

طبقات ابن سعد میں ہے

فنزل جبریل فقال الرأی ما اشار بہ الحباب — حضرت جبریل آئے اور کہا حباب بن منذر کی رائے پر فیصلہ کرو۔

اس سوال کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ کچھ کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

متعدد جوابات

جواب اول۔ آپ ﷺ کو اپنے صحابہ سے مشورہ کا حکم تھا تاکہ تا قیامت لوگ آمریت قائم نہ کریں بلکہ اپنے تمام معاملات کو مشورہ سے چلائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وشاورھم فی الامر — ان صحابہ کو مشورہ میں شامل کیا کریں

تو آپ ﷺ غیر منصوص اشیاء پر صحابہ سے مشورہ طلب فرماتے' باقاعدہ اس کے لئے مجلس قائم ہوتی اور تبادلہ خیال ہوتا' جب تک آپ ﷺ کی حتمی رائے سامنے نہ آتی صحابہ مشورہ دیتے اور آپ ﷺ ان میں بہتر رائے کا انتخاب فرماتے۔ مذکورہ واقعہ میں بھی ابھی مشورہ جاری تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حباب رضی اللہ عنہ سے فرمایا

اشرت بالرأی — تم نے اپنی رائے دے دی

گویا مشورہ ہو رہا تھا ابھی تک آپ ﷺ کا فیصلہ اور حتمی رائے سامنے نہ آئی تھی۔

حضرت ملا علی قاری (ت،۱۰۱۴) حضور ﷺ کے مبارک الفاظ 'بل ھو الرأی'

کے تحت لکھتے ہیں۔

انما وقع نزولی فیه اتفاقاً من غیر تأمل فی امره وقد امرنی الله تعالیٰ بقول قولکم فی مصلحة امرکم

(شرح الشفاء-۲-۳۳۹)

میرا یہاں پڑاؤ کرنا بغیر سوچ و بچار کے اور اتفاقاً ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ میں مصلحت کی خاطر حباب کی رائے کو قبول کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

شیخ عبداللہ سراج الدین حلبی (ت-۱۴۲۲) نے اسی حکمت کو اپنے ان الفاظ میں بیان کیا

فلیس فی هذا الحدیث مایدل علی انه ﷺ کان مخطئاً فی رائه لان هذه الواقعة لیست من باب الزام القضیة او التزامها انما هی من باب عرض القضیة لابد رأی اهل الرأی والخبرة فی ذلک علی عادته ﷺ من عرضه امثال هذه الامور علی اهل الرأی من الصحابة ومشاورتهم فیها ولیس ذلک من باب انه رای راه واستحسنه والتزمه وراح فحمل الناس علیه ویلزمهم به بل من باب عرض القضیة للرأی والمشاورة فیها

اس حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں جو آپ ﷺ کی رائے کے غلط و خطا ہونے پر دلالت کرے اس لئے کہ اس واقعہ کا تعلق فیصلہ کے الزام و التزام سے نہیں یہ تو اہل رائے و خرد کے سامنے معاملہ ابتداً لانے کی بات ہے اور اہل رائے صحابہ کے سامنے ایسے معاملات رکھنا اور ان سے مشورہ لینا آپ ﷺ کا معمول تھا تو اس کا تعلق ایسے معاملہ سے نہیں کہ آپ ﷺ نے ایک رائے کو پسند فرما کر لوگوں کو اسے اپنانے کا حکم و التزام کیا ہو بلکہ معاملہ رائے اور مشورہ کے لئے پیش کیا تھا اس پر واضح طور پر آپ ﷺ

ویدل علی ذالک صریح قولہ ﷺ للحباب (اشرت بالرأی) فکان موقفه ﷺ موقف المستیشر الذی عرض القضیة ولم یلزمها ولو انه ﷺ رأی ذلک اوالتزم ذلک فحمل الصحابة علی ذلک ولاستمر علی ذلک ﷺ

کے وہ الفاظ شاہد ہیں جو حباب سے کہے "تم نے مشورہ دیا ہے" تو آپ ﷺ نے مشورہ لینے کے لئے یہ معاملہ پیش کیا نہ کہ اسے لازم کر دیا تھا - اگر آپ ﷺ کی یہی رائے ہوتی یا آپ صحابہ پر اسے لازم کر دیتے تو آپ اس پر ہی قائم رہتے -

(سیدنا محمد رسول اللہ - ۵۴۳)

اسی سوال کے جواب میں حضرت ملا علی قاری (ت - ۱۰۱۴) رقم طراز ہیں

والظاهر انه کان افضلهم رایاً فی الامور الدینیة و کذا فی الاعمال الدنیویة باعتبار حالة جز مه بالقضیة

ظاہر بات یہی ہے کہ آپ ﷺ امور دینیہ میں رائے کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں اور اسی طرح احوال دنیا میں بھی بشرطیکہ آپ نے اس معاملہ میں جزمی و حتمی رائے کا اظہار فرمایا ہو -

(شرح الشفاء - ۱ - ۱۶۷)

امام احمد خفاجی (ت - ۱۰۶۹) نے بھی متعدد جوابات دینے کے بعد لکھا

والحاصل ان کون رأیه افضل الأراء لا ینافی رجوعه لغیره ومشاورته له فان العبرة بما وقع علیه القرار لا بادی الرای

حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رائے کا تمام آراء سے افضل ہونا کسی دوسرے کی رائے کی طرف رجوع اور مشورہ لینے کے منافی اس لئے نہیں کہ رائے کا اعتبار وقوع قرار کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ ابتدائی اظہار سے

(نسیم الریاض - ۲ - ۴۶)

جواب ثانی - عدم توجہ

بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر حالت عدم توجہ طاری ہو جاتی تا کہ دوسروں کی رائے سامنے آئے اور تا قیامت لوگ دوسروں کی رائے سے استفادہ کر سکیں۔

امام احمد خفاجی نے انہی معاملات پر گفتگو کرتے ہوئے بہت ہی خوبصورت بات کہی

اذا جاز سهوه في صلاته ومناجاته ففي غيرها بالاولیٰ (نسیم الریاض-۲-۴۵)

جب آپ ﷺ پر نماز اور حالات مناجات میں سہو طاری ہو سکتا ہے تو دیگر معاملات میں بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے۔

یعنی سب سے زیادہ توجہ کا مقام حالت نماز میں اپنے رب سے مناجات و سرگوشی کا ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہاں آپ ﷺ پر سہو طاری کر دیا جاتا ہے تا کہ امت کے لئے تعلیم اور قوانین کا حصول ہو تو پھر دیگر معاملات میں اس حکمت کے تحت عدم توجہ ہو جانا بعید نہیں اور یہ سہو رحمانی ہوتا ہے نہ کہ شیطانی۔

گویا ان لوگوں نے واضح کیا کہ اگر شاذ و نادر ایسی چیز کا وقوع ہوا تو اسے نہ دیکھا جائے کیونکہ اصول یہ ہے

النادر كالمعدوم — نادر کو معدوم ہی جانا جاتا ہے

۱- شیخ محمد سلیمان الاشقر ایسے ہی معاملہ پر گفتگو کرتے ہوئے امام مازری، امام ابوشامہ اور امام آمدی کے حوالے سے لکھتے ہیں

ان من اجاز ذلک اجازه علی سبیل الندرة والنادر لا یلغی القانون العام (افعال الرسول-۲۰۵)

جو اس کا صدور انبیاء علیہم السلام سے جائز مانتے ہیں وہ بطور نادر کہتے ہیں اور نادر عام قانون کو ختم نہیں کرتا۔

۲- قاضی عیاض فرماتے ہیں جواز سہو وغیرہ نبوت کے مخالف نہیں، اس پر امام احمد خفاجی لکھتے ہیں

بل حسن منه ﷺ لما فيه من التشريع	بلکہ ان کا صدور آپ ﷺ سے خوبصورت و حسین ہیں کیونکہ اس سے شرعی ضابطے اور قوانین بنتے ہیں

شیخ محمد خلیل ہراس نے یہی بات یوں تحریر کی ہے

الواجب ان نستحی من الله ان نقول ما يخالف كلام الله عزوجل وما وقع من الرسل من مخالفات قليلة جداً فی اعمارهم الطويلة ادی اليها احياناً غلبة طبع اونسيان بمقتضی انهم بشر لا يمكن ان غض من اقدارهم ولا ان يخرجهم من منصب القدوة يالتی جعلها الله لهم	ہم پر لازم ہے کہ ہم کلام الٰہی کے مخالف کہتے ہوئے شرم کریں اس قدر طویل عمر میں حضرات انبیاء علیہم السلام سے بتقاضائے بشری طبع انسانی یا نسیان کے غلبہ کی وجہ سے اگر کچھ معاملات صادر ہوتے ہیں تو ان سے ان کی شان میں کچھ کمی نہیں اور نہ ہی اس منصب مقتدا سے نکلیں گے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے

(تعلیقہ علی الخصائص-۳-۳۳۶)

ان بعض مواقع پر اظہار علمی نہ کرنے کی حکمت اہل علم نے یہ لکھی کہ کہیں لوگ نبی کو خدا تصور نہ کرنے لگ جائیں جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تصور کرلیا۔

امام احمد خفاجی بعض عرفاء کے حوالہ سے رقم طراز ہیں

وهو وان كان لا يخفی الله تعالیٰ عنه علمه اصلاً كما قاله	آپ ﷺ سے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ بھی مخفی بالکل نہیں رکھا جیسے

بعض العارفين يظهره الله منه لئلا يضل به بعض امته لتوهمه انه يعلم الغيب فيقعون فيما وقع فيه النصارى فلذا كان يستره (نسیم الریاض-۲-۴۷)

بعض عارفین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے عدم علم کا اظہار کروایا تا کہ امت یہ عقیدہ نہ بنا لے کہ آپ ﷺ ذاتی طور پر غیب جانتے ہیں تو ان سے کہیں ایسا صدور نہ ہو جائے جو نصاریٰ سے ہوا اس لئے آپ ﷺ پر یہ معاملہ مخفی کر دیا گیا۔

چونکہ اظہار علمی نہ ہوگا بلکہ اسے مخفی رکھا جائے گا تا کہ لوگوں پر آشکار ہو جائے کہ نبی اللہ تعالیٰ کی عطا کے محتاج ہیں' ان میں خدائی شان ہرگز نہیں۔ پھر اس کی وجہ بھی سراسر لاعلمی نہیں بلکہ کہا یہ اس لئے ہوا

والنبى صلى الله عليه وسلم مشحون القلب بمعرفة الربوبية (الشفاء-۲-۱۸۵)

چونکہ حضور ﷺ کا قلب انور معرفت ربوبیت سے مالا مال تھا

کیا اس کے بعد یہ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ حضور ﷺ دنیوی امور سے آگاہ نہ تھے

غلط جواب

بعض لوگوں نے ان جیسے سوالات کا جواب یوں دیا کہ چونکہ حضور ﷺ صرف دینی امور سے واقف تھے دنیاوی امور کے آپ ﷺ ماہر نہ تھے اس لئے دنیاوی امور میں آپ ﷺ کی رائے پر دوسروں کی رائے کو ترجیح ہو سکتی ہے۔ یہ جواب ان وجوہ کی بناء پر غلط ہے۔

۱- دینی معاملات میں بھی مشورہ لیا کرتے تو کیا اس میں بھی ماہر نہ تھے۔

۲- کیا دینی امور خصوصاً نماز میں سہو نہیں ہوا، کیا اس کے ماہر نہ تھے۔

مقدس رائے کا مقام

یہاں مثال کے طور پر آپ ﷺ کی ایک مقدس رائے کا مقام بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ صحابہ سے اس پر عمل میں کچھ کوتاہی ہوئی تو معاملہ کس قدر سنگین اور پریشان کن ہو گیا' غزوہ احد کے موقعہ پر آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی قیادت میں پچاس صحابہ کو ایک درہ پر مقرر کیا کہ تم ہمارا پشت کی طرف سے دفاع کرو اور یہاں سے تم ہٹنا نہیں

فان رأیتمونا نقتل فلا تنصرونا وان رأیتمونا نغنم فلا تشرکونا

اگر تم ہمیں قتل ہوتے ہوئے دیکھو تو ہماری مدد نہ کرنا اور اگر مال غنیمت لیتے ہوئے دیکھو تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا

دوسری روایت کے الفاظ ہیں

ان رأیتمونا ظهرنا علیهم فلا تبرحوا وان رائیتموهم ظهروا علینا فلا تعینونا

اگر تم دیکھو ہم ان پر غالب آ گئے تو پھر بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر دیکھو وہ ہم پر غالب آ رہے ہیں تو ہماری مدد نہ کرنا

مسند احمد کی روایت کے الفاظ ہیں

ان رائیتمونا تخطفنا الطیر فلا تبرحوا حتی ارسل الیکم

اگر تم دیکھو ہمیں پرندے نوچ رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا یہاں تک کہ تمہاری طرف کوئی آدمی بھیجوں

جب مسلمانوں نے کفار کو شکست دے دی تو ان پچاس مجاہدین میں سے بعض نے کہا اب تم کس کے انتظار میں ہو' مسلمان غالب آ گئے ہیں لہذا حصول مال غنیمت کے لئے یہاں سے ہٹ جائیں' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا

أنسيتم ما قال لكم رسول الله ﷺ ؟ — کیا تمہیں حضور ﷺ کا فرمان بھول گیا ہے؟

انہوں نے کہا غلبہ تو ہو گیا اب ہمیں یہاں سے ہٹ جانا چاہیے' کفار نے جب وہ درہ خالی دیکھا تو اس طرف سے حملہ آور ہو گئے جس کی وجہ سے کافی نقصان اٹھانا پڑا' اب اگر صحابہ وہاں ڈٹے رہتے تو یہ پریشانی بھی لاحق نہ ہوتی' اس سے سرور عالم ﷺ کی جنگی حکمت عملی بھی سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ حکمت بھی سب سے زیادہ عطا فرمائی تھی۔

علویات وسفلیات کو محیط

ہم آپ ﷺ کی عقل مبارک پر گفتگو حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (ت۔۵۰۵) کے ان کلمات پر ختم کر رہے ہیں

وكان عقله ﷺ محيطاً الجميع العلويات والسفليات — آپ ﷺ کی عقل مبارک اوپر اور نیچے والی تمام اشیاء کو محیط ہے۔

(الرسالۃ اللدنیۃ، ۲۲۸)

مشورہ کی محتاجی نہ تھی

ہم تو یہ کہنے سے گریز نہیں کرتے کہ امت کے لوگ رسول اللہ ﷺ سے دنیاوی امور میں زیادہ ماہر ہو سکتے ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور جانتے ہی نہیں وہ تو صرف اور صرف امور دینیہ سے آگاہ ہیں حالانکہ قرآن وسنت نے یہاں تک واضح کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی بھی معاملہ میں تمہارے مشورہ کے محتاج نہیں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی وہ مشورہ کے محتاج اس لیے نہیں کہ ان کی رہنمائی وحی الٰہی کر رہی ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو مشورہ کا حکم کیوں ہے؟ تو اس کی آپ ﷺ نے خود وضاحت کر دی ہے کہ مجھے یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ امت کے لیے مشورہ سنت قرار دیا جائے اور بعد کے لوگ من مانی نہ کر سکیں کیونکہ جب وہ ہستی مشورہ لے رہی ہے جن کی رہنمائی براہ راست اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے تو باقی تنہا کوئی کیسے فیصلہ کر سکتا ہے۔ آیئے ارشاد نبوی ﷺ کا مطالعہ کیجیے۔

۱۔ امام ابن عدی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وشاورھم فی الامر — ان سے معاملہ میں مشورہ کیجیے

(ال عمران، ۱۵۹)

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھی طرح سمجھ لو۔

اما ان اللہ و رسولہ ﷺ لغنیان عنھا ولکن جعلھا اللہ رحمۃ لامتی من استشار منھم لم یعدم رشداً ومن ترکھا لم یعدم غیاً	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ مشورہ کے محتاج نہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے اسے میری امت کے لیے رحمت بنایا ہے جو مشورہ کرے گا وہ ہدایت نہیں کھوئے گا اور جو مشورہ نہیں کرے گا وہ گمراہی نہیں کھوئے گا۔

۲۔امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے سنن الکبریٰ میں امام حسن بصری سے اس ارشاد الٰہی کے تحت نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

قد علم الله انامابه اليهم من حاجة	اللہ تعالیٰ جانتا ہے میں مشورہ میں صحابہ کا محتاج نہیں ہوں لیکن اس نے میرے
ولكن اراد ان يستشن به من بعده	بعد والوں کے لیے اسے سنت بنایا ہے
(جلاء القلوب، ۲: ۲۰۸)	

جب آپ ﷺ مشورہ کے محتاج ہی نہیں یہ عمل آپ ﷺ نے امت کی تعلیم کی خاطر کیا تھا کہ کوئی من مانی نہ کرے تو ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کے اس مقام وعظمت سے آگاہ ہونا چاہیے اگر کسی جگہ بطور شفقت آپ ﷺ نے صحابہ کی رائے کو ترجیح دی تو یہ بھی امت کے لیے ہی تعلیم وتربیت تھی نہ کہ آپ ﷺ کی لاعلمی تھی۔

ہم ہرگز یہ نہ کہیں کہ آپ ﷺ امور دنیا جانتے نہیں اس لیے مشورہ کے پابند تھے۔

فصل

آپ ﷺ کا امور دنیا سے آگاہ ہونا تواتر سے ثابت ہے

اس سے بڑھ کر علم کا تصور نہیں

آپ ﷺ کا امور دنیا سے آگاہ ہونا تواتر سے ثابت ہے

بہت افسوس کہ ہمارے دور کے کچھ نادان لوگ حضور ﷺ کے لئے دنیاوی امور کا علم ماننا آپ ﷺ کے شایان شان ہی نہیں مانتے۔ جیسے پہلی فصل میں آیا ہے لیکن آیئے پڑھیے ہمارے اسلاف کتاب وسنت کی روشنی میں کیا کہتے ہیں؟ وہ تو کہتے ہیں حضور ﷺ کا دنیاوی علوم میں ماہر ہونا اس قدر دلائل سے ثابت ہے کہ اسے تواتر حاصل ہے اور کسی متواتر شئی کا انکار انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ آیئے اہل علم کی چند تصریحات ملاحظہ کریجیے

۱- قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) آپ ﷺ کی اس شان علمی کا بیان ان الفاظ میں کرتے ہیں

وقد تواتر النقل عنه ﷺ من المعرفة بامور الدنيا ودقائق مصالحها وسياسة فرق اهلها ما هو معجز في البشر (الشفاء-۲-۱۵۸)	آپ ﷺ کے بارے میں تواتر سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ دنیاوی امور، ان کی دقیق مصلحتوں اور دنیا والوں کی جماعتوں کی سیاست وتدبیر سے اس قدر آگاہ تھے کہ وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

اس عبارت کی تھوڑی سی تشریح امام احمد خفاجی سے بھی سن لیجیے، انہوں نے اس کی تردید تو کجا اس میں اضافہ کیا، لکھتے ہیں۔

۱- آپ ﷺ کی دنیاوی امور سے آگاہی کے تواتر سے مراد معنوی تواتر ہے جیسے حاتم طائی کی سخاوت اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت تواتر سے ثابت ہے۔

۲- امور دنیا کے تحت لکھا

واحوالها تفصيلاً من غير الامور المشروعة	امور شرعیہ کے علاوہ کے بھی دنیا کے تفصیلی احوال سے آگاہ ہیں

۳- دقائق کی تشریح یوں کی

ای الامور الدقيقة التی تخفی علی کثيرهم	یعنی ایسے دنیاوی گہرے اور عمیق امور کا علم رکھتے ہیں جو کثیر لوگوں پر پوشیدہ ہوتے ہیں

۴- مصالح کے بارے میں لکھا

ای حاجاتهم التی بها صلاح العالم فی المعاش	یعنی لوگوں کی ان ضروریات کا علم رکھتے ہیں جن سے کائنات کی زندگی کی اصلاح متعلق ہے۔

۵- سیاسة فرق اهلها، کی تفسیر ان الفاظ میں کی

عرباً وعجماً علی اختلاف عقولهم وطبائعهم وعاداتهم والسنتهم	خواہ ان کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے اور ان کی عقلیں، طبیعتیں، عادات اور زبانیں مختلف ہیں

۶- معجز فی البشر کے تحت لکھا

ای امور یعجز البشر عن مثلها (نسیم الریاض-۶-۴۶)	رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور سے اس قدر آگاہ ہیں کہ انسان اس سے عاجز ہے۔

اس سے بڑھ کر علم کا تصور نہیں

۲- آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیاوی امور کا بھی اس قدر علم عطا ہوا کہ اس سے بڑھ کر علم کا تصور نہیں ہو سکتا۔ قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) اس

حقیقت کو یوں واضح کرتے ہیں

ان قلوبهم قد احتوت من المعرفة والعلم بامور الدين والدنيا ما لا شئی فوقه
(الشفاء۔ ۲-۱۱۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دین اور دنیا کے امور کی اس قدر معرفت حاصل ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر تصور بھی نہیں ہوسکتا۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

ومن معجزاته الباهرة ما جمعه الله له من المعارف والعلوم و خصه به من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين
(الشفاء، ۱-۳۵۴)

رسول اللہ ﷺ کے معجزات ظاہرہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معارف وعلوم کا جامع بنایا اور دنیا و دین کے مصالح پر آگاہی کے لئے خاص فرمایا

حضرت ملا علی قاری اس پر کہتے ہیں

ای ما يتم به اصلاح الامور الدنيوية والاخروية

یعنی ان مصالح کا علم دیا جن سے دنیاوی واخروی امور کی کامل اصلاح ہو

اس کے بعد تابیر نخل والا اعتراض وارد کیا اور پھر امام سنوسی کے حوالہ سے جواب دیا کہ یہاں درس توکل تھا لاعلمی نہ تھی۔
(شرح الشفاء، ۱-۲۰-۷)

۳۔ اسی طرح امام محمد بن یوسف صالحی شامی (ت-۹۴۲) نے بھی حضور ﷺ کی اسی شان اقدس کا ذکر یوں کیا ہے

وقد تواتر بالنقل عنه صلى الله عليه وسلم من المعرفة بامور الدنيا ودقائق مصالحها وسياسة

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تواتر سے منقول ہے کہ آپ ﷺ امور دنیا، ان میں دقیق مصلحتوں اور دنیا والوں

وسیاسة فرق اهلها ما هو معجز فی البشر	والوں کی سیاست وتدابیر سے اس قدر واقف ہیں کہ وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔
(سبل الہدیٰ وارشاد-۱۲-۸)	

۴- حافظ ابن حجر مکی (ت-۹۷۴) رسول اللہ ﷺ کی اسی شان اقدس کا ذکر ان الفاظ میں کررہے ہیں کہ آپ ﷺ بظاہر امی اور بے پڑھے تھے مگر

اطلعه الله تعالیٰ علی علوم الاولین والاخرین وجعله القدوة العظمیٰ لکل مخلوق فی کل علم وحلم وحکمة وخلق حسن وسائر اوصاف الکمال وبوأه من الاحاطة بجمیع مصالح الدنیا والدین وقوانین سیاسات العالم ومتفرقات الشرائع وعوارف المعارف ما لم یصل لشاذه مخلوق	اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اولین و آخرین کے علوم پر مطلع کیا اور آپ ﷺ کو تمام مخلوق کے لئے علم، حلم، حکمت، اعلیٰ اخلاق اور دیگر اوصاف کاملہ میں قیادت عظمیٰ عطا کی اور آپ ﷺ کو تمام دنیا و دین کی مصلحتوں جہاں کی تدابیر کے قوانین، متعدد شرائع اور معارف کا اس قدر جامع بنایا کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔
(المنح المکیة- ۲۶۹)	

۵- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت-۱۰۵۲) حدیث تابیر نخل کی تشریح میں لکھتے ہیں- کہ اس موقعہ پر حکمت کے تحت آپ ﷺ پر عدم توجہ وعدم التفات کی کیفیت تھی ورنہ

آنحضرت ﷺ دانا تر است از ہمہ در ہمہ کارہائے	رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے دنیا و آخرت کے تمام امور ومعاملات میں

دنیا و آخرت — سب سے زیادہ دانا اور علم والے ہیں

(اشعۃ اللمعات-۱-۱۲۹)

۶- شارح قصیدہ بردہ امام عمر بن احمد خر پوتی رقم طراز ہیں

خص اللہ تعالیٰ به علیه السلام الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومصالح امته وما کان فی الامم وما سیکون فی امته من النقیر والقطیر وعلی جمیع فنون المعارف کاحوال القلب والفرائض والعبادة والحساب (عصیدۃ الشھدۃ-۸۵)	اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا و دین کے تمام مصالح اور اپنی امت کے مصالح، سابقہ امتوں کے بارے میں اور آپ کی امت میں ہونے والے چھوٹے اور معمولی واقعات سے آگاہ کیا، تمام فنون معارف مثلاً احوال قلب، فرائض، عبادت اور حساب سے مخصوص فرمایا-

۷- امام قطب الدین خیفری (ت-۴۹۴) نے رسول اللہ ﷺ کا ایک خاصہ یہ بیان کیا کہ آپ ﷺ کو تنہا ان تمام علوم کا مکلف بنایا گیا جو تمام مخلوق کو حاصل ہیں- اس کی تشریح و تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

هو ان الله سبحانه وتعالیٰ کلف نبیه ﷺ ان یبلغ عنه دینه الذی شرعه وهو (العلم المتعلق بالمعلومات) من امور الدنیا والاخرة الذی علمه له اما بخطاب او وحی او الهام قال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من	اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ذمہ دار بنایا کہ وہ اس کے دین کو پہنچائیں اور وہ علم جو معلومات سے متعلق ہے یعنی امور دنیا و آخرت جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا خواہ خطاب سے، وحی و الہام سے جس کے بارے میں فرمایا ہم نے کتاب میں کوئی شے نہیں چھوڑی

شی، وقال تعالیٰ یایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (اللفظ المکرم-۱۱۹)	اور فرمایا اے رسول پہنچاؤ جو تمہاری طرف تمہارے رب نے نازل کیا ہے۔

۸- امام محمد مہدی فاسی (ت-۱۱۰۹) آپ ﷺ کے اسم گرامی "امی" کے تحت رقم طراز ہیں، آپ ﷺ نے کبھی پڑھا اور لکھا نہیں مگر

ظهر منه العلوم والمعارف اللدنیه ومعرفته باخبار الامم السابقة وشرائعهم واطلاعه علی علوم الاولین والاخرین واحکامه لسیاسة الخلق علی تنوعهم واحاطته لجمیع مصالح الدین والدنیا وتخلقه بکل خلق حسن واتصافه بکل کمال للخلق علی الاطلاق (مطالع المسرات-۱۱۹)	آپ ﷺ سے علوم ومعارف ربانی کا ظہور ہوا آپ سابقہ امتوں، ان کی شریعتوں کی معرفت رکھتے، اولین و آخرین کے علوم پر مطلع، مختلف مخلوق کے باوجود ان کی تدابیر سے آگاہ، تمام مصالح دین ودنیا کا احاطہ کرنے والے اور ہر اعلیٰ خلق سے متصف اور علی الاطلاق ہر کمال پانے والے ہیں۔

فصل

صحابہ کرام نے دینی و دنیاوی کا کبھی فرق نہ کیا

صحابہ کرام نے دینی و دنیوی کا کبھی فرق نہ کیا

حضور ﷺ دنیاوی امور کے بھی ماہر ہیں' اس پر صحابہ کرام کا یہ معمول بھی شاہد عادل ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ہر قول وفعل کی اتباع کی ہے اور کبھی بھی ان میں دینی اور دنیوی تقسیم کو روا نہیں رکھا۔ بس ان کے لئے یہی کافی تھا کہ حضور ﷺ نے یہ کیا یا اسے پسند فرمایا۔

حضرت قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) فرماتے ہیں ایسی خبریں جن کا تعلق نہ شرعی احکام سے ہے اور نہ اخروی احکام سے اور وہ وحی کی طرف بھی منسوب نہیں

بل فی امور الدنیا واحوال نفسه فالذی یجب تنزیه النبی صلی الله علیه وسلم عن ان یقع خبره فی شئی من ذلک بخلاف مخبره لا عمداً ولا سهواً ولا غلطاً وانه معصوم من ذلک فی حال رضاه وفی حال سخطه وجده ومزحه وصحته ومرضه

بلکہ وہ امور دنیا اور آپ ﷺ کے ذاتی احوال ہیں، ان تمام میں بھی حضور ﷺ کی خبر کا خلاف واقع نہ ہونا لازم ہے۔ نہ دانستہ نہ بھول کر اور نہ غلطی سے کیونکہ آپ ﷺ ہر حال میں معصوم ہیں خواہ حالت خوشی ہو یا حالت ناراضگی، حالت مزاح ہو یا حالت سنجیدگی، حالت صحت ہو یا حالت مرض

اور اس پر دلیل یہ دی

اتفاق السلف واجماعهم علیه وذلک انا نعلم من دین الصحابة وعادتهم مبادرتهم

اس پر اسلاف کا اتفاق و اجماع ہے کیونکہ ہم صحابہ کرامؓ کا طریقہ جانتے ہیں کہ ان کا معمول یہ تھا کہ وہ آپ

الی تصدیق بجمیع احوالہ والثقة جمیع اخبارہ فی ای باب کانت وعن ای وقعت وانہ لم تکن لھم توقف ولا تردد فی شئی منھا ولا استثبات من حالہ عن ذلک ھل وقع فیھا سھو ام لا

ﷺ کی تمام حالتوں کی تصدیق اور تمام خبروں پر اعتماد کرتے خواہ ان کا تعلق کسی معاملہ سے ہو اور ان کا وقوع کسی وقت ہو ان میں سے کسی شی میں بھی نہ وہ توقف کیا کرتے اور نہ تردد و شک اور نہ وہ یہ سوال کرتے کہ اس میں بھول ہوئی ہے یا نہیں ہوئی؟

(الشفاء-۲-۱۳۵)

دوسرے مقام پر آپ ﷺ کے افعال مبارکہ کے حجت و دلیل ہونے پر دلائل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں

وایضاً فقد علم من دین الصحابة قطعاً الا قتداء بافعال النبی ﷺ کیف توجھت وفی کل فن (ایضاً-۱۲۶)

یہ بھی ہمارے علم میں ہے کہ صحابہ کا طریق آپ ﷺ کے ہر فعل کی اتباع ہے خواہ وہ کسی وقت ہو اور کسی فن سے متعلق ہو

آخری الفاظ کی شرح کرتے ہوئے امام خفاجی فرماتے ہیں

ای فی ای نوع کانت من امور معاشہ وحرکاتہ وتکلمہ وغیر ذلک

یعنی خواہ اس فعل کا تعلق امور معاش و دنیا سے ہو یا حرکات و گفتگو اور دیگر امور سے ہو

(نسیم الریاض-۵-۳۴۶)

فصل

کیا انبیاء علیہ السلام دنیاوی علوم کے ماہر نہیں ہوتے؟

کیا انبیاء علیہم السلام دنیاوی امور کے ماہر نہیں ہوتے؟

پہلے گزرا حضور ﷺ کے لئے قرآن میں تمام امور کا ذکر ہے خواہ وہ دینی ہیں یا دنیاوی اور دیگر فصول میں ہم نے واضح کیا کہ قرآن و سنت نے ہر معاملہ میں امت کو اپنے رسول ﷺ کی اتباع و اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں یہ ہرگز تقسیم نہیں کی کہ وہ معاملہ دینی ہونا لازمی ہے اگر دنیاوی ہوا تو پھر اتباع ضروری نہیں۔ قرآن مجید سے دنیوی امور کی مثالیں بھی ہم دے چکے ہیں۔ پیچھے آپ ﷺ کے عقل مبارک کے تحت بھی گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ اس درجہ عطا فرمایا کہ تمام انسانوں حتی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے عقول اس کی نسبت ذرہ ریت کی مانند ہیں۔

ہم یہاں ائمہ امت کی وہ تصریحات لا رہے ہیں جس میں انہوں نے واضح طور پر لکھا ہے حضرات انبیاء علیہم السلام جیسے دینی امور کے ماہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ دنیاوی امور میں بھی دیگر لوگوں سے کہیں آگے ہوتے ہیں۔

۱۔ قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) آپ ﷺ کی یہی شان اقدس ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

ومن معجزاته الباهرة ما جمعه الله له من المعارف والعلوم وخصه من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومعرفته بامور شرائعه وقوانین دینه وسیاسة عباده ومصالح امته
(الشفاء-۱-۳۵۴)

آپ ﷺ کے قابل فخر معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علوم و معارف ودیعت کئے اور خصوصی طور پر آپ ﷺ کو تمام دینی اور دنیاوی مصلحتوں کی اطلاع کا شرف بخشا اور اپنے امور شرعی اور دین کے قوانین کی معرفت اور اپنے بندوں کے انتظامی امور اور امت کی مصلحتوں کا علم عطا فرمایا

دوسرے مقام پر اسی حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے قلوب

قد احتوت من المعرفة والعلم بامور الدین والدنیا ما لا شئی فوقه	دینی اور دنیوی امور کی معرفت اور علم سے اس قدر مالا مال ہوتے ہیں جس سے آگے کا تصور نہیں

(الشفاء-۲-۱۱۵)

ان کے آخری الفاظ 'اس سے بڑھ کر علم نہیں ہو سکتا' نہایت ہی قابل توجہ ہیں امور دین ودنیا کی تشریح میں امام احمد خفاجی نے لکھا

جزئیاتها وکلیاتها (نسیم الریاض-۵-۲۱۷)	امور دنیا اور دین کی جزئیات اور کلیات تمام کا علم نبی کو حاصل ہوتا ہے۔

تیسرے مقام پر حضرت قاضی صاحب تصریح کرتے ہیں کہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ امور دنیا اور مصالح دنیا کے دقائق اور اہل دنیا کی تدابیر سے کما حقہ آگاہ ہیں البتہ امور دنیا کی دل اقدس میں کوئی حیثیت نہیں اس لئے اگر کسی مقام پر توجہ نہ ہو تو یہ کوئی نقص وعیب نہیں۔

انما هی امور اعتیادیة یعرفها من جربها وجعلها همه وشغل نفسه بها والنبی ﷺ مشحون بمعرفة الربوبیة ملأن الجوانع بعلوم الشریعة مقید البال بمصالح الامة الدینیة والدنیویة	یہ امور عادیہ میں ہے ان کا تجربہ رکھنے والا اور اپنی کامل توجہ اور اپنے کو ان میں مشغول کر دینے والا انہیں جانتا ہے اور حضور ﷺ کا دل اقدس معرفت ربوبیت سے ہی لبریز، علوم شریعت سے سیراب اور امت کے دینی ودنیاوی

ولکن هذا انما یکون فی بعض الامور ویجوز فی النادر و فیما سبیله الدقیق فی حراثة الدنیا واستثمارها لا فی الکثیر المؤذن بالبله والغفلة وقد تواتر بالنقل عنه ﷺ من المعرفة بامور الدنیا ودقائق مصالحها وسیاسة فرق اهلها ماهو معجز فی البشر کما قد نبهنا علیه

(الشفاء-۲-۱۸۵)

مصالح میں مقید و متوجہ رہتا لیکن یہ بعض امور کا معاملہ ہے اور نادراً ایسا جائز ہے اور ان امور میں جو دنیا کے اکٹھے کرنے اور اس کے ثمرات حاصل کرنے کے بارے میں ہوں اس لئے کہ کثیر سے آگاہ نہ ہونا غفلت اور بے وقوف ہونا ہے حالانکہ نقل تواتر سے ثابت کہ آپ ﷺ امور دنیا، اس کے مصالح کے دقائق اور تمام اہل دنیا کی تدابیر سے اس قدر آگاہ تھے کہ وہ کسی انسان میں ہونا معجزہ ہے۔

امام احمد خفاجی نے ان الفاظ کی جو تشریح کی ہے وہ نہایت ہی قابل مطالعہ ہے انما هی امور اعتیادیة کے تحت لکھتے ہیں

ای جاریة علی عادة الناس فیها لامن العلم والاحکام (یعرفها من جربها) واعتنی بها وهو صلی الله علیه وآله وسلم لا یعتنی بها ولا یخالطها فضلاً عن تجربتها (وجعلها همه) ای امر أیهتم به ویتقید وهو ﷺ لا یلتفت لها

(نسیم الریاض-۶-۴۴)

جن میں لوگوں کی عادت جاری ہے ان کا علم و احکام سے تعلق ہی نہیں انہیں وہی جانے گا جو اس کا اہتمام کرے اور رسول اللہ ﷺ نے نہ اس کا اہتمام کیا نہ ان میں داخل ہوئے چہ جائیکہ کہ اس کا تجربہ ہو اور انہیں اپنا مقصود بنانے والا ہی جانے اور رسول اللہ ﷺ تو ان کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوئے۔

يجوز فی النادر — کے تحت لکھتے ہیں

والافسلامة عقله ﷺ وشدة حذقه تقتضی انه اعلم الناس بامور دنياهم ايضاً (نسيم الرياض-٦-٤٥)

وگرنہ آپ ﷺ کا عقل سلیم کا مالک ہونا اور ماہر ترین ہونا اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ آپ لوگوں میں ان کے دنیاوی معاملات میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں

فی حراسة الدنيا واستثمارها کی تشریح یوں کی

ای طلب زيادتها ونمو ثمرتها وهو امرنا شئی عن محبتها والحرص علی تحصيلها وهو ﷺ لايريد حرث الدنيا ولا يشغل بها خاطره ومع ذلك ماوقع منه عدم العلم بها الانادرا (لا فی الكثير) من امورها (نسيم الرياض-٦-٤٦)

یعنی دنیا کا اضافہ اور اس کے ثمرات میں زیادتی ایسا امر ہے جو دنیا کی محبت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کے حصول پر ابھارتا ہے تو آپ ﷺ نے دنیا کا ارادہ ہی نہیں کیا اور نہ ہی دل اقدس کو اس طرف متوجہ کیا اس کے باوجود دنیا کے قلیل و نادر امور سے ناواقف تھے نہ کہ اس کے کثیر امور سے

وقد تواتر النقل عنه من المعرفة بامور الدنيا — کی تفصیل یوں کرتے ہیں

واحوالها تفصيلا من غير الامور المشروعة (و) معرفة (دقائق) ای الامور الدقيقة التی تخفی علی كثير منهم (مصالحها) ای حاجاتهم التی

امور شرعیہ کے علاوہ کے احوال کی تفصیل اور ان گہرے امور کا علم جو کثیر لوگوں پر مخفی رہتے ہیں، ان کے مصالح کا علم یعنی ان ضروریات کا جو دنیاوی اصلاح کے لئے ہیں۔ متفرق

بها صلاح العالم فی المعاش (وسیاسة فرق اهلها) عرباً وعجماً علی اختلاف عقولهم وطبائعهم وعاداتهم والسنتهم (ماهو معجز فی البشر) ای امور یعجز البشر من مثلها (ایضاً-۳۶)

اہل دنیا کے لئے تدبیر خواہ وہ عرب ہیں یا عجم باوجودیکہ ان کے عقول، طبائع عادات اور زبانیں مختلف ہیں اور اس قدر ہیں کہ انسان ان کے حصول سے عاجز و قاصر ہے

کما قد نبهنا۔ کے تحت فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام مخلوق پر امانت عظمیٰ کا منصب دیا اور ان کے درمیان فیصل اور ان تمام کو دعوت دینے والا بنایا تو

لزمه ان یعلم جمیع احوال الناس دنیویة و دینیة لیتم امره (ایضاً-۳۶)

آپ ﷺ کا لوگوں کے دینی اور دنیاوی احوال کو جاننا ضروری و لازم ہے تاکہ آپ کا معاملہ و منصب مکمل ہو جائے۔

حضرت ملا علی قاری "جمیع مصالح الدنیا والدین" کی شرح کرتے ہیں

ای مایتم به اصلاح الامور الدنیویة والاخرویة (شرح الشفاء-۱-۲۷)

یعنی جن سے دنیوی اور اخروی امور کی مکمل اصلاح ہوتی ہے۔

۲- امام احمد خفاجی آپ ﷺ کے علمی مقام کو یوں آشکار کرتے ہیں

انه ﷺ لما فوض الله تعالیٰ له الامانة العظمیٰ علی جمیع الخلق والحکم بینهم ودعوتهم

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام مخلوق پر امانت عظمیٰ (نبوت) عطا فرمائی اور آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا تو

لطاعته لزمه ان یعلم جمیع احوال الناس دنیویة و دینیة لیتم امره و یتأتی له ما امر به (نسیم الریاض-۶-۴۶)

پھر آپ ﷺ کو لوگوں کے تمام دنیوی اور دینی احوال کا بھی علم عطا کیا تاکہ معاملہ مکمل اور آسان ہو جائے۔

۳- ایک اور مقام پر آپ ﷺ کے عقل مبارک کے بارے میں لکھتے ہوئے اسی بات کی نشاندہی کرتے ہیں

سلامة عقله ﷺ وشدة حذقه تقتضی انه اعلم الناس بامور دنیاهم ایضاً لانه اوفر الناس عقلاً وقد اطلعه الله تعالیٰ علی اسرار الوجود من مذموم و محمود (ایضاً-۴۵)

آپ ﷺ کی عقل کا سلیم اور حاذق و ماہر ہونا تقاضا کرتا ہے کہ آپ لوگوں کے دنیاوی معاملات میں بھی سب سے زیادہ علم والے ہوں کیونکہ آپ سب سے زیادہ عقل والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مذموم و محمود کے وجود میں رازوں سے بھی آگاہ کیا۔

۴- قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا کہ عقلاً یہ ممکن ہے نبی جمیع مصالح امور دنیا، جمیع حرفت وصنعت سے آگاہ نہ ہو، اس پر امام ابن الھمام فرماتے ہیں

ولاشک ان المراد عدم علم بعض المسائل لعدم الخطور (ای خطور تلک المسائل ببالهم) فاما اذا خطرت لهم فلا بد من علمهم واصابتهم فیها ان اجتهدوا (المسایرہ مع المسامرہ-۲۳۵)

بلاشبہ بعض مسائل کا عدم علم عدم توجہ کی وجہ سے ہے یعنی ان مسائل کی طرف ان کے دل متوجہ نہیں ہوتے اگر متوجہ ہوں تو ان کا جاننا ضروری ہے اور ان میں اگر اجتہاد فرمائیں تو بھی درست ہوگا۔

امام احمد خفاجی نے بھی باقلانی کی بات پر لکھا

لکنہ اذا سئل عنہا لابد ان یعرفہا	لیکن اگر انبیاء سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے تو ان کا جاننا ضروری ہے۔

(نسیم الریاض-۵-۲۱۷)

۵-شیخ عبدالحق دہلوی ''انتم اعلم بامور دنیا کم'' کا مفہوم سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں

یعنی مرا کارے والتفاتے بداں نیست والا آنحضرت ﷺ دانا تر ست از ہمہ در ہمہ کارہائے دنیا و آخرت	یعنی آپ ﷺ کا کام دنیا کی طرف توجہ دینا نہیں ورنہ آپ ﷺ دنیا اور آخرت کے تمام معاملات میں سب سے داناترین ہیں۔

(اشعۃ اللمعات -۱-۱۲۹)

فصل

یہ کہنا ہی غلط ہے
قاضی کو خراج تحسین
بعض احناف کا رد

فصل۔ یہ کہنا ہی غلط ہے

بلکہ اہل علم نے یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ نبی دنیاوی امور نہیں جانتے، ایسا کہنا سراسر زیادتی اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو کند ذہن قرار دینا ہے جو ان کے شایان شان ہی نہیں، حضرت قاضی عیاض مالکی رقم طراز ہیں

فاما ما تعلق منها بامر الدنیا فلا یشترط فی حق الانبیاء العصمة من عدم معرفتهم ببعضها او اعتقادها علی خلاف ما هی علیه ولا وصم علیهم فیه اذ هممهم متعلقة بالاخرة وانبائها وامر الشریعة وقوانینها وامور الدنیا تضادها بخلاف غیرهم من اهل الدنیا الذین یعلمون ظاهراً من الحیوة الدنیا وهم عن الاخرة غافلون

جن چیزوں کا تعلق امور دنیا سے ہے انبیاء کا ان میں سے بعض کا نہ جاننے یا خلاف واقع سے معصوم ہونا ضروری نہیں اور ان کا یہ عیب نہیں کیونکہ ان کی تمام توجہ آخرت، اس کی تفصیل، امور شرعی اور اس کے قوانین کی طرف ہوتی ہے اور امور دنیا ان کے متضاد ہیں بخلاف دوسرے اہل دنیا کے وہ دنیا کے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہوتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح رہنی چاہیے

لا یقال انهم لایعلمون شیاً من امر الدنیا فان ذلک یؤدی الی الغفلة والبله وهم منزهون عنه

کہ یوں نہیں کہا جا سکتا کہ امور دنیا بالکل جانتے ہی نہیں کیونکہ یہ چیز تو انہیں جاہل و دیوانہ بنا دے گی حالانکہ انبیاء علیہم السلام اس سے منزہ و بالاتر ہوتے ہیں

بلکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی عظمت اور علمی شان یہ ہے

قد ارسلوا الی اهل الدنيا وقلدوا سياستهم وهدايتهم والنظر فی مصالح دينهم ودنياهم وهذا لايكون مع عدم العلم بامور الدنيا بالكلية واحوال الانبياء وسيرهم فی هذا الباب معلومة ومعرفتهم بذلك كله مشهورة (الشفاء-۲-۱۱۵)

اور انبیاء علیہم السلام اہل دنیا کی طرف بھیجے گئے ہیں اور لوگوں کو ان کے انتظام وہدایت میں پیروی کا پابند بنایا گیا ہے اور انبیاء کے دینی اور دنیاوی کاموں اور مصلحتوں کو سامنے رکھنے کا حکم ہے اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک انبیاء علیہم السلام کو دینی اور دنیاوی امور کا کلیتہً پتہ نہ ہو اور اس معاملہ میں انبیاء کے احوال و سیرت واضح ہیں اور ان معاملات میں ان کی معرفت مشہور ہے

حضرت قاضی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت نہایت ہی اہم ہے اس پر شارحین کی کچھ گفتگو سامنے آ جائے تو بہتر ہوگا۔

قاضی کو خراج تحسین

امام احمد خفاجی' قاضی عیاض کو ان کے الفاظ "عدم معرفتهم ببعضها" پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

واجاد فی قوله ببعضها لان عدم معرفتها بالكلية ينافی شدة فطنتهم وسلامة عقولهم (نسیم الریاض-۵-۲۱۸)

قاضی عیاض نے ببعضها کہہ کر عمدہ وخوب کہا کیونکہ انبیاء کو کلیتہً امور دنیا کی معرفت نہ ہونا ان کی اعلیٰ ذہانت اور عقل سلیم کے منافی ہے

امور الدنیا تضادھا - کی تشریح یوں کی

ای تخالفھا فالاشتغال بھا لا یلیق بعلومھم لان علمھم لا یعقد بہ لانھم انما یعلمون (ظاھراً من الحیاۃ الدنیا) ففیہ اشارۃ لبلادتھم وانھم انما یعلمون ظاھر زخار فھا الذین یتمتعون بہ دون باطنھا الذی یستعدون بہ للاخرۃ

یعنی وہ ان امور کے مخالف ہیں اور حضرات انبیاء کا ان میں مشغول ہونا ان کے علوم کے مناسب نہیں' اس لئے کہ اہل دنیا کا علم اس میں قابل اعتماد نہیں کہ وہ دنیا کے ظاہر کو ہی جانتے ہیں' اس میں ان کی بلادت و گھٹیا ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ دنیا کی زیب وچمک دیکھ کر اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اس کے باطن پر نظر نہیں رکھتے جس کی وجہ سے آخرت بنتی ہے

آگے فرماتے ہیں لفظ "مضادۃ" بتا رہا ہے اس سے مراد اس کی لذتیں' اس کے مناصب اور چوہدراہٹیں ہیں

بخلاف بیان امور المعاملات فانھا امور شریعۃ یلزم بیانھا

بخلاف بیان دنیاوی امور و معاملات وہ امور شرعیہ ہی ہیں لہٰذا ان کا بیان لازم ہے

اس کے بعد رقم طراز ہیں

واما امور الدنیا لبخسھا فلا یلزم العلم بھا لکنھم علیھم الصلاۃ والسلام کونھم اکمل الناس فطنۃ وعقلاً لایکثر عدم

بہرحال امور دنیا کا درجہ کم ہونے کی وجہ سے ان کا علم لازم نہیں لیکن حضرات انبیاء لوگوں میں سب سے زیادہ فطین اور عقل سلیم کے مالک ہوتے

علمهم بها وانما يكون ذلك من النادر	ہوتے ہیں لہذا انہیں کثیر امور دنیا کا عدم علم نہیں ہوسکتا بلکہ بہت کم قلیل ونادر امور میں ایسا ہوسکتا ہے

(نسیم الریاض-۵-۲۱۸)

حضرت ملا علی قاری 'مع عدم العلم بامور الدنيا بالكلية' کی شرح میں واضح کرتے ہیں

نعم قد يكون لهم عدم علم ببعضها لعدم التفاتهم اليها في الامور الجزئية	ہاں بعض اوقات انہیں بعض امور دنیا کا علم نہیں ہوتا کیونکہ امور جزئیہ میں ان کی توجہ نہیں ہوتی۔

(شرح الشفاء۲-۲۱۰)

بعض احناف کا رد

ایک سوال یہ کیا جاسکتا ہے کہ کچھ علمائے احناف نے باب الاجماع میں یہ لکھا ہے کہ دنیوی امور میں اجماع دلیل و حجت نہیں بنتا اور اس پر ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال کا مقام و شان اس اجماع سے کہیں بلند ہے جب وہ امور دنیا میں معتبر نہیں تو یہ اجماع کیسے معتبر ہوسکتا ہے

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ کچھ علماء احناف رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو دنیاوی امور میں معتبر نہیں مانتے۔

اس کے جواب میں ہماری گزارش یہ ہے کہ جب قرآن و سنت میں ایسی کوئی تفریق و تقسیم موجود نہیں جس کی تفصیل گزر چکی

لہٰذا اسے امت کا مؤقف کیسے قرار دیا جاسکتا ہے اسی لیے اہل علم نے اس کی تردید کی ہے

ا۔امام ابن ابی شریف مخالفین کی بات نقل کرکے فرماتے ہیں۔

انه ممنوع وقول الرسول ﷺ حجة في الامور الدنيوية وغيرها لانه بوحي او باجتهاد لا يقر على خطاء فيه مرا جعته ﷺ قبل استقرار اجتهاده والتلقيع من ربط السبب بالمسبب ولو شاء الله صلحت التمرة بدونه وهو اعتقادنا

یہ بات قابل سماعت نہیں، قول نبوی ﷺ ہر جگہ حجت ہے خواہ معاملہ امور دنیا کا ہو یا دیگر کا کیونکہ آپ ﷺ کا وہ نول وحی ہوگا یا اجتہاد جس کا خطا پر اقرار نہیں ہوسکتا تو آپ ﷺ نے جو بدر کے موقع پر رائے بدلی وہ فیصلہ سے پہلے کی بات ہے، اسی طرح کا معاملہ

و قوله انتم اعلم لاینا فیه (نسیم الریاض، ۶:۴۱)

پیوندکاری کا ہے یہاں سبب کا مسبب سے تعلق ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے بغیر پھل پیدا کرسکتا ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے تو فرمان نبوی ﷺ انتم اعلم اس کے ہرگز منافی نہیں۔

۲۔امام محب اللہ بہاری (ت، ۱۱۱۹) نے مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں بحر العلوم علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین (ت، ۱۲۲۵) نے جو کچھ اس مسئلہ پر لکھا، اسے پڑھیے اور پلے باندھ لیجیے۔ اجماع کہاں حجت ہے اور کہاں نہیں؟ لکھتے ہیں

و فی الامور الدنیویة کتدبیر الجیوش لعبدالجبار المعتزلی فیه قولان احدهما عدم جریان الاجماع فیه وهو قول بعض زعماً منهم انه لا یزید علی قول رسول الله ﷺ ولیس قوله حجة فی الامور الدنیویة مما قال انتم اعلم بامور دنیاکم وثانیهما مختار الجماهیر الاجماع فیها حجة ایضاً الی بقاء المصالح التی اجمعوا لاجلها وهو الحق لعموم الادلة ولیس هو الا کالوحی فی

امور دنیاوی مثلاً لشکروں کی تیاری کے بارے میں عبدالجبار معتزلی کے دو اقوال ہیں ایک یہ کہ ان میں اجماع معتبر نہیں اور یہ بعض کا قول ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اجماع کا درجہ رسول اللہ ﷺ کے قول سے بلند نہیں اور وہ امور دنیا میں حجت نہیں کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے انتم اعلم بامور دنیاکم ، دوسرا قول جو جمہور کا مختار ہے کہ اجماع ان میں بھی حجت ہے تا کہ وہ مصالح قائم رہیں جس کی وجہ سے اجماع ہوا اور یہی دلائل عموم کی وجہ سے حق ہے اور

الحجیة والوحی حجة فی الکل یہ دلیل وحجت ہونے میں وحی کی طرح ہے اور وحی تمام میں حجت ہے
(فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ۲:۴۰۳)

تو واضح ہو گیا کہ جمہور امت کا مختار موقف یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک امور دنیا میں بھی حجت کا درجہ رکھتا ہے۔

فصل

نبی کا اعلم (زیادہ علم والا) ہونا ضروری ہے
کسی دوسرے کو اعلم و عقل کہنا بے ادبی ہے
علماء دیو بند کا متفقہ فتوی

نبی کا اعلم (زیادہ علم والا) ہونا ضروری ہے

اہل علم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ نبی کا ہر معاملہ میں امت سے اعلم (زیادہ علم والا) ہونا ضروری ہے تا کہ حجت قائم ہو سکے۔ اہل عقائد نے تصریح کی ہے

النبی یجب ان یکون اعلم اہل زمانہ — نبی کا اہل زمانہ میں سب سے زیادہ علم والا ہونا ضروری ہے

سوال۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کے ہاں جانا بتاتا ہے کہ نبی کا اعلم ہونا ضروری نہیں؟

جواب۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی مرسل ہیں۔ شیخ جار اللہ زمخشری لکھتے ہیں

لا غضاضة بالنبی فی اخذ العلم من نبی مثله وانما یغض منه ان یأخذه ممن دونه (الکشاف-۲-۴۹۲) — نبی کے کسی دوسرے نبی سے علم حاصل کرنے میں کوئی عار نہیں ہاں اگر نبی اپنے سے کم درجہ سے علم حاصل کرے تو پھر ناپسندیدہ ہے

حضرت قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں

ولایکون الولی اعلم من النبی علیه السلام واما الانبیاء فیتفاضلون فی المعارف (الشفاء-۲-۱۴۳) — ولی کسی نبی سے زیادہ علم والا ہرگز نہیں ہو سکتا ہاں انبیاء علیہم السلام معارف کے لحاظ سے متفاوت و مختلف ہو سکتے ہیں۔

سوال۔ اگر اس ضابطہ کو عموم پر بھی رکھا جائے تو لازم آئے گا ایک دور میں دو نبی نہ ہوں حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ایک ہی دور میں ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے اعلم ہیں۔

جواب۔اس کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی (ت-۸۵۲) فرماتے ہیں

والحق المراد بکون النبی اعلم اھل زمانہ ای ممن ارسل الیہ ولم یکن موسیٰ مرسلاً الی الخضر

(فتح الباری-۱-۱۶۷)

اور حق یہ ہے نبی اپنے زمانے کے ان لوگوں سے افضل ہوتا ہے جن کی طرف اسے بھیجا جاتا ہے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام کی طرف بھیجے نہیں گئے تھے۔

یہی بات تفصیل کے ساتھ امام ابن الھمام نے لکھی ہے

(وقولھم) فی الشروط (اکمل اھل زمانہ ان حمل علی ظاھرہ) من العموم لجمیع اھل الزمان (استلزم) لذلک (عدم الجواز) ارسال (نبیین فی عصر واحد وھو منتف) (فیجب) فی تاویل اشتراطہ (ان المراد) کونہ اکمل اھل زمانہ (ممن لیس نبینا)

(المسامرہ مع المسایرہ-۲۲۷)

شرائط میں اہل علم کا قول کہ نبی اپنے اہل زمانہ سے اکمل ہوتا ہے اگر اسے ظاہر پر رکھیں اور مراد تمام اہل زمانہ ہوں تو لازم آئے گا کہ دو نبی ایک دور میں نہ آسکیں حالانکہ یہ بات درست نہیں تو یہ تاویل لازم ہے کہ تمام اہل زمانہ سے افضل ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ دوسرا نبی نہ ہو۔

حضرت قاضی عیاض نے لکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کہا تھا میں سب سے بڑا علم والا ہوں اس کی وجہ یہ تھی

لان حالہ فی النبوۃ والاصطفاء

اس لئے کہ ان کا نبی اور منتخب ہونا اس

يقتضى ذلك — کا تقاضا کرتا ہے

(الشفاء - ۲- ۱۴۲)

"يقتضى ذلك" کی ملا علی قاری نے یوں تشریح کی ہے

ای کونه اعلم الناس فی زمانه (شرح الشفاء-۲-۴-۲۵۴) — یعنی وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ علم والے ہیں

امام احمد خفاجی کے الفاظ ہیں

ای انما اختاره لانه اعلم عصره اذ لو لم یکن کذلک لم یختره لتبلیغ رسالته وسیاسة خلقه و رجوعهم الیه فی کل امورهم وهو کلیمه وامین وحیه ومثله لایکون دون غیره اومساویا له فی العلم (نسیم الریاض-۵-۳۳۱) — ان کو اس لئے منتخب فرمایا کہ وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو تبلیغ رسالت اور مخلوق کے انتظام وتدبیر کے لئے انہیں منتخب نہ کیا جاتا اور نہ مخلوق ان کی طرف تمام امور میں رجوع کرتی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم اور اس کی وحی کے امین ہیں علم میں تو ان کی مثل یا برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔

شیخ سعید حوی نے اس بات کو خوب کھول کر یوں کہا کہ لوگ مختلف شعبہ جات علوم میں ماہر ہوتے ہیں مثلاً کوئی دین کا عالم، کوئی اقتصادیات کا ماہر، کوئی طبیب، کوئی حکیم، کوئی سیاست دان، کوئی امور مملکت کا ماہر وغیرہ وغیرہ

وکل واحد من هؤلاء ینبغی ان تقام علیه الحجة لو اعترض من جانب اختصاصه فمالم یکن — تو ان تمام پر نبی کا حجت قائم کرنا ضروری ہے خواہ ان میں سے کوئی کسی فن کا کس قدر ماہر ہو اگر رسول اپنی

الرسول اعلم الخلق فی کل جانب من حیث صلة هذا الجانب برسالته لا یستطیع اقامة الحجة

رسالت کی وجہ سے ہر جہت کے اعتبار سے تمام سے زیادہ علم والا نہ ہوگا تو وہ حجت قائم بھی نہیں کر سکے گا۔

(الرسول-۱-۱۱۶)

الغرض نبی کا امت سے اعلم (علم میں زیادہ) ہونا ضروری ہے

کسی دوسرے کو اعلم و اعقل کہنا بے ادبی ہے

بلکہ اہل علم نے یہاں تک اس حقیقت (نبی تمام امت سے اعلم ہوتا ہے) کو آشکار کیا کہ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ امتی نبی سے زیادہ علم رکھتا ہے یا وہ نبی سے زیادہ صاحب عقل ہے تو وہ بے ادبی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ قاضی عیاض مالکی کے الفاظ "من سبّ النبی ﷺ" (جس نے کسی نبی کو گالی دی یا عیب لگایا) کے تحت امام احمد خفاجی سب اور عیب میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں عیب، سب سے عام ہے

فان من قال فلان اعلم منه ﷺ فقد عابه وتنقصه ولم نسبیه

یقیناً جس نے کہاں فلان نبی ﷺ سے زیادہ علم والا ہے اس نے عیب اور نقص بیان کیا اور گالی نہیں یہ کہنا۔

(نسیم الریاض -٦- ١٤٦)

آگے چل کر "اوعابه او تنقصه" (کسی نے نبی کا عیب یا نقص بیان کیا) کے تحت لکھا

ای نسب له نقصاً وان لم یکن شتما کقوله غیر اعلم

یعنی اس نے نقص منسوب کیا اگرچہ یہ گالی نہیں جیسے کہ اس کا قول زیادہ علم

منه او اعقل | والا ہے اس سے یا زیادہ عقل والا

(ایضاً-۱۵۳)

علماء دیوبند کا متفقہ فتویٰ

علماء دیوبند کا متفقہ فتویٰ بھی ملاحظہ کر لیجئے

وانا جاز مون ان من قال ان فلاناً اعلم من النبی ﷺ فهو کافر کما صرح به غیر واحد من علماء نا الکرام	ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے بیشتر علماء کر چکے ہیں

(عقائد علماء دیوبند-۲۴۲)

فصل

ہر علم بذاتہ ناپاک نہیں

ہر علم کا بذاتہ پاک ہونا

اہم مثال

امت مسلمہ اور علوم

آج کا مسئلہ

اہل علم کی تصریحات

ہر علم بذاتہ ناپاک نہیں

حضور ﷺ کے دنیاوی امور جاننے کے مخالفین کے دلائل میں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کچھ علوم ناپاک ہیں مثلاً علم نجوم، علم فلسفہ، علم شعبدہ، رمل، جادو اور کہانت وغیرہ لہٰذا ان کا حضور ﷺ کے لئے ثابت کرنا درست نہیں۔ مولانا صفدر متعدد حوالہ جات دینے کے بعد لکھتے ہیں۔

> ''الحاصل اس سابق بحث کو پیش نظر رکھنے سے یہ بات بالکل آشکار ہوگئی ہے کہ جادو، علم نجوم، رمل، کہانت، طلسم، شعبدہ بازی، علم طبیعات، فلسفہ، موسیقی اور حضرت آدم علیہ السلام تک تفصیل کے ساتھ نسب نامہ وغیرہ تمام غیر مفید وغیر نافع علوم ہیں اور یہی کچھ شریعت کی روح سے حاصل ہوا ہے اور جادو وغیرہ کا سیکھنا اور سکھانا تو جمہور اہل اسلام کے نزدیک حرام ہے۔''
>
> (ازالۃ الریب۔۴۲۰)

ہر علم کا بذاتہ پاک ہونا

پہلے تو ہر آدمی پر یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ کوئی بھی علم اپنی ذات کے اعتبار سے ناپاک نہیں ہوتا بلکہ وہ پاک، شریف اور اعلیٰ ہی ہوتا ہے، جیسے ناپاک کی تخلیق برائی نہیں بلکہ اس کا کسب برا ہوتا ہے۔ اس پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ کلام الٰہی میں مطلقاً علم کی مدح وتعریف میں سینکڑوں آیات موجود ہیں۔ البتہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ علم دین کو دیگر علوم پر فضیلت وشرافت حاصل ہے۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ فقط دین کا علم ہی درست اور باقی سارے علوم ناپاک ہیں۔ یہ رائے

سراسر غلط بلکہ امت مسلمہ کے مستقبل کو تاریک کر دینے والی ہے۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تمام علوم کو سیکھا جائے اور ان کے ذریعے بہتر سے بہتر انداز میں اسلام کی خدمت کی جائے۔

اہم مثال

اس کی مثال ہمیں یوں سمجھ لینی چاہیے کہ ٹی وی کی ذات بری نہیں ہاں اس کا غلط استعمال برا ہے۔ اگر اس کو نیکی کی اشاعت کا ذریعہ بنالیا جائے تو معاشرے میں کس قدر تبدیلی آ سکتی ہے۔ ہاں اگر اس کا استعمال غلط ہو تو اس کے استعمال کو برا کہا جائے۔ بلکہ بری نیت سے کئے جانے والے اچھے کام بھی غیر مقبول اور مسترد اور وبال کا سبب بن جاتے ہیں۔

تو اس طرح کوئی بھی علم ذات کے اعتبار سے غلط اور برا نہیں۔ اس کا استعمال اسے صحیح اور غلط بناتا ہے۔ اگر آدمی علم دین سیکھ کر غلط فتوے جاری کرے، لوگوں کی خوشامد کے لئے اسے استعمال کرے، حصول دنیا کا ذریعہ بنائے تو کیا یہ برائی نہیں۔ یقیناً وبلاشبہ برائی ہے اس سے منع کرتے ہوئے فرمان الٰہی ہے

ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا — میری آیات کو ثمن قلیل (دنیا) کے عوض نہ بیچو (البقرہ۔ ۴۱)

تو کیا علماء سو کے اس غلط کردار کی وجہ سے علم دین بھی برا اور بد قرار دیا جائے گا۔ ایسی بات تو کوئی صاحب فہم وشعور نہیں کر سکتا۔

لہذا ہمیں کھلے ذہن کے ساتھ ماننا چاہیے کہ ہر علم اپنی ذات کے حوالہ سے پاک ہے اور اس کا سیکھنا جائز ہے البتہ اس کا استعمال شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

امت مسلمہ اور علوم

یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ نے حسب ضرورت ہر دور میں تمام علوم سیکھے اور ان میں ایسی ترقی دکھائی جو دوسرے تصور بھی نہیں کر سکتے - اس سے کس کو انکار ہے کہ وہ فلسفہ یونانی جو اسلامی اقدار کے منافی تھا اسے اہل علم نے سیکھا مثلاً امام رازی، امام غزالی اور ابن رشد ان علوم کے بھی ماہر تھے - ان کا سیکھنے سے مقصد یہ تھا کہ ہم یہ علم حاصل کر کے اس کے اصولوں کی تردید کریں اور ثابت کریں کہ اسلام نے جو ضابطے دیے وہ عقلی طور پر بھی ان سے فوقیت رکھتے ہیں - اگر وہ یہ سمجھتے ہوئے نہ سیکھتے کہ ان میں کفر ہے تو وہ اس کی تردید کیسے کرتے -؟

آج کا مسئلہ

آج کا ہمارا مسئلہ بھی یہی ہے کہ امریکہ اور یورپ کے مفکرین اسلامی فلسفہ کی تردید کرتے ہیں مگر مسلمانوں کا کوئی ادارہ ایسا نہیں جو مغربی فلسفہ کا پوسٹ مارٹم کرے - کاش ہم اس جگہ سے نکل پائیں کہ فلاں علم سیکھنا ہے اور فلاں نہیں سیکھنا، جس علم کی ضرورت ہے اسے ہم سیکھیں اور اسے اسلام کے اصولوں کے تحت استعمال کریں تو بہتر رزلٹ آ سکتے ہیں -

اہل علم کی تصریحات

یہاں ہم مسلم اہل علم کی چند تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں جن میں انہوں نے واضح کر دیا ہے کہ ہر علم اپنی ذات کے اعتبار سے ہر گز ناپاک نہیں -
امام فخر الدین رازی (ت-۶۰۶) نے اس حقیقت کو نہایت ہی اعلیٰ انداز و دلائل کے ساتھ واضح کرتے ہوئے لکھا ہے -

ان العلم بالسحر غير قبيح ولا محظور اتفق المحققون على ذلك لان العلم لذاته شريف وايضاً لعموم قوله تعالىٰ "هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون"

علم جادو نہ برا ہے اور نہ اس کا سیکھنا ممنوع ہے۔ اہل تحقیق کا اس پر اتفاق ہے کیونکہ ہر علم اپنی ذات میں درست ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں عموم ہے "کیا علم والے اور نہ علم والے برابر ہو سکتے ہیں"

تعلیم جادو کے حوالہ سے دوسری دلیل یوں دی

لان السحر لو لم يكن يعلم لما امكن الفرق بينه وبين المعجز والعلم بكون المعجز معجزاً واجب وما يتوقف الواجب عليه فهو واجب فهذا يقتضى ان يكون تحصيل العلم بالسحر واجباً وما يكون واجباً كيف يكون حراماً وقبيحاً

اگر جادو کا علم کسی کو ہوگا ہی نہیں تو جادو اور معجزہ میں فرق ممکن نہیں رہے گا حالانکہ علم معجزہ لازم ہے۔ اور جس پر کوئی واجب و لازم موقوف ہو وہ بھی لازم ہو جاتا ہے۔ تو یوں اس کا تقاضا ہے کہ جادو سیکھنا لازم ہے اور جو لازم ہو اسے حرام و قبیح کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

(مفاتیح الغیب، ۳، ۶۲۶)

چند نتائج

امام رازی کی گفتگو سے چند نتائج از خود سامنے آ رہے ہیں۔

۱۔ تمام اہل تحقیق کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر علم اچھا و اعلیٰ ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے علی الاطلاق ہر علم کی مدح و تعریف کی ہے۔

۳۔ معجزہ اور جادو میں فرق کے لئے جادو کا سیکھنا لازم ہے۔

اب مخالفین بتائیں جب امت کے تمام اہل علم وتحقیق متفقہ طور پر ہر علم کو اچھا کہہ رہے ہیں تو آپ کیوں دوسری راہ پر ہیں بلکہ کبھی غور کریں جب ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ دنیاوی امور کے ماہر نہیں تو مذہبی طبقہ اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا- یہی وجہ ہے کہ علماء کی حکمرانی نہیں رہی، کیا اسی وجہ سے امت کہیں پیچھے تو نہیں رہ گئی؟ آج امت نے دین کو محض پوجا پاٹ کا مذہب بنالیا ہے اور دنیا میں کفار غالب آتے جا رہے ہیں-

۲- علامہ محمود آلوسی نے اس پر بحث کرتے ہوئے کہ جادو کا سیکھنا مباح ہے یا حرام، امام رازی کا حوالہ دیا اور لکھا

والحق عندی الحرمة تبعاً للجمهور الا لداع شرعی

میرے نزدیک حق یہی ہے کہ اس کا سیکھنا حرام ہے اور یہی جمہور کی رائے ہے البتہ اگر کوئی شرعی طور پر ضرورت پڑ جائے تو سیکھنا جائز ہوگا-

چونکہ امام رازی نے جواز کا فرمایا تھا تو ان کا جواب دیتے ہوئے لکھا

اولاً فلانا لا ندعی انه قبیح لذاته وانما قبحه باعتبار ما یترتب علیه فتحریمه من باب سد الذرائع وکم من امر حرم لذلک

(روح المعانی-۱-۳۳۹)

اولاً بات یہ ہے کہ ہم بھی اسے ذات کے اعتبار سے قبیح و برا تصور نہیں کرتے- اس کی قباحت اس پر مترتب ثمرات کی وجہ سے ہے تو اس کا حرام ہونا سد ذرائع کی بنا پر ہے اور بہت سے امور اسی وجہ سے حرام ہوتے ہیں-

انہوں نے بھی واضح طور پر فرمایا کہ جادو کا علم اپنی ذات کے اعتبار سے ہرگز قبیح نہیں

ہاں اس کا استعمال قبیح ہو سکتا ہے۔

۳۔ شیخ جار اللہ زمخشری (ت۔۵۲۸) وما انزل علی الملکین کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر جادو اتارا تاکہ لوگوں کو اس کے ذریعے آزمائے۔

من تعلمه منهم وعمل به كان كافراً ومن تجنبه او تعلمه لا يعمل به ولكن ليتوقاه ولئلا يغتر به كان مؤمنا، عرفت الشر لا للشر لكن لتوقه (الکشاف۔۱۔۱۷۲)	جو ان ملائکہ سے جادو سیکھ کر اس پر عمل کرے گا وہ کافر اور جس نے نہ سیکھا یا سیکھا مگر عمل نہ کیا فقط اپنے کو اس سے بچانے کے لئے سیکھا تاکہ اس کی وجہ سے دھوکہ سے بچ جاؤں تو وہ مومن ہے۔ شر کو شر سے بچنے کے لئے سیکھنا درست ہے۔

۴۔ امام ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی (ت۔۷۵۴) جادو کی اقسام اور احکام بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں اگر کوئی اسے غیر اللہ مثلاً شیاطین، کواکب اور باطل معبود کے لئے سیکھتا ہے تو بالاجماع کفر ہے۔ ایسا سیکھنا بھی حرام اور اس پر عمل بھی حرام، اس طرح کوئی کسی کو قتل یا دو آدمیوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لئے سیکھتا ہے تو یہ بھی حرام ہے۔ تو اصول یہ ٹھہرا

وان قصد بتعليمه العمل به والتموية على الناس فلا ينبغي تعلمه لانه من باب الباطل وان قصد بذلک معرفته لئلا تتم عليه فخايل السحرة وخدعهم فلا باس بتعلمه (البحر المحیط۔۱۔۴۹۷)	اگر جادو سے مقصود اس پر عمل کرنا اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہو تو پھر اس کا سیکھنا باطل و غلط ہے اور اگر مقصد سیکھنے سے یہ ہے تاکہ جادوگروں کا داؤ و فریب اس پر نہ چل سکے تو پھر اس کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۵- حافظ ابن حجر ہیتمی (ت-۹۷۴) امام رازی اور دیگر اہل علم کی آراء میں موافقت دیتے ہوئے رقم طراز ہیں

فما عنده الان من علم السحر	اگر کسی کے پاس جادو کا علم ایسا ہے
الذی لا کفر فیه هل هو قبیح	جس میں کفر نہیں کیا یہ بھی ذات کے
فی ذاته وظاهر انه لیس قبیحاً	اعتبار سے برا ہوگا؟ تو ظاہر یہی ہے کہ
لذاته وانما قبحه لما یترتب	یہ ذات میں برا نہیں ہاں اپنے اوپر
علیه (الزواجر-۲-۱۴۲)	مترتب اثر کی وجہ سے بد ہوگا-

اس پر عمل کفر ہے نہ کہ علم

اسی لئے اہل علم نے ہر جگہ یہ تصریح کی ہے کہ اس کا علم اور اس کا ماہر ہونا کفر نہیں- ہاں اس کا عمل کفر ہے- چند تصریحات درج ذیل ہیں

۱- امام علاء الدین علی بن محمد الخازن (ت-۷۲۵) سحر کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں-

مذهب اهل السنة ان له وجودا	اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جادو کا
وحقیقة والعمل به کفر	وجود اور حقیقت ہے ہاں اس پر عمل کفر
(لباب التاویل-۱-۷۲)	ہے-

علامہ سید محمود آلوسی (ت-۱۲۷۰) لکھتے ہیں

وقد شاع ان العمل به کفر	مشہور ہے کہ اس پر عمل کفر ہے-

بلکہ امام ابو منصور ماتریدی سے نقل کرتے ہیں اس کے عمل کو مطلقاً کفر کہنا بھی درست نہیں-

ان الشیخ ابا منصور ذهب الی	امام ابو منصور نے فرمایا ہے مطلقاً ہر
ان القول بان السحر کفر علی	حال میں جادو کو کفر کہنا غلط ہے بلکہ ہر
الاطلاق خطأ بل یجب البحث	جگہ اس کی حقیقت کا جاننا و تحقیق کرنا

عن حقیقته فان فی ذلک ودما لزم من شرط الایمان فھو کفر الا فلا (روح المعانی-۱-۳۳۹)

ضروری ہے اگر اس میں ایسی چیز کا رد ہے جس پر ایمان لازم ہے تو کفر ہوگا ورنہ کفر نہ ہوگا۔

شاہ عبدالعزیز حنفی محدث دہلوی کی اہم گفتگو

اس مقام پر ہم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ت-۱۲۳۹) کی تفصیلی گفتگو نقل کررہے ہیں جو اس مسئلہ کو حل کر دیتی ہے۔ ارشاد الٰہی "ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم" کی تفسیر میں لکھتے ہیں ہر عاقل پر لازم ہے جو چیز نقصان دہ ہو اور اس میں کوئی نفع نہ ہو اس سے احتراز کرے اس کے بعد عنوان قائم کیا

علم بنفسہ مذموم نیست ہر چونکہ باشد (کوئی علم ذات کے اعتبار سے مذموم و غلط نہیں اگرچہ کوئی ہو)

اس کے تحت رقم طراز ہیں

درینجا باید دانست کہ علم فی نفسہ مذموم نیست ہر چونکہ باشد بس علم مذموم نمیشود در حق عباد مگر یکے از سہ جہت (فتح العزیز،۱-۳۳)

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ کوئی علم ذات کے اعتبار سے بندوں کے حق میں غلط نہیں ہوتا مگر تین میں ایک سبب سے

امام غزالی کا اعلان

پیچھے آپ نے رازی، آلوسی، اندلسی، زمخشری، ھیتمی اور دیگر اہل علم کی آراء کا مطالعہ کیا- یہاں امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی (ت-۵۰۵) کا اعلان بھی سماعت کر

لیں۔ کیونکہ مخالفین نے علوم کے مذموم و ناپاک ہونے پر ان کی عبارات بھی پیش کی ہیں۔ لیکن افسوس امام موصوف کے یہ الفاظ اور اعلان ان کی نظر سے اوجھل رہا۔ کاش ہم ہر جگہ اپنی قبر و آخرت کو سامنے رکھ کر بات کیا کریں کیونکہ وہاں حقائق کھل کر سامنے آ جائیں گے اور فرمان ہوگا

اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم حسیبا (الاسراء-۱۴)	اپنے اعمال نامہ کو پڑھ لے آج حساب کے حوالہ سے تیرے لئے وہی کافی ہے۔

امام غزالی علم کی تعریف و تقسیم کے باب ثالث میں فرماتے ہیں

فاعلم ان العلم لا یذم بعینه وانما یذم فی حق العباد لاحد اسباب ثلاثة الاول ان یکون مودیاً الی ضرر ما اما لصاحبه او لغیره کما یذم علم السحر	اچھی طرح واضح رہے کہ کوئی بھی علم ذات کے اعتبار سے برا نہیں ہوتا۔ یہ تین میں سے ایک سبب کی وجہ سے، بندوں کے حق میں برا بن جاتا ہے۔ ایک یہ وہ نقصان پہنچانے کے لئے ہو خواہ اپنے لئے نقصان ہو یا کسی دوسرے کے لئے جیسے علم جادو

علامہ محمد مرتضی زبیدی (ت- ۱۲۰۵) نے ان الفاظ میں اس کی شرح کی ہے۔

فاعلم ان العلم من حیث هو هو لا یذم بعینه ای من حیث کونه علماً وانما یذم لوجه اخر فی حق العباد لاحد اسباب ثلاثة الاول ان یکون مؤدیاً الی ضرر	یاد رہے کوئی علم بحیثیت علم، ذات کے اعتبار سے برا نہیں ہوتا، اس کی برائی بندوں کے لئے کسی اور وجہ سے ہو سکتی ہے اور وہ تین میں سے ایک ہو سکتی ہے پہلی یہ کہ اس سے ضرر ہو خواہ وہ کسی

ای نوع من انواع الضرر اما بصاحبه وهو الحامل له واما بغيره فكما ان الضرر مذموم مطلقاً فكذلك ما يتادیٰ لسببه فانما جاء ذمه من هذا الوجه كما يذم علم السحر والطلسمات

بھی قسم کا ہو، وہ صاحب جادو کو ہو یا کسی دوسرے کو، جس طرح ضرر ہر حال میں مذموم ہے اسی طرح جس سے ضرر پہنچتا ہو وہ بھی مذموم ہے، تو اس علم کی برائی اس وجہ سے ہے جیسے جادو اور طلسمات کے علم کو مذموم قرار دیا جاتا ہے-

(اتحاف السادة المتقین، ۱-۲۱۶)

جادو کی تعریف واقسام ذکر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں

وتعلمه ان لم يكن لذب السحرة عند نشره حرام عند الاكثر وعلى ذلك يحمل قول الامام الرازی فی تفسيره اتفق المحققون على ان العلم بالسحر ليس بقبيح ولا محذور لان العلم شريف

جادو کا سیکھنا، اکثر کے نزدیک حرام ہے بشرطیکہ جادو کے دفاع کے لئے نہ سیکھا ہو- امام رازی کے قول کا یہی معنی ہے کہ تمام محققین کا اتفاق ہے کہ جادو کا علم بذاتہ برا نہیں ہوتا کیونکہ ہر علم اعلیٰ ہی ہوتا ہے-

(ایضاً-۲۱۹)

امام غزالی آگے اس کا طریقہ اور نقصانات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

ومعرفة هذه الاسباب من حيث انها معرفة ليت مذمومة ولكنها

ان اسباب کی معرفت باعتبار ذات مذموم نہیں لیکن اس میں اضرار خلق کی

ليست تصلح الا للاضرار بالخلق والوسيلة الى الشر شر فكان ذالك هو السبب في كونه علماً مذموماً

صلاحیت ہوتی ہے شر کا وسیلہ بھی شر ہوتا ہے تو اس وجہ سے یہ علم مذموم وبد ہے، ورنہ نہیں۔

(احیاء علوم الدین، ۱۔۴۱)

حضرت ملا علی قاری (ت۔۱۰۱۴) جادو کے بارے میں لکھتے ہیں جادو اور نظر لگنا ہمارے نزدیک حق ہیں البتہ معتزلہ اسے تسلیم نہیں کرتے آگے آیات واحادیث کا تذکرہ کیا اور لکھا ایک روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

إن السحر حق

جادو حق ہے

اس کے بعد کہتے ہیں ہمارے اہل سنت کے کچھ لوگوں نے جادو کفر قرار دیا لیکن اس میں تاویل ضروری ہے۔

قد قال الشيخ ابو منصور الماتريدي القول بان السحر كفر على الاطلاق خطاء بل يجب البحث عنه فان كان في ذالك رما لزمه في شرط الايمان فهو كفر والا فلا (منح الروض الازہر۔۴۰۹)

امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ ہر جادو کو کفر قرار دینا غلط ہے بلکہ یہ تحقیق ضروری ہے کہ اگر اس سے ایسی چیز کی تردید ہوتی ہو جو ایمان کا جز ہے تو پھر کفر ہوگا ورنہ نہیں۔

فصل

ایک اہم اصول
قلیل کالمعدوم
ایک واضح مثال
نادر الوقوع کی حکمت
اصول سامنے رکھیں

ایک اہم اصول-قلیل کالمعدوم

یہاں ایک اہم اصول وضابطہ کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے' ہوسکتا ہے اس سے ہمارا نزاع واختلاف ختم ہو سکے- تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ قلیل کالمعدوم ہوتا ہے اور حکم کل' اکثر واغلب کے لئے ہوتا ہے-

یعنی شاذ و نادر اور قلیل کا اعتبار ہی نہیں کیا جاتا بلکہ اسے معدوم ہی تصور کیا جاتا ہے-

چند اہل علم کی تصریحات ملاحظہ کیجئے-

۱- امام شمس الدین ذہبی (ت-۷۴۸) لکھتے ہیں-

الحکم للغلبة لا للصورة النادرة — حکم غالب کے لئے ہوتا ہے نہ کہ نادر کے لئے-

(تذکرة الحفاظ-۳-۱۱۸۱)

۲- امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت-۱۰۶۹) نادر کا معنی وحکم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

والنادر ما قل وقوعه ولا حکم له — نادر' جس کا وجود بہت کم ہو اور اس کے لئے حکم نہیں ہوتا

(نسیم الریاض-۶-۹۵)

دوسرے مقام پر اس کی تفصیل کرتے ہوئے کہ شیطان اہل ایمان پر برائے اذیت تسلط کرسکتا ہے یا نہیں؟ لکھتے ہیں

لا یخفیٰ انه فی حق الانبیاء محقق و فی غیرهم اغلبی والنادر لا حکم له — واضح رہے حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں یہ بات یقینی ہے اور ان کے علاوہ دیگر میں اکثریتی ہے اور نادر کے لئے کوئی حکم ہی نہیں

(ایضاً-۵-۲۳۱)

۳- شیخ محمد سلیمان اشقر' صغائر از حضرات انبیاء علیہم السلام کے قائلین کے

بارے میں لکھتے ہیں۔

ان من اجاز ذلک اجازہ علی سبیل الندرۃ والنادر لا یلغی القانون العام الذی ثبت بالادلۃ (افعال النبی ﷺ-۱-۲۰۵)

جن لوگوں نے ان کا صدور جائز مانا وہ بھی بطور نادر ہی مانتے ہیں اور نادر سے وہ قانون عام ختم ولغو نہیں ہوتا جو دلائل سے ثابت ہے۔

۴۔ شیخ اشرف علی تھانوی اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہ ''حکم واقعات اکثر پر عائد ہوتا ہے شذوذ کا اعتبار نہیں'' لکھتے ہیں۔

''حکم واقعات اکثر پر لگایا جاتا ہے اور جو بات شاذ و نادر ہوا کرتی ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔''

(افاضات-۱۰-۱۵۶)

ایک واضح مثال

یہاں ہم حضور ﷺ کے حوالہ سے ایک مثال سامنے لاتے ہیں جس سے ہمارا مدعا نہایت ہی آشکار ہو جاتا ہے

احادیث میں آیا ہے آپ ﷺ نے اپنی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا

تنام عینای ولا ینام قلبی

میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل بیدار رہتا ہے

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی سراپا وحی ہوتا ہے اس میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اسی طرح گہری نیند سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن ایک سفر کے دوران آپ ﷺ نماز فجر سے پہلے آرام فرما ہوئے اور طلوع آفتاب پر بیدار ہوئے نماز قضا ہو گئی۔

سوال ہوا کہ اگر دل اقدس بیدار رہتا تو ایسا کیوں ہوا؟ اس کے جواب میں محدثین نے جو لکھا اس میں یہ بھی ہے کہ نادراً حکمت کے تحت ایسا ہوا لہذا اس کا کوئی اعتبار

نہیں کیا جائے گا۔

قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) لکھتے ہیں

ان المراد بان هذا حكم قلبه عند نومه وغيبته فی غالب الاوقات قد يندر منه غير ذلک (الشفاء-۲-۴۹۵)

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے دل اقدس کا یہ حکم آپ کے سونے اور اکثر اوقات میں ہے اور کبھی نادراً اس کے خلاف ہوا

اس کی شرح میں ملا علی قاری (ت-۱۰۱۴) نے لکھا

الحاصل ان عليه الصلاة والسلام على ما قيل كان له حالان فی المنام احدهما انه كان تنام عينه ولا ينام قلبه وذلک فی غالب اوقاته وثانيهما وهو ان ينام قلبه ايضاً وهو نادر فصارف هذا الموضع حاله الثانی

(شرح الشفاء-۲-۲۷۶)

حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نیند کی دو حالتیں ہیں ایک جو اکثر اوقات تھی کہ آپ ﷺ کی آنکھیں سوتیں اور دل اقدس بیدار رہتا اور دوسری یہ کہ آپ ﷺ کا دل اقدس بھی سوتا اور یہ بہت قلیل ہے اس واقعہ کا تعلق دوسری حالت سے ہے۔

امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت-۱۰۶۹) نے پہلے لفظ ندرت کی تشریح کی اگر چہ اس کا معنی قلت ہے مگر

الندرة اخص من القلة لانها القلة المفرطة جداً

ندرت، قلت سے بھی خاص ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ قلت ہوتی ہے۔

اس کے بعد لکھا

لکنه لا حکم له لندرته — آپ سے جو نادراً صادر ہوا اس کا کوئی حکم نہیں

(نسیم الریاض-۴-۱۶۵)

الغرض ہم نادر کا اعتبار نہیں کریں گے اور حضور ﷺ کے بارے میں یہی کہیں گے کہ آپ ﷺ کا دل اقدس بیدار رہتا تھا۔

نادراً وقوع کی حکمت

بلکہ اس نادراً وقوع کی بھی متعدد حکمتیں تھیں یہ محض اتفاق نہیں۔ قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) اس کی حکمت ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں

لکن مثل هذا انما یکون منه لامر یریده الله من اثبات حکم و تأسیس سنة واظهار شرع کما قال ﷺ فی الحدیث الاخر لو شاء الله لا یقظنا ولکن اراد ان یکون لمن بعد کم

لیکن آپ ﷺ سے اس طرح کے معاملہ کے صدور سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ کسی حکم کا اثبات، نیا طریقہ اور اظہار قانون شریعت ہوتا ہے۔ جیسے دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ہمیں بیدار کر دیتا لیکن وہ بعد والوں کے لئے اس مسئلہ کا حل چاہتا ہے۔

اس کی شرح کرتے ہوئے امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت-۱۰۶۹) رقم طراز ہیں

وهذه حکمة ان الله قوی النوم علیه ﷺ ونام قلبه علی خلاف عادته لتظهر هذه السنة البدیعة

(نسیم الریاض-۵-۳۷۴)

یہ حکمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نیند غالب کر دی اور خلاف معمول آپ ﷺ کا دل اقدس سو گیا تاکہ یہ اعلیٰ سنت وطریقہ سامنے آ جائے

اصول سامنے رکھیں

یہی اصول ہم اگر سامنے رکھ لیں تو معاملہ حل ہو جاتا ہے۔قرآن وسنت کے دلائل ہی واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو کلی اور تفصیلی علم عطا فرمایا ہے البتہ وہ محدود ہے نہ محیط ہے اور نہ غیر محدود' یہ قرآنی نصوص اس کی تائید کرتی ہیں

۱۔ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی — اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے

(النمل۔۸۹)

۲۔ وتفصیل کل شئی — اور ہر چیز کا بیان ہے

(یوسف۔۱۱)

۳۔ وعلمک ما لم تکن تعلم — اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے۔

(النساء۔۱۱۳)

اسی طرح احادیث صحیحہ میں ہے

فعلمت ما فی السموات والارض — میں نے زمین اور آسمان میں جو کچھ تھا جان لیا

فتجلی لی کل شئی و عرفت — اور ہر چیز میرے لئے واضح ہو گئی اور میں نے پہچان لیا

لفظ کل اور ما سے بڑھ کر عموم پر کون دال ہو سکتا ہے۔لہذا ہمیں مان لینا چاہیے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کل اشیاء کا علم عطا فرمایا ہے خواہ وہ دینی ہیں یا دنیاوی۔ اگر کوئی واقعہ حکمت کے تحت نادراً اس کے خلاف ملتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا۔

فصل

واقعات چار ہیں

کاشتکاروں کا پہلا گروہ

کاشتکاروں کا دوسرا گروہ

کاشتکاروں کا تیسرا گروہ

کاشتکاروں کا چوتھا گروہ

لا تؤاخذونی بالظن کا صحیح مفہوم

واقعات چار ہیں نہ کہ ایک (یہ ہر جگہ کیوں نہ فرمایا)

مسئلہ تابیر نخل کے حوالہ سے یہ واضح کرنا نہایت ضروری ہے کہ یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ احادیث میں یہ واقعات چار ہیں یعنی یہ معاملہ چار قسم کے کاشتکاروں کے ساتھ مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر پیش آیا اور ہر موقعہ پر آپ ﷺ نے "انتم اعلم بامور دنیا کم" نہیں فرمایا بلکہ مختلف مواقع پر مختلف احکام جاری فرمائے۔ یہ بات صرف ایک موقعہ پر کہی ہے نہ کہ چار مواقع پر۔ آیئے ان کی تفصیل سامنے لے آتے ہیں۔

کاشتکاروں کا پہلا گروہ

پہلا گروہ ان کاشتکاروں کا ہے جنہیں براہ راست رسول اللہ ﷺ نے عمل تابیر نخل سے منع نہیں کیا ہاں انہیں آپ ﷺ کے مقدس فرمان کی اطلاع ملی تو انہوں نے فی الفور یہ عمل ترک کر دیا۔

ہوا یوں کہ آپ ﷺ کا ایسے لوگوں سے گزر ہوا جو کھجور کے درختوں کی پیوندکاری میں مصروف تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ ساتھیوں نے عرض کیا یہ پیوند لگا رہے ہیں آپ نے فرمایا

ما اظن ذلک یغنی شیأ — میں اسے مفید خیال نہیں کرتا

یہ بات ان کاشتکاروں تک پہنچی تو انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا، جب آپ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے پیغام بھیجا، وہ ماہرین ہیں اگر وہ اس عمل میں نفع محسوس کرتے ہیں تو اس عمل کو وہ جاری رکھیں۔

متن احادیث کی دلالت

اس پر یہ تین روایات دال و شاہد ہیں

حدیث اول

امام مسلم نے حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو کھجوروں کی پیوند کاری میں مصروف تھے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ عرض کیا یہ نر و مادہ کو ملا کر پیوند کاری کر رہے ہیں تو فرمایا

ما اظن یغنی ذلک شیاً میں اسے مفید خیال نہیں کرتا۔

صحابی کہتے ہیں ان لوگوں کو اس بات کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ عمل ان کے لئے نفع مند ہے تو اسے جاری رکھیں۔

انما ظننت ظناً فلا تؤاخذونی	میرا یہ خیال تھا تم میرے ظن کو نہ لو لیکن
بالظن ولکن اذا احدثتکم عن	جب میں اللہ تعالیٰ سے کوئی شے بیان
اللہ شیاً فخذوا بہ فانی لن	کروں تو اسے لے لو کیونکہ اللہ تعالیٰ
اکذب علی اللہ عزوجل	کے حوالہ سے میں ہرگز کذب بیانی
(مسلم، باب وجوب امتثال ما قالہ شرعاً)	نہیں کرتا۔

دوسری حدیث

مسند احمد میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر پیوند لگانے والوں پر ہوا تو پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ عرض کیا یہ پیوند کاری میں مصروف ہیں، فرمایا

ما اظن یغنی شیاً میں اسے مفید خیال نہیں کرتا

انہیں اس کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا جب رسول اللہ ﷺ سے

یہ عرض کیا گیا تو فرمایا اگر یہ نفع مند ہے تو وہ جاری رکھتے

انما ظننت ظنا فلا تواخذونی بالظن ولکن اذا اخبرتکم عن اللہ عزوجل بشئی فخذوہ فانی لن اکذب علی اللہ شیاً (مسند احمد،)

میرا یہ ظن تھا تو ظن لیکن جب میں اللہ تعالیٰ سے خبر دوں تو اسے لے لو کیونکہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے کذب کا صدور نہیں ہوسکتا۔

تیسری حدیث

سنن ابن ماجہ میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گلستاں سے گزرے، کچھ لوگوں کو آپ ﷺ نے پیوندکاری کرتے ہوئے دیکھا، فرمایا یہ کیا کر رہے ہیں؟ عرض کیا یہ پیوندکاری کے عمل میں مصروف ہیں، فرمایا

ما اظن ذلک یغنی شیاً

میں اسے مفید خیال نہیں کرتا

انہیں جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فی الفور یہ عمل ترک کر دیا جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو فرمایا

ما ھو الظن ان کان یغنی شیأ فاصنعوہ فانما انا بشر مثلکم وان الظن یخطئ ویصیب ولکن ما قلت لکم قال اللہ فلن اکذب علی اللہ (سنن بن ماجہ، ۲۴۷)

یہ ظن ہے اگر یہ کچھ مفید ہے تو اس پر عمل جاری رکھیں، میں تمہاری طرح بشر ہوں، ظن خطا و صواب ہوسکتا ہے لیکن جس میں تمہیں یہ کہہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا تو میں اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے کذب بیانی نہیں کرسکتا۔

یہ احادیث نشاندہی کر رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جماعت صحابہ کے ساتھ گزرے اور آپ ﷺ نے خود لوگوں کو پیوندکاری کا عمل کرتے دیکھا اور ان کے عمل کے

بارے میں پوچھا تو ایک شخص نے نہیں پوری جماعت نے بتایا کیونکہ جب آپ ﷺ نے فرمایا

ما یصنع ھولاء — یہ کیا کر رہے ہیں؟

تو جواب میں الفاظ حدیث میں فقالو، قالوا ہیں جو اجتماعیت پر دال ہیں

ان احادیث میں یہ بھی موجود ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے ترک عمل کی اطلاع ملی کہ انہوں نے میرے اس جملہ

ما اظن ذلک یغنی شیأ — میں اسے مفید خیال نہیں کرتا

کی وجہ سے عمل ترک کر دیا ہے تو فرمایا

ان کان ینفعھم ذلک فلیصنعوہ — اگر یہ عمل نفع مند ہے تو اسے جاری رکھیں۔

حرف فاء کا فائدہ

ان احادیث میں حرف ''فا'' موجود ہے

فاخبروا بذلک فترکوا — تو انہیں اطلاع پہنچائی گئی تو انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا

پھر جملہ ہے

فاخبر النبی ﷺ بذلک — رسالتماب ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی

پھر اطلاع کے بعد

فقال ان کان ینفعھم ذلک فلیصنعوہ — آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ عمل انہیں نافع ہے تو اسے جاری رکھیں

یعنی انہوں نے آپ ﷺ کا جملہ کی اطلاع پہنچتے ہی عمل ترک کر دیا، ان کے ترک

عمل پر فوراً حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی تو فوراً آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس پیوندکاری میں ان کا نفع ہے تو وہ اسے جاری رکھیں۔

فی الفور عمل

یہ احادیث یہ بھی بتا رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر فی الفور عمل لازم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ حکم صریح نہ ہو، آپ دیکھ رہے ہیں آپ ﷺ نے انہیں ترک تابیر کا حکم نہیں دیا صرف اتنا فرمایا

ما اظن ذلک یغنی شیأ — میں اسے مفید خیال نہیں کرتا

لیکن جیسے ہی صحابہ کو اس جملہ کی اطلاع ملی انہوں نے وہ عمل ترک کر دیا۔

کاشتکاروں کا دوسرا گروہ

یہ ایسا گروہ تھا جن سے براہ راست آپ ﷺ نے پوچھا تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا، ہم پیوندکاری کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا

لعلکم لو لم تفعلوا کان خیراً — کاش تم یہ نہ کرتے تو اچھا ہوتا

پہلے گروہ کو آپ ﷺ کا یہ جملہ پہنچا تھا

ما اظن ذلک یغنی شیأ — میں اسے مفید خیال نہیں کرتا

لیکن اس گروہ کو کمال حسن اخلاق و تواضع کی وجہ سے صراحۃً حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا

لعلکم لو لم تفعلوا — کاش تم یہ نہ کرتے

تو آپ ﷺ بلند مرتبہ و منصب کے باوجود سب سے زیادہ متواضع اور کامل اخلاق والے ہیں۔

جب ان کاشتکاروں نے عدم تأبیر کا رزلٹ آپ ﷺ سے عرض کیا تو جو کچھ فرمایا وہ پہلے گروہ سے مختلف تھا۔

امام مسلم نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ تابیر نخل کرتے تھے آپ ﷺ نے پوچھا تم یہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے اپنا عمل بتایا تو فرمایا

لعلکم لو لم تفعلوا کان خیرا — کاش تم یہ نہ کرتے تو بہتر ہوتا

انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا تو پھل میں کمی ہوگئی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو فرمایا

انما انا بشر اذا امرتکم بشئی من دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشئی برائی فانما انا بشر — میں انسان ہوں جب میں تمہیں کوئی دینی بات کہوں تو اسے لے لو اور جب کوئی شے اپنی رائے سے کہوں تو میں بشر ہوں

تیسرا گروہ

تیسرا گروہ ایسا ہے انہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل کرتے دیکھا نہیں بلکہ یہ عمل کرتے ہوئے ان کی آوازسنی ان آوازوں کے بارے میں پوچھا، بتایا گیا تو فرمایا

لو لم یفعلوا لصلح — اگر وہ نہ کریں تو بہتر ہوتا

تو کاشتکاروں کو براہ راست حکم نہیں دیا ہاں انہیں اطلاع ملی تو انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا، لیکن یہاں جو جملہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ پہلے دونوں مقامات سے الگ ہے۔

اس گروہ کی تفصیل ان احادیث میں ہے

پہلی حدیث

مسند احمد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے رسالتماب ﷺ نے کچھ آوازیں سنیں تو پوچھا یہ کیا آوازیں ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ پیوندکاری کر رہے ہیں؟ فرمایا

لو لم يفعلوا لصلح — اگر وہ نہ کرتے تو پھل بہتر ہوتا

تو اس سال ان لوگوں نے پیوند کاری ترک کر دی تو پھل ناقص آیا، انہوں نے آپ ﷺ سے تذکرہ کیا تو فرمایا

ان كان شيأ من امر دنيا كم فشانكم به واذا كان شيأ من امر دينكم فالي — اگر کوئی معاملہ دنیا کا ہو تو تم جانو اور اگر کوئی دینی معاملہ ہے تو وہ میرے سپرد ہے۔

(مسند احمد، ۲۴۹۷۳)

دوسری حدیث

سنن ابن ماجہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے رسول اللہ ﷺ نے کچھ آوازیں سنیں تو پوچھا

ما هذه الاصوات؟ — یہ آوازیں کیا ہیں؟

عرض کیا، لوگ پیوند کاری کر رہے ہیں؟ فرمایا

لو لم يفعلوا لصلح — اگر وہ نہ کرتے تو بہتر ہوتا

اس سال انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا تو پھل کم آیا، انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو فرمایا

ان كان شيأ من امر دنيا كم فشانكم به وان كان من امور دينكم فالي — اگر کوئی معاملہ تمہاری دنیا کا ہے تو تم جانو اور اگر معاملہ دینی ہے تو وہ میرا ہے

مسند احمد کی ایک اور روایت سے واضح ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر آپ کے ساتھ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھے اور انہوں نے ہی بتایا کیونکہ الفاظ حدیث ہیں، پوچھا

ما يصنع هؤلاء؟ — یہ کیا کر رہے ہیں؟

تو

قال تأخذون من الذكر فيحطون في الانثىٰ	بتایا یہ مذکر لے کر مونث میں داخل کرتے ہیں

تو یہاں جواب میں "قال" جبکہ پہلے گروہ والی روایت میں لفظ "قالوا" ہے

چوتھا گروہ

کاشتکاروں کا چوتھا گروہ ایسا تھا جن کے پاس رسول اللہ ﷺ گزرے اور وہ پیوندکاری میں مصروف تھے تو انہیں خود آپ ﷺ نے اس عمل سے منع فرمایا تو پھل کم آیا پھر خود ہی ان کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے کھجوروں کے بارے میں پوچھا اور مشہور جملہ امور دنیا کے بارے میں فرمایا۔

اس پر یہ روایت شاہد ہے، امام مسلم نے سیدہ عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پیوند لگانے والی قوم کے پاس سے گزرے تو فرمایا

لو لم تفعلوا لصلح	اگر تم نہ کرو تو بہتر ہوگا

راوی کہتے ہیں پھل کم آیا تو آپ ﷺ ان کے ہاں سے گزرے تو پوچھا

مانخلكم؟	تمہاری کھجوروں کا کیا بنا؟

انہوں نے صورت حال عرض کیا تو فرمایا

انتم اعلم بامر دنیاکم	تم اپنی دنیا کے معاملات بہتر جانتے ہو

(مسلم، باب وجوب امتثال ما قاله)

غور کیجئے

تمام روایات سامنے ہیں ان میں سوائے ایک مقام کے کسی جگہ حضور

ﷺ نے یہ جملہ نہیں فرمایا

انتم اعلم بامر دنیا کم — تم اپنی دنیا کے معاملات بہتر جانتے ہو

یہ جملہ صرف ان سے فرمایا جن سے بوقت عمل تابیر بنفس نفیس آپ ﷺ ملے پھر فصل کاٹنے کے وقت پھر ملے اور ان سے یہ جملہ فرمایا

یہ تمام روایات یہ بھی آشکار کر رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کاشتکاروں کی مہارت اور طویل تجربہ سے آگاہ تھے بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ پیوند کاری سے پھلوں پر کیا اثر ہوتا ہے، یہ بھی جانتے تھے کہ یہ دنیاوی ہے اور اس کے عمل وعدم عمل سے مثبت و منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اس کے باوجود آپ ﷺ نے کاشتکاروں کے اس عمل پر گفتگو کی، کبھی صحابہ کے ذریعے اور کبھی خود، کبھی براہ راست ان سے بات کی اور کبھی بالواسطہ، جس سے واضح ہو رہا ہے کہ اس میں کوئی مخفی حکمتیں ہیں جن پر غور ضروری ہے۔

تمہارے ظن کی حیثیت نہیں

ان روایات میں الفاظ آئے ہیں۔

انما ظننت ظناً فلا تؤاخذونی — یہ میرا ظن تھا اور ظن کی وجہ سے میرا
بالظن — مؤاخذہ نہ کرو۔

اس کا مخالفین یہی معنیٰ کرتے ہیں کہ میرے ظن پر نہ چلو حالانکہ آپ ﷺ نے لفظ ظن مبہم بولا تھا اس کا یہ معنیٰ کیوں نہیں ہوسکتا کہ تم اپنے ظن کی بنا پر میرے ظن کا رد نہیں کر سکتے کہاں میرا ظن اور کہاں تمہارا ظن؟ اسی لیے کہ

فهل قال المصطفیٰ ﷺ — کیا رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر یہ
لا تؤاخذونی بما ظننته ؟ام جعل — فرمایا ہے کہ تم میرے ظن کی تردید نہ کرو
لفظ الظن مبهماً لا یدل علی — ؟یا آپ ﷺ نے لفظ ظن کو بطور مبہم
مصدر الظان مما جعل جمله فلا — استعمال کیا جو ظن والے پر واضح طور پر
تؤاخذونی بالظن، ذات معنیین — دلالت نہیں کرتا لہٰذا اس کے دو معانی ہو
اثنیین هما کما یلی — سکتے ہیں۔

ایک تو وہی معنیٰ ہے جو غور وفکر کے بغیر کر دیا گیا ہے کہ میرے ظن پر نہ چلو لیکن قابل توجہ بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے حق کے خلاف کوئی بات صادر ہو ہی نہیں سکتی جس پر کتاب میں تفصیل موجود ہے۔

دوسرا مفہوم ”لا تؤاخذونی بالظن“ کا یہ ہوسکتا ہے

لا تؤاخذونی بظنکم او بما ظننتم — کہ تم اپنے ظن کی بنیاد پر میرے ظن کا رد نہ کرو

یعنی تمہارا ظن میرے ظن کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔
تفصیل کے لیے شیخ عبدالبدیع حمزہ ذللی کی کتاب ''معجزات نبویہ'' کا مطالعہ کیجیے۔

فصل ۔ زیر مطالعہ روایت کی سات توجیہات

۱۔ علم دنیا نادر اُ نہیں ہوسکتا

عدم توجہ کے باوجود قلیل

آئمہ امت کا جواب اور ہماری تائید

اہل علم اور حدیث کا مشکل ہونا

علم دنیا نادراً نہیں ہوسکتا

تمام اہل علم نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ اغلب واکثر طور پر تمام دنیاوی امور سے بھی آگاہ ہیں البتہ نادراً عدم آگاہی ہوسکتی ہے۔ اور آپ تفصیلاً پڑھ چکے ہیں کہ نادر پر حکم جاری نہیں ہوتا بلکہ اکثر پر ہوتا ہے یعنی ہم نہیں کہیں گے کہ حضور ﷺ دنیاوی علوم نہیں جانتے کیونکہ یہ معاملہ تو نادراً صادر ہوا ہے اس لئے ہم ہر جگہ یہی بیان کریں گے کہ آپ ﷺ دنیاوی امور کے سب سے زیادہ ماہر تھے۔

امام احمد خفاجی (ت-۱۰۶۹) رقم طراز ہیں

کون الانبیاء اکمل الناس فطنة	حضرات انبیاء علیہم السلام کا تمام لوگوں سے فطانت
وعقلاً لا یکثر عدم علمهم بها	وعقل میں اکمل ہونے کا تقاضا ہے کہ ان کا عدم علم
وانما یکون ذلک من النادر	نادراً ہی ہوسکتا ہے نہ کہ کثیر امور دنیا میں

(نسیم الریاض-۵-۲۱۹)

ایک اور مقام پر اس حقیقت کو یوں واضح کرتے ہیں اگرچہ حضو ﷺ کا دل اقدس دنیا کی طرف متوجہ نہیں

ومع ذلک ما وقع منه ﷺ	اس کے باوجود آپ ﷺ کو ان کا
عدم العلم بها الا نادراً لا فی	عدم علم نادراً ہی ہوسکتا ہے نہ کہ کثیر
کثیر من امورها	امور دنیا میں

(نسیم الریاض-۶-۴۶)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام مخلوق کا تاجدار بنایا اور امانت عظمیٰ کی ذمہ داری عطا کی

لزمه ان یعلم جمیع احوال	تو لازمی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے
الناس دنیویة ودینیة لیتم امره	تمام احوال سے آگاہ ہوں خواہ وہ دنیاوی

............فلا یخفیٰ علیه الا امور قلیلة
(نسیم الریاض-۶-۴۶)

ہیں یا دینی تاکہ اپنی ذمہ داری میں کامیاب ہوں سکیں ....تو آپ ﷺ پر قلیل امور ہی مخفی ہوں گے۔

عدم توجہ کے باوجود قلیل

قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) نے "احواله ﷺ فی امور الدنیا" کے تحت اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا۔ چونکہ حضور ﷺ کا قلب انور معرفت ربوبیت سے مالا مال، علوم شریعت سے معمور اور امت کے دینی و دنیاوی مصالح کی طرف ہی متوجہ رہتا ہے

ولکن هذاانما یکون فی بعض الامور ویجوز فی النادر ....لا فی الکثیر
(الشفاء - ۲-۵۱۹)

لیکن یہ بعض امور میں نادراً ہوسکتا ہے کثیر امور میں ایسا نہیں

امام احمد خفاجی (ت-۱۰۶۹) نے اس مقام کی تشریح ان الفاظ میں کی

ولکن هذا ای مایفقده ویظهر خلافه انما یکون ای یقع له ﷺ بخلاف ما هو علیه فی النادر ایضاً ولافسلامة عقله ﷺ وشدة حذقه یقتضی انه اعلم الناس بامور دنیا هم ایضاً لانه اوفر الناس عقلاً وقدا طلعه الله تعالیٰ علی اسرار الوجود

آپ ﷺ کی بات کے خلاف کا ظہور نادراً ہی ہوسکتا ورنہ آپ ﷺ کی کامل عقل اور شدت فطانت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ﷺ امور دنیا میں بھی تمام لوگوں سے زیادہ ماہر و عالم ہوں کیونکہ آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ عقل رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وجود کے

من مذموم و محمود — اسرار مذموم ومحمود سے آگاہ فرمار کھا ہے

آگے اعتراض اٹھایا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے انتم اعلم بامور دنیا کم اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا

انما اراد به تطیب قلوبهم کما مروان لا یزکی نفسه الشریفة تواضعاً منه ﷺ

اس سے آپ ﷺ کا مقصود صحابہ کا دل رکھنا تھا جیسے گزرا آپ ﷺ نے بطور تواضع اپنی ذات کی بڑائی نہ فرمائی

اس کے بعد شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

وما ندر منه وقوعه کان فیما سبیله ای طریق العلم به التدقیق ای تدقیق النظر بتکریره وصرفه فی حراسة الدنیا ای حفظ امور الدنیا وصونها واستثمارها ای طلب زیادتها ونمو ثمرتها وهو امر ناشئی عن محبتها والحرص علی تحصیلها وهو ﷺ لا یرید حرث الدنیا ولا یشغل بها خاطره ومع ذلک ما وقع منه عدم العلم بها الا نادراً لا فی کثیر من امورها

(نسیم الریاض-۲-۴۵)

پھر جس کا بطور نادر وقوع ہوا ہے وہ اس کا ہے جس کا طریق علم بار بار اس میں گہری نظر کرنا اور حفاظت دنیا کے لئے اس کی طرف متوجہ ہونا ہے یعنی امور دنیا اور اس کے ثمرات کا حصول و حفاظت اور اس میں طلب واضافہ اور بڑھوتی کا پانا ہے اور یہ بات دنیا کی محبت اور اس کے حصول کی حرص سے ہوتی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ دنیا کے نہ متمنی ہیں اور نہ ہی آپ کا دل اقدس اس طرف متوجہ ہوتا ہے اس کے باوجود ایسی چیزوں کا عدم علم نادراً واقع ہے نہ کہ کثیر امور میں

حضرت ملا علی قاری (ت- ۱۰۱۴) نے قاضی عیاض کی اس بات کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے- آپ ﷺ کے خیال کے خلاف کہیں ہوا ہے

انما یکون فی بعض الامور الدنیویة ای التی لیس بها تعلق اصلاً بالاحوال الدینیة (و یجوز) ای وقوع مثله عنه فی النادر منها وفیما سبیله التدقیق ای تدقیق النظر و تحریر الفکر فی حراسة الدنیا ای محافظتها ومراعاتها واستثمارها ای تحصیل ثمرتها ونتیجتها المرتبة علیها لا فی الکثیر من امورها

(شرح الشفاء- ۲-۳۴۱)

تو وہ ان امور دنیا میں ہوا جن کا تعلق امور دینیہ سے ہرگز نہیں اوران کا نادراً صدور ہوسکتا ہے اور وہ ان امور میں ہے جہاں دنیا، اس کی مراعات، اس کے ثمرات اور اس نتائج کے حصول کے لئے گہری نظر سے کام لینا پڑے اورایسا کثیر امور میں ہرگز نہیں

امام محمد بن یوسف صالحی شامی (ت- ۹۴۲) نے بھی یہی بات لکھی ہے-

لکن هذا انما یکون فی بعض الامور

(سبل الہدیٰ -۱۲-۸)

لیکن بعض امور میں ہوسکتا ہے-

ائمہ امت کا جواب اور ہماری تائید

اگر معاملہ وصورت حال وہی ہے جو مولانا سرفراز صفدر اوران کے اتباع کہتے ہیں تو پھر چاہیے تھا کہ ائمہ امت حدیث "انتم اعلم بامور دنیا کم" کا ان والا معنی لے کر کہہ سکتے تھے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور کا علم نہیں رکھتے لہذا آپ ﷺ نے اس حقیقت کو صحابہ کے سامنے بطور ضابطہ بیان کر دیا حالانکہ وہ تو

اس روایت کو اپنے اوپر بطور اعتراض ذکر کر رہے ہیں کہ تم جب رسول اللہ ﷺ کے لئے دنیاوی امور کا علم بیان کر رہے ہو تو پھر اس روایت کا کیا معنی ہے؟ اس کا جواب دیا کہ یہاں عدم توجہ اور دیگر حکمتیں ہیں۔

یہ نہیں کہ آپ ﷺ دنیاوی امور کے ماہر ہی نہ تھے تو ائمہ امت کا اسے اعتراض مان کر اس کا جواب دینا اس پر دلیل ہے کہ وہ آپ ﷺ کو امور دنیا کے ماہر تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے نہایت ہی واضح طور پر لکھ دیا کہ یہ کثیر امور میں نہیں بلکہ شاذ و نادر معاملہ ہے۔ اور نادر کا اعتبار ہی نہیں ہوتا بلکہ حکم اکثر کے لئے ہوتا ہے لہذا یہ اہل علم واضح کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ امور دنیا کا علم کامل طور پر رکھتے ہیں۔

اہل علم اور حدیث کا مشکل ہونا

بلکہ اگر ان مخالفین کی طرح وہ اس حدیث کا ظاہری معنی کرتے تو ان پر یہ حدیث مشکل نہ ہوتی' حالانکہ امت کے بڑے بڑے محدثین و مفسرین اس کے معنی میں پریشان اور حیران رہے اور انہوں نے پوری زندگی غور و فکر کر کے یہ معنی نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور سے آگاہ نہیں تھے بلکہ انہوں نے یہی کہا کہ آپ ﷺ دینی امور کی طرح دنیاوی امور کے بھی ماہر ہیں' یہاں معاملہ عدم توجہ وغیرہ کا ہے۔

امام احمد بن مبارک سجلماسی مالکی (ت-۱۱۵۶) نے امام عبدالعزیز الدباغ سے اسی حدیث کا معنی پوچھا' انہوں نے اس کے معنی پر آگاہ کیا' شیخ مصنف کی گفتگو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

قلت فانظر وفقک اللہ ھل سمعت مثل ھذا الجواب او رأیتہ مسطورا فی کتاب مع اشکال الحدیث علی الفحول من علماء الاصول وغیرھم	بندہ کہتا ہے غور کیجئے اللہ تعالیٰ تم پر فضل فرمائے کیا ایسا جواب کبھی تم نے سنا یا کسی کتاب میں پڑھا اور یہ حدیث اہل اصول اور دیگر بڑے بڑے اہل

مثل جمال الدین ابن الحاجب وسیف الدین الامدی وصفی الدین الهندی وابو حامد الغزالی رحمهم الله تعالی (الابریز، ۱۶۵)	علم مثلاً شیخ جمال بن حاجب، سیف الدین آمدی، صفی الدین ہندی اور ابو حامد غزالی رحمہم اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل بنی رہی۔

اگر اس قدر معنی واضح تھا جو مولانا صفدر صاحب کر رہے ہیں تو پھر حدیث کا ان ائمہ امت پر مشکل ہونا نہایت ہی عجیب بات ہے۔ بلکہ ایسی بات کہنا ان کا مذاق اڑانا ہے۔ لیکن جب یہ حقیقت ہے کہ یہ لوگ اس کے معنی ومفہوم کے لئے ہمیشہ ہی سرگرداں رہے۔ اور اس کے وہی معانی کئے جو گواہی دیں کہ رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور سے بھی آگاہ ہیں۔

ان پر حدیث مشکل ہونے کی وجہ یہی تھی کہ یہ بظاہر قرآن وسنت سے معلوم، معروف ومسلم ضابطہ سے ہٹ کر تھی۔ اگر کوئی اور وجہ ہے تو وہ ضرور ہمارے سامنے لائی جائے۔

جب وجہ اشکال مذکور بات ہی تھی اور اس کا انہوں نے اچھے انداز میں حل کر دیا تو اسے قبول نہ کرنا سراسر ظلم وزیادتی ہے۔

فصل

۲۔ یہ عدم توجہ ہے

عدم توجہ اور مشغولیت

غور کیجیے

یہ عدم توجہ ہے

مذکورہ صورت میں اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ کھجور کی پیوند کاری سے آپ ﷺ آگاہ تھے یہاں صرف عدم توجہ ہے

امام احمد خفاجی (ت - ۱۰۶۹) نے انتم اعلم بامور دنیاکم کی تشریح کرتے ہوئے یہی بات ان الفاظ میں لکھی

واضاف الدنیا لهم لانه ﷺ لایرید شیأ و لا یلتفت الیه (نسیم الریاض، ۶-۴۰)

آپ ﷺ نے دنیا کی نسبت صحابہ کی طرف کر کے فرمایا کہ میرا مقصود دنیا نہیں اور نہ ہی اس طرف توجہ والتفات ہے۔

عدم مقصود اور عدم علم میں فرق نہ کرنا جہالت ہے۔

دوسرے مقام پر حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، حضور ﷺ کے اس ارشاد مبارک میں کوئی خلاف واقع بات نہیں

لان جل همته ﷺ امور الاخرة والشرائع وقوانینها وغیره انما جل قصده العلم بظاهر من الحیاة الدنیا (نسیم الریاض-۵-۳۰۱)

کیونکہ آپ ﷺ کی کامل توجہ اخروی امور، شرائع اور ان کے قوانین کی طرف ہے ہاں دوسرے لوگوں کی توجہ دنیاوی حیات کے ظاہر کی طرف ہوتی ہے۔

حضرت قاضی عیاض مالکی (ت،۵۴۴) لکھتے ہیں اگر نادراً کسی شی کا علم نہ ہو تو یہ ان کی ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ

اذ همهم متعلقة بالاخرة وانبائها وامر الشریعة وقوانینها وامور الدنیا تضادها بخلاف

کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی کامل توجہ آخرت، اس کے معاملات، امور شریعت اور اس کے قوانین کی

غیرھم من اھل الدنیا — طرف ہوتی ہے اور دنیاوی امور ان کی ضد ہیں ہاں بخلاف دوسرے اہل دنیا کے

(الشفاء مع نسیم-۵-۲۱۸)

یہی بات امام خفاجی یوں کہتے ہیں اگر ہم کہیں انبیاء دنیاوی احوال سے آگاہ ہی نہیں تو وہ ان کی اصلاح کیسے کریں گے ہاں

لکن العلم بھا لیس مقصوداً بالذات — ہاں اس کا علم بالذات مقصود نہیں

(نسیم الریاض-۵-۲۱۹)

حضرت ملا علی قاری (ت-۱۰۱۴) اس حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں کہ اگر دنیاوی معاملہ میں کوئی بات محسوس ہو تو اسے نہ لیا جائے۔

لتعلق ھممھم العلیا بعلوم العقبیٰ — کیونکہ ان کی کامل توجہ علوم آخرت کی طرف ہوتی ہے۔

(شرح الشفاء-۲-۲۲۴)

قاضی عیاض مالکی نے لکھا حضرات انبیاء علیہم السلام سے بالکل امور دنیا کا انکار ہرگز درست نہیں، اس پر ملا علی قاری (ت-۱۰۱۴) لکھتے ہیں

نعم قد یکون لھم عدم علم ببعضھا لعدم التفاتھم الیھا فی الامور الجزئیۃ — ہاں دنیا کے امور جزئیہ میں سے کچھ کا عدم توجہ کی وجہ سے علم نہیں ہوتا۔

(شرح الشفاء-۲-۲۱۰)

حضرت قاضی عیاض مالکی (ت-۵۴۴) نے لکھا حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و دین کے تمام مصالح سے آگاہ فرمایا ہے۔ اس پر امام احمد خفاجی نے تابیر نخل والے

معاملہ سے اعتراض اٹھایا' یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو حالانکہ رسالتماب ﷺ کا فرمان ہے ''انتم اعلم بامور دنیا کم'' اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا

لانه كما قيل كان له حالات و اطوار منها ما يغلب عليه عدم الالتفات للاسباب الظاهرة لقصر نظره ﷺ على تفويض الامر لله والتوجه للعلم بالله وقطع نظره عن الحوادث الكونية

اس لئے کہ منقول ہے کہ آپ ﷺ کے مختلف احوال و مقامات ہیں بعض اوقات اسباب ظاہرہ سے عدم توجہ غالب ہوتی ہے کیونکہ اس وقت آپ ﷺ کی مقدس نگاہ کسی معاملہ کو اللہ کے سپرد اور کامل توجہ اللہ تعالٰی کے علم پر ہوتی ہے اور واقعات کائنات سے نگاہ منقطع ہوتی ہے۔

(نسیم الریاض-۴-۲۵۲)

علامہ سید محمود آلوسی (ت-۱۲۷۰) فرماتے ہیں دنیا والے ہر وقت ان معاملات کی طرف متوجہ رہتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کی توجہ مبارک دیگر اہم معاملات کی طرف بھی رہتی ہے اگر آپ توجہ وغور فرماتے تو آپ ﷺ کا علم اس بارے میں بھی کامل تھا۔

وقال ذلك قبل الرجوع اليه والنظر فيه ولو رجع ونظر لعلم فوق ما علموا

یہ بات آپ ﷺ نے عدم توجہ کی حالت میں فرمائی اگر آپ توجہ وغور و خوض کے بعد فرماتے تو آپ ﷺ کا علم اس بارے میں بھی صحابہ سے کہیں زیادہ ہوتا

آگے فرماتے ہیں یہ دنیوی معاملہ (تابیر نخل) اس دینی معاملہ (قربانی ساتھ لانے) کی طرح ہی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا

لو استقبلت ما استدبرت لما سقت الهدی — اگر دوبارہ میں آیا تو قربانی ساتھ نہیں لاؤں گا۔

(روح المعانی-۱۴-۲۱۶)

عدم توجہ اور عدم مشغولیت

خود مولانا محمد سرفراز صفدر نے بھی عدم توجہ اور عدم مشغولیت کا ذکر کیا ہے۔ چند عبارات ملاحظہ ہوں

۱- اسی طرح اپنی قوم کی لغت کے علاوہ دیگر اقوام کی لغات اور دنیا کے تمام مصالح ومفاسد اور جمیع حرفتیں اور صنعتیں بھی معلوم نہ ہوں بدیں وجہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے پاک قلوب ان غیر ضروری اشیاء کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتے اور نیز ان کو اجتہاد کا بھی حق ہے۔ (ازالہ- ۸۸)

۲- مگر آپ کی توجہ اور التفات چونکہ دنیوی امور کی طرف نہ تھا اور ان امور سے کوئی غرض اور اہتمام ہی متعلق نہ تھا اس لئے آپ کو ان کا علم نہ تھا کیونکہ سعادت دارین ان سے وابستہ نہ تھی (ازالہ-۹۶)

۳- مطلب ظاہر ہے کہ چونکہ تہذیب نفس اور امت کی دینی ودنیوی اصلاح اور سیاست سے ان امور کا براہ راست تعلق نہیں ہوتا' اس لئے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ان لایعنی اور غیر مقصود باتوں میں مشغول نہیں ہوتے۔

(ازالہ-۱۰۳)

۴- ملاحظہ کیجئے کہ جناب نبی کریم ﷺ دنیا اور امور دنیا سے اس قدر بیزار ہوں کہ ان کی نسبت بھی اپنی طرف ایک حد تک گوارا نہ کریں اور مدعیان عشق ومحبت آپ ﷺ کے قلب مبارک کو علوم دنیا کا گنجینہ بتائیں۔ (ازالہ-۹۰)

۵- ایک اور مقام پر موصوف لکھتے ہیں۔

نوٹ- آنحضرت ﷺ کا دنیوی معاملات کو نہ جاننا یا ان میں رائے کا خطا ہو جانا اس وجہ سے نہ تھا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ آپ ﷺ میں قابلیت اور لیاقت اور معاملہ فہمی کی استعداد موجود نہ تھی' اللہ تعالیٰ نے جو فہم و ذکاء اور بصیرت و استعداد آپ ﷺ کو عنایت فرمائی تھی وہ مخلوق میں اور کس کا حصہ ہو سکتا ہے؟ مگر آپ کی توجہ اور التفات چونکہ دنیوی امور کی طرف نہ تھا اور ان امور سے کوئی غرض اور اہتمام بھی متعلق نہ تھا اس لئے آپ کو ان کا علم نہ تھا ....

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ

والتفاتے بدان نیست والا آنحضرت ﷺ داناتر است از ہمہ در ہمہ کارہائے دنیا و آخرت (اشعۃ اللمعات-۱-۱۰۷)	چونکہ دنیوی امور کی طرف آپ ﷺ کی توجہ نہ تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیا کم ورنہ حضور ﷺ دنیا و آخرت کے سب کاموں میں سب سے زیادہ دانا اور زیرک تھے-

غور کیجئے

ادھر کہنا کہ توجہ نہ تھی اور ساتھ ہی کہنا علم نہ تھا کوئی صاحب فہم ایسی بات نہیں کہہ سکتا کیونکہ عدم توجہ اور عدم علم میں فرق ہر ایک کے ہاں مسلم ہے- گویا واضح ہوا کہ امور دنیا کی طرف متوجہ نہ ہونا خامی نہیں بلکہ ایک خاص درجہ میں خوبی ہے جبکہ علم نہ ہونا تو خامی ہے خوبی نہیں- اگر حضرات انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدم توجہ، نسیان و ذھول حکمتوں کے تحت وارد ہوتا ہے تو ہمیں بھی یہ تسلیم کر لینا چاہیے ہر جگہ ان کی لاعلمی کا رٹنا سوائے ہٹ دھرمی کے کچھ نہیں-

حوالہ جات کا تجزیہ

مولانا سرفراز صاحب نے چند شارحین حدیث کی عبارتوں سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے، محققین علماء امت کے مستند حوالہ جات بھی پیش کر دیے ہیں۔ ہم ان کا تجزیہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

لکھتے ہیں۔

اس حدیث (انتم اعلم بامر دنیاکم) کے پیش نظر شراح حدیث نے دینی و دنیوی امور میں تفریق کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی سن لیجیے

۱۔ علامہ طیبی الحنفیؒ فرماتے ہیں

وفی الحدیث دلالة علی ان رسول الله ﷺ ما التفت الی امور الدنیویة قط وما کان علی بال منه سوی الامور الاخرویة (بحوالہ انجاح الحاجہ-۱۸۰)

اس حدیث میں اس امر کی دلالت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امور دنیوی کی طرف کبھی التفات ہی نہ کیا اور امور دنیوی کو آپ دل میں جگہ ہی نہیں دیتے تھے۔ آپ کی توجہ امور آخرت کی طرف ہی رہتی تھی۔ (ازالہ، ۹۱)

تجزیہ

عبارت پر غور کیجیے، کیا اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ امور دنیا کا علم نہیں رکھتے۔ اس میں تو یہ ہے کہ آپ ﷺ امور دنیا کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو امور اخروی کو دیتے ہیں، آپ جس قدر امور اخروی کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس طرح امور دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیا عدم توجہ اور عدم علم ایک ہی شے ہیں؟ جب ایک نہیں تو پھر اس عبارت سے عدم علم ثابت کرنا جہالت ہے نہ کہ علم۔

۲- حضرت شاہ عبدالغنی صاحب الحنفی المتوفی، ۱۳۲۷ علامہ طیبی کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

قلت ان کان مراده من الامور الدنیویة ما یتعلق باهل الحرفة کالمزارع والتجارة مثلاً فمسلم وان کان المراد بها ما یتعلق بقوام الابدان واصلاح ما بینه فله ﷺ فی ذلک شان خاص یتحیر فیه الفهوم والمواجید کا حکام المیراث واقامة الحروب والمعاملات الدنیویة من البیع والشراء فما ذالک الا من مدد سماوی فتامل	میں کہتا ہوں اگر ان کی مراد امور دنیوی سے مثلاً زراعت وتجارت وغیرہ کی حرفتیں ہیں تو یہ بالکل مسلم اور اگر مراد یہ ہے کہ جو چیز ابدان کے قوام اور اصلاح مابین سے متعلق ہے تو اس میں آنحضرت ﷺ کو ایک خاص شان حاصل تھی- جس میں فہم و فراست دنگ رہ جاتی ہے مثلاً وراثت کے احکام ۔لڑائی کے فنون، بیع وشراء وغیرہ معاملات دنیوی جو بغیر تائید آسمانی کے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے-

(انجاح الحاجہ-۱۸۰)

تجزیہ

اس عبارت سے مولانا موصوف کا رسول اللہ ﷺ کے امور دنیا سے عدم علم پر استدلال ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اس میں کہاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور کا علم نہیں رکھتے-

انہوں نے تو یہ کہا ہے کہ علامہ طیبی نے جو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور کی طرف متوجہ نہیں ہوا کرتے تھے، یہ تمام امور کے حوالہ سے درست نہیں، حرفتوں

اور صنعتوں کی طرف آپ نے توجہ نہیں فرمائی ورنہ بدن سے متعلق معاملات، احکام، وراثت، جنگی فنون اور بیع وشراء کے معاملات تو اس قدر بیان فرمائے کہ تمام عقول حیران ہیں۔

اگر انصاف سے کام لیا جائے تو انہوں نے طیبی کی پوری بات کی تائید نہیں کی اور جس حصہ کی تائید کی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ نہ تھے تو عدم توجہ ثابت ہوا نہ کہ عدم علم۔

عبارت میں تضاد

شیخ عبدالغنی" کی عبارت پر غور کریں کیا اس میں تضاد نہیں؟ اوپر کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تجارت کی طرف التفات نہیں کیا کرتے تھے، بعد میں فرما رہے ہیں کہ بیع وشراء (تجارت) کے حوالہ سے آپ ﷺ خصوصی اور محیر العقول شان رکھتے ہیں۔تو مفہوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ توجہ فرمائیں تو کوئی حجاب ہی نہیں رہتا۔

اہل عقائد اور امور صنعت وحرفت کا علم

خود مولانا موصوف نے قاضی باقلانی سے نقل کیا کہ یہ بھی عقلاً جائز ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام امور دنیا کے تمام مصالح اور مفاسد کو اور تمام صنعتوں اور حرفتوں کو بھی نہ جانتے ہوں۔ متعدد ائمہ مثلاً امام کمال الدین محمد بن ہمام حنفی، (المتوفی ۸۶۱) کے مسایرہ اور شیخ کمال الدین محمد بن محمد المعروف ابن ابی شریف المقدسی الشافعی (المتوفی ۹۰۵) کے مسایرہ کے حوالہ سے نقل کیا

ولا شک ان المراد ای مراده	اور کوئی شک نہیں کہ قاضی ابوبکر کی مراد
مما ذکره عدم علم بعض	یہ ہے کہ بعض مسائل کا ان کو اس لئے
المسائل لعدم الخطور ای	علم نہیں ہوتا کہ ان مسائل کی طرف

خطور تلک المسائل ببالهم فاما اذا خطرت لهم فلا بد من علمهم بها ای باحکامها (المسایرہ-۲- ۸۶)

حضرات انبیاء علیہم السلام کے قلوب متوجہ نہیں ہوتے - اگر ان مسائل کی طرف توجہ ہوتی تو ان کا معلوم کر لینا ناگزیر ہے وہ ان بعض مسائل سے بھی آگاہ ہوں گے-

جب مولانا خود مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ توجہ فرمائیں تو وہ ان بعض مسائل امور صنعت وحرفت سے بھی آگاہ ہو جاتے ہیں، تو صرف عدم توجہ ہوئی نہ کہ عدم علم-

۳- اس کے بعد شرح شفاء اور موضوعات کبیر اور مرقاۃ سے ملا علی قاری کی عبارات نقل کیں، جن سے ثابت کرنا چاہا کہ رسول اللہ ﷺ سے دنیاوی امور میں خطا ہو سکتی ہے اور آپ ﷺ علم غیب نہیں رکھتے - لیکن جو عبارت مرقاۃ سے نقل کی اس میں صاف الفاظ ہیں

وفی الحدیث دلالة علی انه علیه السلام ما کان یلتفت الا الی الامور الاخرویة (ازالہ-۹۲)

اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ (دنیوی امور کی طرف نہیں بلکہ) صرف امور اخروی کی طرف ہی التفات کیا کرتے تھے-

ملا علی قاری کا موقف اور فیصلہ کن عبارت

مولانا موصوف نے ملا علی قاری کی مذکورہ عبارات نقل کیں اگرچہ ان سے بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان میں بھی عدم توجہ کا ذکر ہے لیکن کیا ان کا یہ موقف نظر سے نہیں گزرا؟ اگر نہیں گزرا تو وہ معذور ہیں اور اگر گزرا ہے تو پھر اسے کیوں ہضم کر گئے - کیا دیانتداری وامانت اسی کا نام ہے؟

آیئے ان کی فیصلہ کن عبارت پڑھیے تاکہ آشکار ہو جائے کہ حضرت ملا علی قاری کا اس بارے میں موقف کیا ہے؟ حدیث تابیر نخل کے تحت لکھتے ہیں

وعندی انه علیه الصلاة والسلام اصاب فی ذلک الظن ولو ثبتوا علی کلامه ﷺ لفاقوا فی الفن ولا رتفع عنهم کلفة المعالجة فانما وقع التغیر بحسب جریان العادة الاتری ان من تعود باکل شئی او شر به یتفقده فی وقته واذا لم یجد یتغیر عن حالته فلو صبروا علی نقصان سنة او سنتین لرجع النخیل الی حاله الاول وربما انه کان یزید علی قدر المعمول وفی القضیة اشارة الی التوکل وعدم المبالغة فی الاسباب وقد غفل عنها ارباب المعالجة من الاصحاب واللہ اعلم بالصواب

(شرح الشفاء-۲-۳۳۸)

میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا یہ ظن درست تھا اگر صحابہ آپ ﷺ کے فرمان اقدس پر ثابت قدم رہتے تو اس فن میں فوقیت لے جاتے اور ان سے اس پیوند کاری کا بوجھ ختم ہو جاتا تو تبدیلی و کمی کا وقوع بسبب اجراء عادت ہوا، کیا تم جانتے نہیں جو آدمی کسی شے کے کھانے یا پینے کی عادت بنا لے تو اس کے نہ ملنے پر پریشان ہو جاتا ہے اور اگر اسے وہ نہ ملے تو عادت بدل جاتی ہے تو اگر صحابہ اس نقصان پر سال دو سال صبر کر لیتے تو پہلی حالت کی طرح کھجور کا حصول شروع ہو جاتا بلکہ قدر معمول سے بڑھ جاتیں، اس واقعہ میں توکل اور اسباب پر عدم مبالغہ کا درس تھا لیکن اس سے پیوند کاری کرنے والوں نے غفلت سے کام لیا۔

چوتھی عبارت مولانا نے امام خفاجی کی نقل کی ہے

۴- فانما انا بشر مثلکم فقدری رایاً والامر بخلافه فی الدنیا فلا یجب اتباعه (ازالہ،۹۳)

تو بس میری کیفیت تمہاری طرح ایک بشر کی سی ہے کبھی میں ان امور دنیا میں ایک رائے قائم کرتا ہوں اور معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے لہذا اس باب میں میری رائے کی پیروی کرنا ضروری نہیں ہے۔

تجزیہ

حالانکہ یہ عبارت متن کی تشریح میں لائے ہیں، بعد از تحقیق ان کا جو موقف ہے اسے سامنے لانا مولانا موصوف کے لئے ضروری تھا۔ آیئے امام خفاجی کی کچھ عبارات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

۱- امور دنیا کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شاذ و نادر عدم توجہ کی وجہ سے بعض اوقات علم نہیں ہوتا ورنہ

سلامة عقله ﷺ و شدة حذقه تقتضی انه اعلم الناس بامور دنیاهم (نسیم الریاض-۵-۴۵)

حضور ﷺ کی کامل عقل اور شدت ذہانت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ امور دنیا میں بھی تمام لوگوں سے زیادہ ماہر ہوں

۲- اس سے تھوڑا آگے لکھا

وهو ﷺ لا یرید حرث الدنیا ولا یشغل بها خاطره مع ذلک ما وقع عنه عدم العلم بها الا

رسول اللہ ﷺ دنیا نہیں چاہتے اور نہ آپ کا دل اقدس اس میں مشغول ہوا اس کے باوجود نادر طور پر عدم علم

نادراً لا فی کثیر من امورھا

(نسیم الریاض-٥-٤٦)

ہے نہ کہ کثیر امور دنیا میں

قاضی عیاض مالکی کی عبارت ہے

وقد تواتر النقل عنه ﷺ من المعرفة بامور الدنیا ومعرفة دقائق مصالحھا وسیاسة فرق اھلھا ما ھو معجز

(الشفاء-١٨٥٢)

آپ ﷺ کا معرفت امور دنیا، اس کے مصالح کے دقائق کی معرفت اور مختلف اہل تدبیر کی سیاست کا ماہر ہونا تواتر سے ثابت اور انسانی عقل سے ماوراء ہے۔

٣- اس کی شرح میں اس پر دلیل کے طور پر امام خفاجی نے لکھا

لانه ﷺ لما فوض الله تعالیٰ له الامانة العظمیٰ علی جمیع الخلق والحکم بینھم ودعوتھم لطاعته لزمه ان یعلم جمیع احوال الناس دنیویة ودینیة لیتم امره ویتأتی له ما امر به فلا یخفی علیه الا امور قلیلة لا یضره عدم العلم بھا ولذا کان ﷺ یحکم بالسلطنة والقضاء والفتویٰ کما فصلوه

(نسیم الریاض،٦-٤٦)

اس لئے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر امانت عظمیٰ، ان کے درمیان فیصل اور انہیں دعوت کی ذمہ داری سپرد کی تو لازم ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کے احوال سے آگاہ ہوں خواہ وہ دنیاوی ہیں یا دینی تا کہ آپ ﷺ کا معاملہ کامل ہو اور ہر حکم کا حصول ہو سکے تو آپ ﷺ پر قلیل امور مخفی ہوں گے اور ان کا عدم علم نقصان دہ نہیں (کیونکہ نادر کا اعتبار نہیں) یہی وجہ ہے آپ ﷺ بحیثیت حاکم و قاضی اور مفتی فیصلہ فرمایا

کرتے جس کی تفصیل اہل علم نے کی۔

ان کے الفاظ "لزم ان یعلم جمیع احوال الناس دنیویة و دینیة" کیا یہ بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ دنیاوی امور سے آگاہ نہیں تھے؟

۴۔ قاضی عیاض مالکی کی عبارت

ان قلوب الانبیاء قد احتوت من المعرفة والعلم بامور الدین والدنیا مالا شئ فوقه (الشفاء-۲-۱۱۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام کے دل امور دین و دنیا کی معرفت و علم سے اس قدر معمور ہوتے ہیں کہ اس سے آگے کا تصور ہی نہیں

کے تحت امور الدین و الدنیا کی تفسیر ان الفاظ سے کی

جزئیاتها و کلیاتها (نسیم الریاض، ۵-۲۱۷)

خواہ وہ امور جزئیات ہیں یا کلیات

خصوصاً امام موصوف نے جو کچھ حدیث تابیر نخل کے تحت لکھا وہ سامنے لانا نہایت ضروری ہے۔

۱۔ لکھتے ہیں اگر کسی معاملہ سے نادر طور پر عدم معرفت ہے تو اس سے عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا اور یہ خلاف واقع کی خبر بھی نہیں

لان جل همته ﷺ امور الاخرة والشرائع وقوانینها

کیونکہ آپ ﷺ کی کامل توجہ امور آخرت، شرائع اور ان کے قوانین کی طرف ہوتی ہے

۲۔ دوسرے الفاظ میں حدیث "لولم تفعلوا کان خبرا" کے تحت رقم طراز ہیں۔

اشار بہ علیھم بناءً علی رأیہ ﷺ فی ترک الاسباب الظاھرۃ والنظر لمسببھا کما ھو داب الکمل ولو کان اعتقادھم و اعتمادھم علی اللہ مثلہ ﷺ لم یتخلف ذلک

اس سے آپ ﷺ نے انہیں اپنے اس طریق کی طرف متوجہ کیا کہ اسباب ظاہرہ ترک کر کے اس کے مسبب پر نظر رکھو جو کاملین کا طریقہ ہے اگر صحابہ کا اعتماد و اعتقاد اللہ تعالیٰ پر آپ ﷺ کی طرح ہو جاتا تو پھل کم نہ ہوتا۔

اس پر الفاظ حدیث سے تائید لائے

ولذا فوض ﷺ لھم امر دنیاھم نظراً لقلوبھم

(نسیم الریاض، ۵-۳۰۱)

اور اسی لئے آپ ﷺ نے ان کی دنیا کا معاملہ ان کے دلوں کی حالت کے پیش نظر انہی کے سپرد کر دیا۔

اگر اس قدر واضح عبارات اور موقف کے بعد بھی امام خفاجی مخالفین کے ساتھ ہیں تو اسے اندھیر نگری ہی کہا جا سکتا ہے۔

۵۔ موصوف اپنے موقف پر پانچویں عبارت امام نووی کی لائے کہ

قالوا ورأیہ ﷺ فی امور المعاش وظنہ کغیرہ فلا یمتنع مثل ھذا ولا نقص فی ذلک وسببہ تعلق ھممھم بالاخرۃ ومعارفھا

(ازالہ، ۹۳)

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ امور معیشت میں نبی کریم ﷺ کی ذاتی رائے دوسرے انسانوں کی طرح ہے سو اس کے وقوع میں کوئی امتناع نہیں اور اس کی وجہ سے آپ کے مرتبہ عظیمہ میں کوئی نقص نہیں آتا، کیونکہ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ والوں کی تمام تر توجہ آخرت و معارف آخرت کی طرف ہوتی ہے۔

امام نووی کی عبارت کے یہ الفاظ "وسببه تعلق هممهم بالاخرة" (کہ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ والوں کی تمام تر توجہ آخرت اور معارف آخرت کی طرف ہوتی ہے) مولانا کی تائید کر رہے ہیں یا ہماری؟

کسی بھی منصف کے سامنے رکھ کر سوال کر لیجئے انشاء اللہ العزیز ہماری ہی تائید ہوگی کیونکہ ہر صاحب شعور جانتا ہے کہ عدم توجہ، عدم علم نہیں ہوتا کیونکہ علم کے باوجود عدم توجہ ہو سکتی ہے۔

٦- چھٹی عبارت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی نقل کی، اس میں بھی واضح طور پر یہ الفاظ ہیں

ودر حدیث دلالت است برانکه آنحضرت ﷺ را التفتاتی نبود بامثال ایں از امور دنیا و یه و متعلق نبود غرض وے بداں از جهت عدم تعلق سعادت دنیا و آخرت بداں و اهتمام وے نبور مگربه بیاں امور متعلق بدین	اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دنیاوی امور کی طرف کوئی توجہ نہ تھی اور آپ کی غرض ان دنیوی امور سے اس لئے متعلق نہ تھی کہ ان کا تعلق سعادت دنیا و آخرت کے ساتھ نہ تھا اور آپ تو صرف ان امور کا اہتمام فرمایا کرتے تھے جو دین سے متعلق ہوتے ہیں۔

(ازالہ-٩٤)

اس میں بھی عدم توجہ اور عدم مقصود کا تذکرہ ہے نہ کہ عدم علم کا۔

اور اگر شیخ کی اگلی یہ عبارت بھی ساتھ ذکر کر دیتے جو انہوں نے خود ازالہ کے ص ٩٦ پر لکھی ہے تو بات نہایت آشکار ہو جاتی، عبارت مع ترجمہ پڑھیے

والتفاتے بداں نیست والا آنحضرت ﷺ داناتر است از ہمہ در ہمہ کارہائے دنیا و آخرت
(اشعۃ اللمعات، ۱=۱۷۰)

چونکہ دنیوی امور کی طرف آپ ﷺ کی توجہ نہ تھی اس لئے آپ نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیا کم ورنہ آنحضرت ﷺ دنیا و آخرت کے سب کاموں میں سب سے زیادہ دانا (جاننے والے) اور زیرک تھے۔

شیخ تو یہ اعلان کر رہے ہیں کہ اس موقعہ پر توجہ نہ تھی ورنہ آپ ﷺ دین و دنیا دونوں کے تمام معاملات میں تمام کائنات سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ لیکن اس کا کیا علاج، کمی نظر آتی ہے شان نظر نہیں آتی؟

۷۔ مولانا موصوف نے ساتویں عبارت قاضی عیاض مالکی کی نقل کی

فاما ما تعلق منها بامر الدنيا فلا يشترط في حق الانبياء العصمة من عدم معرفة الانبياء ببعضها او اعتقادها على خلاف ما هي عليه ولا وصم عليهم فيه اذ همتهم متعلقة بالاخرة وانبائها وامر الشريعة وقوانينها وامور الدنيا تضادها بخلاف غيرهم من اهل الدنيا الذين يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا وهم

بہرحال وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی امور سے ہو سو ان میں سے بعض کے نہ جاننے سے اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قائم کر لینے سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے اور ان امور کے نہ جاننے کی وجہ سے ان پر کوئی دھبہ نہیں آتا کیونکہ ان کی تمام تربیت اور توجہ آخرت اور اس کی خبروں اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق

عن الاخرۃ هم غافلون

(الشفاء، ۲، ۴=۲۵۴)

(ازالہ-۹۴)

ہے اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں بخلاف اور اہل دنیا کے جو اس دنیاوی زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں

نہ معلوم مولانا کس بنیاد پر یہ عبارت اپنے مدعا پر پیش کر رہے ہیں، اس میں صاف لکھا ہے عدم معرفة الانبیاء ببعضها (کچھ امور کی عدم معرفت) پھر اس کی وجہ نہایت ہی آشکار طور پر لکھ دی

اذ همتهم متعلقة بالاخرة

کہ ان کی توجہ آخرت سے متعلق ہوتی ہے۔

تو یہاں بھی معاملہ نادراً بعض امور کا عدم توجہ کی وجہ سے ہے۔ یہ تو کہیں نہیں کہ آپ ﷺ امور دنیا جانتے ہی نہیں۔

پھر اگلی یہ عبارت بھی اگر موصوف نقل کر دیتے تو معاملہ اور آشکار ہو جاتا

لکنه لایقال انهم لا یعلمون شیئا من امور الدنیا فان ذلک یؤدی الی الغفلة والبله وهم المنزهون عنه بل قد ارسلوا الی اهل الدنیا وقلدوا سیاستهم وهدایتهم والنظر فی مصالح دینهم ودنیاهم وهذا لایکون مع عدم العلم بامور الدنیا بالکلیة وسیرهم فی هذا

لیکن یوں کہنا درست نہیں کہ وہ امور دنیا جانتے ہی نہیں کیونکہ ایسی بات ان کے غافل و دیوانہ ہونے پر دال ہے اور وہ اس سے منزہ ہیں بلکہ انہیں اہل دنیا کی طرف مبعوث ہی اس لئے کیا گیا کہ لوگ ان کی تدابیر و ہدایات کی تقلید کریں اور وہ لوگوں کے دین و دنیا کو سنواریں اور ایسا عمل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ امور دنیا

الباب معلومة ومعرفتهم واحوال الانبياء بذلك مشهورة (الشفاء ۲، ۱۱۵)	کا علم نہ رکھتے ہوں، حضرات انبیاء علیہم السلام کے احوال، ان کی سیرتیں اور ان کا اس بارے میں علم مسلم اور معروف ومشہور ہے۔

اگر آپ ﷺ امور دنیا سے آگاہ نہیں تو پھر قاضی عیاض مالکی کی ان درج ذیل عبارات کا معنی کیا ہے؟

۱ – وقد تواتر النقل عنه ﷺ من المعرفة بامور الدنيا ودقائق مصالحها وسياسة فرق اهلها ماهو معجز فى البشر (الشفاء-۲-۱۸۵)	آپ ﷺ سے تواتر سے ثابت ہے کہ آپ امور دنیا، اس کے مصالح کے دقائق اور اہل تدبیر کے مختلف ہونے کے باوجود اس قدر ماہر تھے کہ انسان اس سے عاجز ہے۔
۲ – ان قلوب الانبياء قد احتوت من المعرفة والعلم بامور الدين والدنيا ما لا شئى فوقه (ايضاً-۲-۱۱۵)	حضرات انبیاء علیہم السلام کے دل امور دنیا و دین سے اس قدر معمور ہوتے ہیں کہ اس سے آگے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا کی ہی نقل کردہ تصریحات وعبارات نے ہم پر آشکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ علوم دنیا کے بھی ماہر ہیں اگر ان میں سے کسی معاملہ کی طرف عدم توجہ کی وجہ سے عدم معرفت سامنے آئے تو یوں کہا جائے کہ آپ ﷺ اس طرف متوجہ نہیں ہوئے ورنہ بصورت توجہ آپ ﷺ سب جانتے ہیں۔

اس سے یہ بھی آشکار ہو گیا کہ اگر کسی نے ان بعض کے عدم علم کو رسول اللہ ﷺ کا کمال قرار دیا ہے تو اس کا معنی بھی یہی ہوگا کہ آپ ﷺ نے اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی۔

عقائد دیوبند میں فتویٰ

کتاب عقائد دیوبند میں سوال نمبر ۱۹ کے جواب میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کا یہ فتویٰ بھی اسی بات کی تائید کر رہا ہے

ان النبی ﷺ اعلم الخلق علی الاطلاق بالعلوم والحکمة والاسرار وغیرھا من ملکوت الافاق ونتیقن ان من قال ان فلانا اعلم من النبی ﷺ فقد کفر وقد افتی مشائخنا بتکفیر من قال ان ابلیس اللعین اعلم من النبی ﷺ فکیف یمکن ان توجد ھذه المسئلة فی تالیف من کتبنا غیر انه غیبوبة بعض الحوادث الجزئیة الحقیرة عن النبی ﷺ لعدم التفاته الیه لاتورث نقصاً ما فی اعلمیته علیه السلام بعد ما ثبت انه اعلم الخلق بالعلوم الشریفة الأیقة لمنصبه الاعلی

نبی ﷺ علوم، حکمت اور دیگر آفاقی و ملکوتی اسرار جاننے میں مطلقاً تمام مخلوقات سے بڑھ کر ہیں اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو کہے فلاں، نبی ﷺ سے زیادہ علم والا ہے وہ کافر ہے، ہمارے اساتذہ نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا جو کہے ابلیس لعنتی، نبی علیہ السلام سے زیادہ علم والا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ اس طرح کا مسئلہ ہماری کسی کتاب میں ہو، ہاں بعض جزئی حقیر واقعات کا ان کی طرف آپ کی توجہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ کا نہ جاننا کوئی نقص و عیب نہیں بلکہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ اپنے اعلیٰ منصب کے لائق اعلیٰ علوم میں تمام سے زیادہ جاننے والے ہیں

(عقائد دیوبند اور حسام الحرمین، ۲۳۸)

انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور نہیں جانتے بلکہ انہوں نے دینی و دنیاوی تمام علوم میں آپ ﷺ کی فوقیت تسلیم کی ہے۔ اگر بعض جزئی حقیر اشیاء کا عدم توجہ کی وجہ سے علم نہ ہو تو یہ کوئی عیب نہیں۔ یہی ہمارا موقف ہے۔

فصل

۳۔ اگر صحابہ خاموش رہتے

چند احادیث و واقعات

دوسرا واقعہ

کیا تو نے اسے نچوڑا ہے؟

اگر تو وزن نہ کرتا

اگر صحابہ خاموش رہتے

اکثر اہل علم نے اس روایت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر صحابہ کرام خاموش رہتے اور آپ ﷺ کے مشورہ پر عمل کرتے تو پھلوں کی کمی کا ازالہ ہو جاتا اور ہر سال سے بڑھ کر پھل حاصل ہوتا چونکہ صحابہ نے اس معاملہ میں جلدی سے کام لیا تو وہ اس خصوصی رحمت کو پا نہ سکے۔ اس کی تائید میں انہوں نے احادیث مبارکہ ذکر کیں کہ وہاں بھی اسی طرح کا معاملہ پیش آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم خاموشی اختیار کرتے تو رحمت خصوصی پا لیتے۔

چند احادیث و واقعات

۱۔ مسند احمد میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے ہے، مجھے کسی نے بکری تحفۃً پیش کی وہ پک رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا ابو رافع یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کسی نے بکری بطور ہدیہ دی ہے میں اسے پکا رہا ہوں۔ فرمایا ابو رافع اس کی دستی لاؤ، میں نے دستی پیش کی پھر فرمایا اس کی دستی لاؤ، میں نے پیش کی، فرمایا

نا ولنی الذراع الاخر — مجھے اور دستی لا کر دو۔

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا بکری کی صرف دو دستیاں ہی نہیں ہوتیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

لو سکت لنا ولتنی ذراعاً فذراعاً ما دعوت بہ — اگر تم خاموش رہتے تو جب تک میں دستی طلب کرتا رہتا تو ویسے تم دستیاں دیے جاتے۔

(مسند احمد، ۶-۳۹۲)

دوسرا واقعہ

امام دارمی اور ترمذی نے حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا میں نے آپ ﷺ کے لئے بکری کا گوشت تیار کیا چونکہ آپ ﷺ اس کا گوشت پسند فرمایا کرتے۔ میں نے دستی پیش کی فرمایا اور لاؤ، میں نے دوسری پیش کی، فرمایا اور دستی لاؤ، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ

وکم للشاۃ من ذراع؟ بکری کی کتنی دستیاں ہوتی ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الذی نفسی بیدہ لو سکت لنا ولتنی الذراع ما دعوت

قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم خاموش رہتے تو تم دستی دیتے رہتے جب تک میں طلب کرتا رہتا۔

امام زرقانی اس کے تحت لکھتے ہیں

فھی قصۃ اخریٰ لاختلاف المخرج المناول

یہ واقعہ اور ہے کیونکہ دستی پکڑانے والا یہاں اور ہے

(زرقانی علی المواہب-۶-۱۷۵)

حضرت ابوعبید کے الفاظ

وکان یعجبہ الذراع فنا ولتہ الذراع

رسول اللہ ﷺ کو دستی پسند تھی تو میں نے دستی کا گوشت پیش کیا

کی شرح میں لکھا

بلا طلب لعلمہ انہ یعجبہ وذلک لا ینا فی طلبہ فی

یعنی طلب کے بغیر پیش کیا کیونکہ آپ ﷺ کی پسندیدگی کا انہیں علم تھا اور

حدیث ابی رافع لا نھما قصتان (ایضاً-۶-۱۷)

یہ واقعہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے منافی و مخالف نہیں کہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے دستی طلب فرمائی کیونکہ واقعات ہی دو ہیں

کیا تو نے اسے نچوڑا ہے؟

۱- صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے حضرت اُم مالک انصاریہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گھی ہدیہ پیش کیا کرتیں، ان کے بچوں نے گھی کا مطالبہ کیا تو ان کے پاس کچھ نہ تھا

فتعمد الی الذی کانت تھدی فیہ للنبی ﷺ فتجد فیہ سمنا فما زال یقیم لھا آدم بیتھا حتی عصرتہ

تو اس برتن کو ٹٹولا جس میں رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ بھیجا کرتی تھیں تو اس میں گھی موجود پایا تو ہمیشہ اس سے گھی حاصل کرتیں یہاں تک کہ انہوں نے اسے نچوڑ دیا۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا تو فرمایا

عصرتیھا فقالت نعم فرمایا

تم نے اسے نچوڑا ہے؟ عرض کیا، ہاں

لو ترکتیھا ما زال قائماً (مسلم، کتاب الفضائل)

کاش تم نہ نچوڑتیں تو اس میں ہمیشہ گھی رہتا۔

۲-اگر تو وزن نہ کرتا

امام مسلم نے ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، ایک آدمی نے آپ

ﷺ سے طعام طلب کیا، آپ نے اسے نصف وسق جو عطا کئے

فما زال الرجل یأکل منه وامرأته وضیفهما حتی کاله

وہ صحابی اس سے خود، ان کی بیوی اور مہمان کھاتے، یہاں تک کہ انہوں نے اس کا وزن کر دیا

تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا وہ ختم ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لو لم تکله لا کلتم منه و لقام لکم

کاش تم اس کا وزن نہ کرتے تم اس سے کھاتے رہتے اور وہ تمہارے لئے باقی رہتا۔

(مسلم، کتاب الفضائل)

ان واقعات کے تحت اہل علم نے جو کچھ لکھا وہ قابل مطالعہ ہے اور اس سے کئی مسائل کا حل نکل آتا ہے۔

۱۔ امام نووی (ت-۶۷۶) لکھتے ہیں

فی حدیث المرأة انها حین عصرت العکة ذهبت برکة السمن وفی حدیث الرجل حین کال الشعیر فنیٰ و مثله حدیث عائشة حین کالت الشعیر ففنیٰ، قال العلماء الحکمة فی ذلک ان عصرها و کیله مضاد للتسلیم والتوکل علی رزق الله تعالیٰ ویتضمن

خاتون والی روایت میں ہے جب انہوں نے کپی کو نچوڑ دیا تو گھی میں برکت ختم ہو گئی، اس مرد کی حدیث میں ہے کہ اس نے جو کا وزن کیا تو وہ ختم ہو گئے، اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بھی وزن کیا تو جو ختم ہو گئے، علماء نے اس کی حکمت یہ بیان کی کہ برتن کا نچوڑنا اور جو کا وزن کرنا، اللہ تعالیٰ کے

التدبير والاخذ بالحول والقوة وتكلف الاحاطة باسرار حكم الله تعالىٰ وفضله فعوقب فاعله بزواله

(شرح مسلم، ۴-۲۴۶)

عطاء رزق پر توکل و رضا کے مخالف و متضاد ہے اور یہ اپنی تدبیر، قوت و طاقت پر بھروسہ اور اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور اس کے فضل کے اسرار کے درپے ہونا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو زوال نعمت کی صورت میں سزا دی۔

امام زرقانی "و لو سکت لنا و لتنی ذراعا" کے تحت لکھتے ہیں

ای مدة سكوتك لانه سبحانه يخلق فيها ذراعاً فذراعاً معجزة له ﷺ فحملت المناول عجتله المركبة في الانسان على قوله انما للشاة ذراعان فانقطع المدد لانه كان مدد الكريم سبحانه اكراماً لخلاصة خلقه فلو تلقاه المناول بالادب ساكتاً مصغياً الى ذلك لعجب لكان شكراً منه مقتضياً لتشريفه باجراء هذا المدد على يديه لكنه تلقاه بصورة الانكار فرجع الكرم مولياً لما

یعنی تم اپنی مدت خاموشی تک دستی دیتے رہتے اس لئے کہ اللہ سبحانہ حضور ﷺ کے لئے بطور معجزہ دستی در دستی پیدا فرما دیتا لیکن دستی دینے والے کی طبع انسانی نے اسے جلد ہی کہنے کی طرف متوجہ کر دیا کہ بکری کی دو ہی دستیاں ہوا کرتی ہیں تو مدد ختم ہو گئی کیونکہ کریم سبحانہ کی مدد اپنے منتخب بندے کے لئے تھی اگر پکڑانے والا ادب کرتے ہوئے خاموش ہو کر لاتا رہتا تو یہ خوب ہوتا اور یہ اس کی طرف سے اس پر شکر ہوتا کہ یہ آپ ﷺ کی عزت کا صدور اس کے ہاتھوں پر ہوا مگر اس سے صورت انکار کا صدور

لم یجد قائلاً اذ لا یلیق لمشاهدة هذه المعجزة العظیمة اذفی مشهودها نوع تشریف للمطلع علیها الامن کمل تسلیمه ولم یبق فیه ادنی حظ ولا ارادة
(زرقانی علی المواہب-۶-۱۷۵)

ہوا تو کرم لوٹ گیا جب اس نے قائل نہ پایا کیونکہ اس عظیم معجزہ کے مشاہدہ کے لائق نہ تھا کیونکہ اس کے مشاہدہ میں اطلاع پانے کے لئے بھی ایک کرامت ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو رضا و تسلیم میں کامل ہوں اور ان میں ادنیٰ بھی ارادہ و مرضی نہ ہو۔

دوسری روایت کے الفاظ ''لو سکت لنا و لتنی'' کے تحت ان کے الفاظ ہیں

ای مدة طلبه منک لانه یخلق الله معجزة لی لکنک لم تسکت فمنعت رؤیة تلک المعجزة التی فیها نوع تشریف لمشاهدها لانه لا یلیق الا بکامل التسلیم الذی لا یستفهم ولا یتعجب ولا یستبعد بان یناول باناة وسعة صدور حیاء حتی ینظر ما یکون
(زرقانی، ۶-۱۷۵)

یعنی میری مدت طلب تک تم دیتے رہتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اسے بطور معجزہ پیدا کیا لیکن جب تم خاموش نہ رہے تو اس معجزہ کو دکھانے سے روک دیا گیا کیونکہ اس کا مشاہدہ بھی کرامت ہے اور یہ اس کامل تسلیم والے کے لئے ہے جو نہ سوال کرے نہ حیران ہو اور نہ اسے بعید محسوس کرے بایں طور کہ وہ تسلی اور شرح صدر سے لاتا رہے حتی کہ وہ اس منظر کو دیکھ پاتا۔

حضرت ملا علی قاری (ت ۱۰۱۴ھ) اس ارشاد نبوی کی تشریح کرتے ہیں

(لنا ولتني الذراع) اى واحد
بعد واحد (مادعوت) اى مدة
ما طلبت الزراع لان الله
سبحانه و تعالىٰ كان يخلق فيها
ذراعاً بعد ذراع معجزة و كرامة
له ﷺ وشرف و كرم- قيل
وانما منع كلامه تلك
المعجزة لانه شغل النبى ﷺ
عن التوجه الى ربه بالتوجه اليه
او الى جواب سواله فان الغالب
ان خارق العادة يكون فى حالة
الفناء للانبياء والاولياء وعدم
الشعور عن السواء حتى فى
تلك الحالة لا يعرفون
انفسهم فكيف فى حال غيرهم
وهذا معنى الحديث القدسى
اوليائى تحت قبائى لا يعرفهم
غيرى- واليه الاشارة ورد من
الحديث النبوى ، لى مع الله
وقت لا يسعنى فيه ملك
مقرب ولا نبى مرسل هذا وقد
روى الحديث احمد عن ابى

اگر تم اسے بعید سمجھنے سے خاموش رہتے
اور میرے حکم پر عمل کرتے ہوئے یکے
بعد دیگرے دستی لاتے رہتے جب
تک میں دستی لانے کا کہتا کیونکہ اللہ
سبحانہ وتعالیٰ آپ ﷺ کے لئے
بطور شرف و معجزہ دستیاں پیدا فرما دیتا
لیکن صحابی کی گفتگو اس معجزہ کے صدور
میں رکاوٹ بن گئی کیونکہ اس نے
رسول اللہ ﷺ کی توجہ اپنے رب کی
طرف سے ہٹا کر اپنے سوال کے
جواب کی طرف مبذول کر لی، کیونکہ
غالب یہ ہے کہ خارق عادت انبیاء و
اولیاء کے لئے حالت فنا اور ماسوا سے
عدم شعور میں ہوتی ہے- حتیٰ کہ وہ اس
حالت میں اپنے آپ کو نہیں پہچانتے
چہ جائیکہ وہ دوسروں کے احوال سے
آگاہ ہوں- اس حدیث قدسی کا یہی
معنی ہے کہ میرے دوست میری قبا
کے نیچے ہوتے ہیں اور وہ میرے سوا
کسی کو نہیں جانتے - اس طرف اس
حدیث نبوی میں اشارہ ہے کہ کبھی اللہ
تعالیٰ کے ساتھ میرا وقت ایسا ہوتا ہے

رافع ایضاً ولفظه انه اهديت له شاة فجعلها في قدر فدخل ﷺ فقال ما هذا قال شاة اهديت لنا قال ناولني الذراع فناولته ثم قال ناولني الذراع الآخر فناولته فقال ناولني الذراع الاخر فقلت يا رسول الله انما للشاة ذراعان فقال ﷺ اما انک لو سکت لنا ولتني ذراعاً فذراعاً ما سكت الحديث والظاهر ان القضية متعددة

کہ اس میں نہ کسی ملک مقرب کی گنجائش ہوتی ہے نہ کسی نبی مرسل کی، اس روایت کو امام احمد نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا اور اس کے الفاظ یہ ہیں........ ظاہر یہی ہے کہ یہ واقعات متعدد ہیں

(جمع الوسائل، باب ماجاء فی اوام رسول اللہ)

امام عبدالرؤف مناوی (ت ۱۰۰۳ھ) نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے۔

طلبت ای مدة دوام طلبه لانه سبحانه يخلق فيها ذراعاً بعد ذراع معجزة للمصطفیٰ فحملته عجلة النفس المركبة في النوع الانساني على ان قال ما قال فانقطع المدد لان ذلک انما کان من مدده

تم لاتے رہتے جب تک میں طلب کرتا رہتا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس میں مصطفیٰ ﷺ کے لئے معجزہ کے طور پر مسلسل دستی پیدا فرما دیتا صحابی نے انسانی عجلت وجلدی کی وجہ سے کہہ دیا جو سامنے ہے تو مدد کا انقطاع ہوگیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

الكريم سبحانه اكراماً خلاصة خلقه فلو تلقاه المناول بالادب و صمت مصغياً الى ذلك العجب لكان ذلك شكراً منه متقضياً لتشريفه باجراء هذا المزيد عليه ولم ينقطع هذا المدد لديه لكنه تلقاه بالاعتراض فيرجع الكرم مولياً لما لم يجدله قائلا فكان اللائق ان يناوله بتؤدة واناة وسعة صدر و حياء حتى ينظر ماذا يكون فلما عجل وعارض تلك المعجزة برأيه مع خشونة قوية منعه الاعتراض الغير اللائق به عن مشاهدة هذه المعجزة العظمىٰ والكرامة الفخمى التي لا تناسب الا من كمل تسليمه حتى لم يبق فيه ادنى حظ ولا ارادة

(شرح الشمائل، باب ما جاء فی ادام رسول اللہ)

اپنے منتخب نبی کے لئے خصوصی مدد و کرم تھا اگر دستی دینے والا ادب اور اس کرم کی طرف متوجہ رہتا تو یہ اس کی طرف سے شکر اور اس اضافہ کے اجر کا اکرام ہوتا، تو یہ مدد ساقط نہ ہوتی لیکن دینے والا اس پر معترض ہو گیا تو کرم نے اعراض کر لیا۔ جب اس کا قائل نہ پایا تو اس کے لائق یہی تھا کہ وہ آرام، تسلی شرح صدر و حیا سے دیتے رہتے تاکہ وہ خوب منظر دیکھ پاتے جب انہوں نے جلدی سے کام لیتے ہوئے اپنی رائے سے معجزہ سے تعارض کیا اور خوب سختی سے کام لیا تو اس اعتراض نامناسب نے معجزہ مصطفیٰ اور کرامت عظمیٰ کے مشاہدہ سے محروم کر دیا جو انہی کے مناسب ہے جو تسلیم کامل رکھتے ہوں اور اس میں اپنا تھوڑا سا بھی ارادہ و حصہ تصور نہ کرتے ہوں۔

فصل

۴۔ درس توکل
مسبّب خالق پر نظر

درس توکل

بعض اہل علم نے جواباً کہا کہ اس ارشاد مبارک سے مقصود صحابہ کے لئے درس توکل تھا اگر وہ اس پر قائم رہتے تو معاملہ آئندہ کے لئے آسان ہو جاتا

۱- امام احمد خفاجی (ت-۱۰۶۹) نے اسی حکمت کو ان الفاظ میں ذکر کیا

اشار به علیهم بناء علی دابه ﷺ فی ترک الاسباب الظاهرة والنظر لمسببها کما هو داب الکمل ولو کان اعتقادهم واعتمادهم علی الله مثله ﷺ لم یتخلف ذلک
(نسیم الریاض، ۵-۳۰۱)

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو ترک اسباب ظاہرہ اور ان کے مسبب و خالق پر نظر رکھنے کی تعلیم دی جو کہ کاملین کا طریقہ ہے اگر صحابہ کا اعتقاد اور اعتماد رسول اللہ ﷺ کی طرح ہو جاتا تو کھجوروں میں کمی واقع نہ ہوتی۔

اس پر تائید لاتے ہوئے فرمایا

ولذا فوض لهم ﷺ امر دنیاهم نظراً لقلوبهم
(نسیم الریاض، ۵-۳۰۱)

اسی لئے آپ ﷺ نے ان کے دلوں کی حالت دیکھتے ہوئے ان کی دنیا کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا۔

۲- حضرت ملا علی قاری (ت-۱۰۱۴) شیخ محمد سنوسی کے حوالہ سے رقم طراز ہیں۔

اراد انه یحملهم علی خرق العوائد فی ذلک الی باب التوکل واما هنا لک فلم

رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ میں خلاف عادت صحابہ کو درس توکل کا ارادہ فرمایا لیکن جب وہ یہاں اس

یمتثلوا فقال انتم اعرف بدنیاکم ولو امتثلوا وتحملوا فی سنة وسنتین لکفوا امر هذه المحنة	طرف نہ آئے تو فرمایا تم اپنی دنیا کو بہتر جانتے ہو۔ اگر وہ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے سال دو سال صبر سے کام لیتے تو اس مشقت سے ان کی جان چھوٹ جاتی۔

اس پر ملا علی قاری کہتے ہیں

وهو فی غایة من اللطافة (شرح الشفاء، ۱-۲۰۷)	یہ گفتگو نہایت ہی خوبصورت ہے۔

امام احمد خفاجی نے بھی امام سنوسی سے یہ جواب نقل کیا اور لکھا

وهو فی غایة الحسن لمن تأمله (نسیم الریاض، ۴-۲۵۳)	غور کرنے والے کے لئے یہ جواب و گفتگو بہت ہی خوب ہے۔

۳- دوسرے مقام پر حدیث تابیر نخل پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا

وعندی انه علیه الصلاة والسلام اصاب ذلک الظن ولو ثبتوا علی کلامه لفاقوا فی الفن ولا رتفع عنهم کلفة المعالجة فانما وقع التغیر بحسب جریان العادة الاتریٰ ان من تعود باکل شئی او شربه یتفقده فی وقته واذا لم یجد یتغیر عن حالته فلو صبروا علی	میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا ظن درست تھا اگر صحابہ آپ ﷺ کی بات پر قائم ہو جاتے تو اس فن میں وہ کہیں آگے چلے جاتے اور وہ پیوند کاری کی مشقت سے بچ جاتے۔ یہاں کمی وتبدیلی بطور معمول و عادت آئی کیا تمہارے سامنے نہیں جو کسی کھانے یا پینے کی عادت بنا لے نہ ملنے پر وہ پریشان ہوتا ہے جب نہ

نقصان سنة وسنتين لرجع النخيل الى حاله الاول وربما انه كان يزيد على قدره المعول

ملے تو اس کی عادت بدل جاتی ہے اگر وہ سال دو سال صبر کر جاتے تو کھجوریں پہلی حالت پر آ جاتی بلکہ پہلے معمول سے بھی بڑھ جاتیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں

وفی القضية اشارة الى التوكل وعدم المبالغة فی الاسباب وقد غفل عنها ارباب المعالجة من الاصحاب والله اعلم بالصواب

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور اسباب پر زیادہ بھروسہ نہ کرنے کا درس ہے۔ لیکن اس سے پیوند لگانے والے غافل رہے

(شرح الشفاء۔۲۔۳۳۸)

۴۔ امام احمد خفاجی ایک اور مقام پر مسئلہ تابیر نخل کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اہل علم فرماتے ہیں

ان عدم علمه ﷺ بعيد فالاولى ان يقال انه ﷺ نبههم على توكل الخواص بترك الاسباب الذى هو من مقامات الانبياء دون غيرهم

آپ ﷺ کا نہ جاننا بعید ہے تو یوں کہنا اولیٰ و مناسب ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو اسباب چھوڑ کر خواص کے توکل کی طرف متوجہ کیا جو حضرات انبیاء کو حاصل ہے نہ کہ دوسروں کو۔

(نسیم الریاض۔۶۔۴۰)

مسبب و خالق پر نظر

یہی سوال شیخ احمد بن مبارک مالکی (ت-١١٥٦) نے امام عبدالعزیز دباغ سے کیا انہوں نے جو جواب دیا وہ سوال و جواب درج ذیل ہے

حضور ﷺ کی ہر بات سچی ہوتی ہے، ہر حال میں ہر بات آپ حق کہتے ہیں

سألته رضي الله عنه عن حديث تأبير النخل – الذي هو في صحيح مسلم حيث مر عليهم وهم يؤبرون النخل – فقال عليه الصلاة والسلام ما هذا؟ فقالوا : بهذا تصلح يا رسول الله فقال : لو لم تفعلوا لصلحت فلم يؤبروها فجاءت شيصاً غير صالحة فلما رآها عليه الصلاة والسلام بعد ذلك قال : ما بال هذا التمر هكذا؟ قالوا يا رسول الله قلت لنا كذا وكذا فقال ﷺ : "انتم اعلم بدنيا كم" فقال رضي الله عنه : قوله ﷺ لو لم تفعلوا لصلحت كلام حق وقول صدق وقد خرج منه هذا

تو میں نے پوچھا کہ صحیح مسلم میں کھجور کو پیوند لگانے کا جو واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار صحابہ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ کھجوروں کو پیوند لگا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کیا کر رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی اسی طرح اصلاح کی جاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تب بھی پھل اچھا آئے۔ چنانچہ صحابہ نے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق پیوند نہ لگایا جس کا نتیجہ ہوا کہ خراب قسم کی کھجور آئی، حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کھجور کو کیا ہو گیا کہ ایسی آئی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی نے ہمیں ایسا فرمایا تھا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنی

الكلام على ما عنده من الجزم واليقين بأنه تعالیٰ هو الفاعل بالاطلاق وذلک الجزم مبنی على مشاهدة سريان فعله تعالیٰ فی سائر الممکنات مباشرةً بلا واسطة ولا سبب بحیث انه لا تسکن ذرة ولا تتحرک شعرة ولا یخفق قلب ولا یضرب عرق ولا تطرف عین ولا یؤمی حاصب الا وهو تعالیٰ فاعله مباشرة من غیر واسطة وهذا امر یشاهده النبی ﷺ کما یشاهد غیره من سائر المحسوسات ولا یغیب ذلک عن نظره لا فی الیقظة ولا فی المنام لأنه ﷺ لا ینام قلبه (الذی فیه هذه المشاهدة) ولا شک أن صاحب هذه المشاهدة تطیح الأسباب من نظره ویترقی عن الایمان بالغیب الی الشهود والعیان فعنده فی قوله تبارک و تعالیٰ

دنیا بہتر جانتے ہو؟

اس کا جواب دیتے ہوئے شیخ نے فرمایا حضور ﷺ کا یہ فرمان "اگر تم پیوند نہ لگاؤ تو پھل اچھا آئے گا" بالکل حق اور سچ ہے، آپ ﷺ نے یہ بات اس جزم و یقین کی بنا پر فرمائی جو حضور ﷺ کو حاصل تھا کہ فاعل حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ جزم و یقین آپ کو یوں حاصل تھا کہ آپ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فعل تمام ممکنات میں براہ راست اور بلا سبب و واسطہ جاری و ساری ہے چنانچہ نہ کسی ذرہ کا سکون، نہ بال کو حرکت، نہ دل کو اضطراب نہ رگ میں پھڑک، نہ پلک کی کوئی جھپک نہ ابرو کا اشارہ مگر اللہ تعالیٰ بلا واسطہ اس کا فاعل ہوتا ہے، حضور ﷺ اس کا اس طرح مشاہدہ کرتے جس طرح عام لوگ محسوسات کا مشاہدہ کیا کرتے ہیں اور یہ کیفیت آپ ﷺ سے کسی حالت میں بھی غائب نہ ہوتی نہ بیداری میں اور نہ خواب میں، اس لئے کہ آپ

(والله خلقكم وما تعملون آيت ٩٦ الصافات) مشاهدة دائمة لا تغيب ويقين يناسب هذه المشاهدة وهو أن يجزم بمعنى الاية جزماً لا يخطر معه بالبال نسبة الفعل الى غيره تعالى ولو كان هذا الخاطر قدر رأس النملة ولا شك ان الجزم الذى الذى يكون على هذه الصفة تخرق به العوائد وتنفعل به الاشياء وهو سر الله تعالىٰ الذى لا يبقى معه سبب ولا واسطة فصاحب هذا المقام اذا اشار الى سقوط الاسباب ونسبة الفعل الى رب الارباب كان قوله حقاً وكلامه صدقاً واما صاحب الايمان بالغيب فليس عنده ى قوله تعالىٰ (والله خلقكم وما تعملون) مشاهدة بل انما يشاهد نسبة الافعال الى من ظهرت على يده ولا يجذبه الى

ﷺ کا قلب جس میں یہ مشاہدہ تھا، سوتا نہ تھا جاگتا تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ جس ہستی کو اس کی نگاہ سے تمام اسباب ختم ہو جائیں گے اور وہ ایمان بالغیب سے ترقی کر کے شہود و عیان تک جا پہنچی ہوتی ہے لہذا اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان واللہ خلقکم وما تعملون مشاہدہ دائمی ہوگا جو نظر سے کبھی اوجھل نہ ہوگا اور وہ یقینی نصیب ہوگا جو اس مشاہدہ کے مناسب ہے اسے اس آیت کے معنی پر اس قدر پختہ یقین ہوگا کہ غیر اللہ کی طرف کسی فعل کے منسوب کرنے کا چیونٹی کے سر کے برابر بھی وسوسہ نہ گزرے گا اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ جس پختہ یقین کی یہ کیفیت ہو اس سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے اور اشیاء خود بخود متاثر ہونے لگتی ہیں۔ یہ ایک سر الٰہی ہے جس کے ہوتے ہوئے تمام اسباب و وسائل اٹھ جاتے ہیں لہذا جس ہستی کو یہ مقام حاصل ہو اگر وہ اسباب کے ساقط ہونے اور رب

معنى الاية ونسبة الفعل اليه تعالىٰ بالايمان الذى وهبه الله تعالىٰ له فعنده جاذبان احدهما من ربه وهو الايمان الذى يجذبه الى الحق وثانيهما من طبعه وهو مشاهدة الفعل من الغير الذى يجذبه الى الباطل فهو بين هذين الامرين دائماً لكن تارة يقوى الجاذب الايماني فتجده يستحضر معنى الاية السابقة ساعة وساعتين وتارة يقوى الجاذب الطبعي فتجده يغفل عن معناها اليوم واليومين وفي أوقات الغفلة ينتفي اليقين الخارق للسعادة فلهذا لم يقع ما أشار اليه النبي ﷺ لان اولئك النفر من الصحابة رضى الله عنهم فاتهم اليقين الخارق وقتئذ الذى اشتمل عليه باطنه ﷺ وبحسبه خرج كلامه الحق

الارباب کی طرف فعل کے منسوب ہونے کی طرف اشارہ فرمائے تو اس کا قول حق اور اس کی بات سچ ہوگی۔ مگر جس شخص کو صرف ایمان بالغیب حاصل ہو (یعنی مشاہدہ حاصل نہ ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم، اس کے نزدیک واللہ خلقکم وما تعملون میں مشاہدہ نہ ہوگا۔ اس کے نزدیک مشاہدہ یہی ہے کہ افعال کی نسبت ان کی طرف ہے جن سے یہ فعل صادر ہوتے ہیں اس کو آیت شریفہ کے معنی اور فعل کو خدا کی طرف منسوب کی جانب اس کا وہ ایمان کھینچتا ہے جو حق تعالیٰ نے اسے بخشا ہے۔ پس اس کے دو جاذب ہیں ایک جاذب خدا کی طرف سے ہے یعنی اس کا یہ ایمان جو اسے حق کی طرف کھینچتا ہے اور دوسرا اس کی اپنی طبیعت کی طرف سے یعنی اس کا یہ دیکھنا کہ یہ فعل تو بظاہر غیر اللہ سے صادر ہو رہا ہے اور یہ اسے باطل کی طرف کھینچتا

وقوله الصدق ولما علم العلة في عدم وقوع ما ذكر وعلم ان زوال تلك العلة ليس في طوقهم رضي الله عنهم أبقاهم على حالتهم وقال "انتم اعلم بامور دنيا كم"

ہے اسی لئے انہی دو باتوں میں الجھا رہتا ہے کبھی جاذب ایمانی قوی ہو جاتا ہے تو گھڑی دو گھڑی کے لئے آیت مذکورہ کا مفہوم مستحضر ہو جاتا ہے اور کبھی جاذب طبعی قوت پکڑتا ہے تو وہ آیت کے معنی سے ایک دن یا دو دن کے لئے غافل ہو جاتا ہے اور اس غفلت کے زمانہ میں وہ یقین جو خارق عادت تھا، جاتا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کا فرمودہ کہ اگر پیوند نہ بھی لگاؤ تب بھی پھل اچھا آئے گا وقوع میں نہ آیا کیونکہ وہ معجزہ نما یقین جس پر حضور ﷺ کا باطن مشتمل تھا اور جس کے مطابق آپ ﷺ سے حق اور سچی بات نکلتی تھی صحابہ کو حاصل نہ تھا لہذا جب حضور ﷺ کو علم ہو گیا کہ عمدہ کھجور پیدا نہ ہونے کا سبب یہ ہے اور یہ علم ہو گیا کہ اس کا ازالہ صحابہ کی طاقت سے باہر ہے تو ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا اور فرمایا تم اپنی دنیا کے امور سے زیادہ واقف ہو (لہذا تم اپنے دستور پر قائم رہو)

فصل

۵۔ تمام دنیاوی علم بعد میں دیا گیا

تمام دنیاوی علم بعد میں دیا گیا

رسالتمآب ﷺ کے علوم کی تکمیل، نزول قرآن کی تکمیل پر ہوئی یعنی رسول ﷺ کا علم تدریجی ہے۔ اس میں اضافہ ہوتا رہا، قرآن کا نزول مکمل ہوا تو مخلوق کے حوالہ سے آپ ﷺ کے علم کی تکمیل ہوئی۔ اس لئے اہل علم نے ایک جواب یہ دیا کہ یہ واقعہ ابتداء ہجرت کا ہے تو ممکن ہے اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کو اس چیز کا علم ابھی نہ ملا ہو اور بعد میں ملا ہو۔

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی (ت- ۱۲۷۰) نے یہی جواب دیا کہ ابھی اس کا علم آپ ﷺ کو حاصل نہ تھا یہ بعد میں عطا کر دیا گیا

واجیب بانه یحتمل ان ذلک منه ﷺ قبل نزول ما یعلم منه علیه الصلاة والسلام حال التابیر	یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ ممکن ہے یہ معاملہ تابیر نخل کے بارے میں نزول علم سے پہلے کا ہو۔

(روح المعانی-۱۴-۲۱۶)

۲۔ شارح مسند احمد شیخ حمزہ احمد زین اس بارے میں محققین کی رائے ان الفاظ میں نقل کرتے

والحدیث محل خلاف بین العلماء فقال المحققون منهم : هذا کان فی اول البعثة ثم علمه الله سبحانه وتعالیٰ کل شیء وأمره مطاع سواء کان فی شؤن الحیاة أو فی شؤن الدین ویؤیدهم انه لم یکن یعرف ماذا یفعلون فهذا دلیل	مفہوم حدیث میں علماء کا اختلاف ہے لیکن ان میں سے محققین نے کہا کہ یہ ابتدا بعثت کی بات ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر شی کا علم عطا فرما دیا اور ہر حال میں آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دے دیا خواہ اس کا تعلق معاملات دینی سے ہو یا دنیاوی

علی انہ اول الھجرۃ

(مسند احمد-۱۰-۴۹۳)

معاملات سے ہو- محققین کی بات کی تائید یہاں سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ ان کے عمل پیوند کاری تک سے آگاہ نہ تھے- جو اس پر دلیل ہے کہ یہ ابتداء ہجرت کا واقعہ ہے

یہاں ان کے یہ الفاظ نہایت ہی قابل توجہ ہیں- "یہ محققین اہل علم کا بیان کردہ مفہوم حدیث ہے-"

فصل

۶۔ یہ خبر واحد ہے

یہ خبر واحد ہے

اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ یہ روایت قرآن وسنت کی مسلمہ نصوص کے مخالف ہے۔ پیچھے تفصیل کے ساتھ گزرا ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع و اطاعت میں کسی قسم کی کوئی تقسیم روا نہیں رکھی گئی بلکہ متعدد آیات میں دنیاوی امور میں بھی آپ ﷺ کی اتباع لازم وفرض قرار دی گئی ہے۔ بقول مولانا اشرف علی تھانوی (ت-۱۳۶۲) رسول اللہ ﷺ کی امور دنیا کے علم کے انکار پر واضح نصوص موجود ہیں۔ انہوں نے چوتھا مغالطہ یوں بیان کیا ہے۔

انهم جعلوا احكام النبوة بامور الاخرة فقط وزعموا ان الامور الدنيوية لا علاقة لها بالنبوة فجعلوا انفسهم متحررين من رقبة الدين فى هذا المجال والنصوص تكذب ذلك بكل وضوح وصراحة قال الله تعالى وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم وسبب نزول الاية هو امر دنيوى

(الانتباہات المفیدہ-۱۰۹)

(مکتبہ جامعہ دارالعلوم کراچی)

کہ ان غلط لوگوں نے احکام نبوت کو فقط آخرت تک ہی محدود کر دیا ہے اور خیال یہ کرتے ہیں کہ امور دنیاوی کا نبوت سے کوئی تعلق ہی نہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو اس میدان میں دین کے قلادہ اور اتباع میں آزاد سمجھ لیا ہے حالانکہ نصوص نہایت ہی واضح انداز میں اس کی تردید وتکذیب کرتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے "کسی مومن مرد اور مومن عورت کو اپنے معاملات میں کوئی اختیار نہیں جب کسی معاملہ کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کر دیں" اس آیت کا سبب نزول دنیاوی معاملہ ہی ہے۔

جب یہ روایت تمام نصوص کے مخالف ہے اور ہے بھی خبر واحد تو اسے ترک کر دیا جائے گا- یا اس کا ایسا معنی کیا جائے جو دیگر نصوص کے موافق ہے اگر ایسا معنی نہیں کرتے تو اس کا ترک ہی ضروری ہے- تاکہ اپنوں اور پرائیوں کو دین اسلام کو ناقص قرار دینے کا موقعہ میسر نہ آسکے-

ہم تو آپ ﷺ کے دنیاوی مشورہ کو مفید ماننے کے لئے تیار نہیں حالانکہ صحابہ آپ ﷺ کی دنیاوی بات کو بھی سب سے زیادہ نفع بخش مانا کرتے-

عن اسید بن ظهير كان احدنا اذا استغنى عن ارضه اعطاه بالثلث والربع والنصف ويشترط ثلاث جداول والقصارة وما سقى الربيع وكان العيش اذ ذاك شديدا وكان يعمل فيها بالحديد وما شاء الله ويصيب منها منفعة فاتانا رافع ابن خديج فقال ان رسول الله ﷺ ينهاكم عن امر كان لكم نافعاً، وطاعة الله وطاعة رسول الله ﷺ انفع لكم، ان النبی ﷺ ينهاكم عن الحقل ويقول من استغنى عن ارضه فليمنحها اخاه او ليدع

(الفتح الربانی-۱۵-۱۱۷)

حضرت اسید بن ظہیر کا بیان ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی زمین سے بے نیاز ہوتا یا اسے کرایہ پر دینے کا ارادہ کرتا تو وہ اسے تہائی یا چوتھائی یا نصف پیداوار کی تہائی پر دوسرے کو دے دیتا اور ساتھ یہ شرط کر لیتا کہ تین نالیوں اور بڑی نالی کے کنارے کی پیداوار اس کی ہوگی، اس زمانہ میں زندگی بڑی سخت تھی، آدمی دن بھر ہل چلاتا یا دوسرا کام کرتا تب جا کر کچھ حاصل ہوتا، ایک دن حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو ایسے کام سے روک دیا ہے جو تمہارے لئے نافع تھا مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری

تمہارے لئے اس سے زیادہ نفع بخش
ہے- رسول اللہ ﷺ زمین کرایہ پر
دینے سے منع کرتے ہیں اور آپ کا
ارشاد ہے جو اپنی زمین سے بے نیاز
ہوتو وہ اپنے بھائی کو فاضل زمین مفت
دیدے یا یونہی رہنے دے-

فصل

۷۔ یہ اظہار ناراضگی ہے

یہ اظہار ناراضگی ہے

بعض اہل علم نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ ارشاد گرامی "انتم اعلم بامور دنیاکم" ناراضگی کا اظہار ہے نہ کہ بے علمی کا، ان اہل علم نے اس پر متعدد محاورات بھی پیش کیے ہیں مثلاً کوئی والد اپنے بیٹے کو اپنی اصلاح کا کہتا ہے لیکن وہ نہیں مانتا تو کہا جاتا ہے انت اعلم (تو جان تیرا کام جانے) اس کا ترجمہ عربی میں یوں کیا جاتا ہے انت وشانک اس کی تائید حدیث کے وہ الفاظ بھی کرتے ہیں جنہیں امام احمد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے جب کھجور میں کمی ہوئی اور صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو فرمایا

اذا کان شیأ من امر دنیاکم فشانکم به   جب معاملہ دنیا کا ہو تو تم جانو

(مسند احمد، مرویات عائشہ)

فتاویٰ عالمگیری اور ظہیریہ میں ہے کہ کوئی ولی کسی خاتون کا نکاح کروا کر اسے اطلاع دے اور وہ آگے سے کہے انت اعلم (تم بہتر جانتے ہو) تو یہ رضا نہیں ہوگی بلکہ یہ ناراضگی کا اظہار ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب النکاح)

فتاویٰ قاضی خاں میں امام ابو یوسف سے ہے ایک غلام نے اپنے مولی سے نکاح کی اجازت مانگی مولی کہتا ہے انت اعلم (تو بہتر جانتا ہے) تو یہ اجازت نہ ہوگی کیونکہ یہ ناراضگی کا اظہار ہے

(فتاویٰ قاضی خاں، کتاب النکاح)

اہل علم کی اس پر تصریحات موجود ہیں جب کچھ لوگوں نے یہ بات کہی کہ دنیاوی امور میں آپ ﷺ کی تصدیق خلاف واقع ہو سکتی ہے کیونکہ مسئلہ تابیر نخل میں ایسا ہی ہوا تو

اس کارد کرتے ہوئے اہل علم نے لکھا کہ

اس واقعہ میں آپ ﷺ نے اظہار ناراضگی فرمایا اور آپ ﷺ کی بات خلاف واقع ہر گز نہ تھی امام بنانی نے اس پر سوال و جواب کی صورت میں جو کچھ لکھا اس کا مطالعہ کر لیجیے۔

واستشكل قوله ﷺ لو لم تفعلوا لصلح بانه حينئذ اخبار بخلاف الواقع	اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے اگر تم پیوند کاری نہ کرو تو بہتر ہے، تو یہاں یہ بات خلاف واقع ثابت ہوئی

اس کا جواب ان الفاظ میں دیا۔

انه قد تقرر ان صلاح النخل باللقاح مثلاً من باب ربط المسببات باسبابها ولو شاء الله لصلحت الثمرة بدون اللقاح فاراد ﷺ بقوله ذالك بيان ان اللقاح سبب عادى لا تاثير له و انه تعالىٰ قادر على اصلاح الثمرة بدونه ولو شاء ذالك كان فمعنىٰ قوله لو لم تفعلوا لصلح اى حيث تعلقت المشئية الالهية بصلاحه وقوله انتم اعلم بامور دنياكم لا ينافي ذالك اشار له	یہ بات مسلمہ ہے کہ کھجور کی اصلاح وبہتری و پیوند کاری کے ساتھ اسباب کا مسبب کے ساتھ ربط ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پیوند کاری کے بغیر بھی پھل بہتر ہو جاتا آپ ﷺ کے فرمان کا مقصد یہی بیان کرنا تھا کہ پیوند کاری ایک عارضی سبب ہے اور یہ مؤثر حقیقی نہیں اور اللہ تعالیٰ پھلوں کی بہتری پر اس کے بغیر بھی قادر ہے تو اگر وہ چاہے تو یہ اس کے بغیر بھی بہتر ہو سکتے ہیں تو آپ ﷺ کے فرمان اگر تم نہ کرو تو بہتر کا مفہوم یہی ہے کہ اس کی بہتری اللہ تعالیٰ کی مشیت

الکمال فی باب الاجماع فی قول المصنف و انه قد یکون فی دنیوی

سے متعلق و مشروط ہے اور آپ ﷺ کا فرمان انتم اعلم بامور دنیاکم اس کے منافی نہیں اسی طرف امام کمال نے باب الاجماع میں مصنف کے قول قد یکون فی دنیوی کے تحت لکھا ہے

امام کمال الدین ابن ابی شریف کے حوالہ سے لکھا ہے

قلت تامل ما وجد عدم منافاقة والذی بظھرلی واللہ اعلم ان قول ﷺ انتم اعلم بامور دنیاکم حیث کان المراد بقوله لو لم تفعلوا الخ ما ذکر اراد به التوبیخ انهم لم یفهموا مراده ﷺ حیث ترکوا التابیر مع انهم لم یامرهم بتر که وقوله انتم اعلم بامور دنیاکم ای بامر دینکم فتامل و بما تقرر من ان معنی قوله ﷺ لو لم نفعلوا الی آخر ما ذکر یجاب عن الاستدلال به علی کونه ﷺ لا یعلم حال امور الدنیویة کما

ان میں منافات نہ ہونے کی وجہ پر غور کیجیے جو بندہ پر ظاہر ہوا (حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان انتم اعلم بامور دنیاکم میں اگر وہ نہ کریں الخ سے مراد اظہار ناراضگی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مراد ہی نہ سمجھ پاتے اس لیے انہوں نے پیوندکاری ترک کردی حالانکہ آپ ﷺ نے اس کے ترک کا حکم نہیں دیا تھا اور آپ ﷺ کے فرمان کا معنیٰ یہ ہے کہ کیا تم اپنے دنیاوی معاملات کو دینی امور سے زیادہ جانتے ہو یعنی دینی امور اہم تریں ہیں انہیں جب تم نہیں جانتے تو

ذکرہ الکمال (حاشیہ البنانی علی شرح الجمع الجوامع ۲: ۱۲۸)

کم ترین دنیاوی امور تم کیسے جانتے ہو آپ ﷺ کے فرمان عالی کی یہ تفصیل و معنی اس استدلال کا جواب ہے جو آپ ﷺ کے دنیاوی امور کے نہ جانتے ہو کہا جاتا ہے جیسا کہ اس کا ذکر امام کمال نے کیا ہے۔

یعنی جب دینی امور میں میری رہنمائی کی ضرورت ہے تو دنیاوی میں بطریق اولیٰ ضرورت ہوگی۔

فصل ۔روز نامہ "جنگ" کے کالم نگار جناب ارشاد احمد حقانی کے جواب میں تحریر کردہ خط

ارشاد نبوی ﷺ

" انتم اعلم بامور دنیاکم" کا صحیح مفہوم

مطابقة الاختراعات العصرية لما أخبر به سيد البرية

تأليف

الإمام المجتهد الحافظ أبي الفيض

أحمد بن محمد بن الصديق الغماري الحسني

نفع الله به

الطبعة الرابعة

١٣٨٧ هـ – ١٩٦٨ م

مكتبة القاهرة

لصاحبها: علي يوسف سليمان

بشارع الصنادقية بميدان الأزهر بمصر

مطبعة

محمد عاطف وسيد طه وشركاهما

شارع كلوت بك حارة الطرنباطي ت ٩٢٦٦٤

31 مارچ 2001ء کو آپ نے طالبان کا فہم اسلام کے عنوان سے جو کالم تحریر کیا اس میں حضور ﷺ کی متعدد حیثیات پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا

ایک خاص طرح سے دو قسم کی کھجوروں کے پیوند کرنے کا واقعہ تو مشہور ہے جس میں آپ کے تجزیہ کردہ طریقے سے کم پھل آئے تو آپ نے فرمایا تھا'' انتم اعلم باموردنیاکم ''یعنی اپنے دنیاوی امور کو تم بہتر سمجھتے ہو

اس کی صحیح وضاحت نہ ہونے کے سبب قارئین اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں

اگر اس فرمان نبوی کا یہی مفہوم لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے ادا شدہ الفاظ خلاف واقع تھے ورنہ نقصان نہ ہوتا

اور آپ دنیاوی امور سے کامل آگاہی نہیں رکھتے بلکہ امت ان میں زیادہ آگاہ ہو سکتی ہے

یہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے ایسا ممکن نہیں ورنہ زبان مصطفوی پر اعتماد ختم ہو جائے گا حالانکہ اسلام کی تمام تعلیمات بلکہ حجیت قران کی بنیاد بھی اسی پر ہے خود رسالتماب ﷺ کا فرمان ہے میری زبان سے حق کے سواء کچھ صادر ہو ہی نہیں سکتا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہر بات نوٹ کر لیا کرتا کچھ قریشی لوگوں نے مجھے یہ کہتے ہوئے اس سے منع کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی انسان ہیں کبھی وہ حالت غضب میں ہوتے ہیں اور کبھی وہ خوشی میں، میں نے متاثر ہو کر ارشادات عالیہ کو لکھنا چھوڑ دیا آپ ﷺ کے پوچھنے پر میں نے ماجراء بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لکھا کرو قسم اس ذات اقدس کی جس

کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے منہ سے حق ہی صادر ہوتا ہے حق کے سوا کچھ صادر ہی نہیں ہوتا

(سنن ابوداؤد حدیث۔ ۳۶۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ہمارے ساتھ مزاح بھی تو فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس صورت میں بھی میں حق ہی کہتا ہوں

(سنن ترمذی حدیث۔ ۲۰۵۸)

چونکہ ان ارشادات نبویہ اور مذکورہ فرمان میں بظاہر تعارض تھا اس لیے محدثین اور اہل سیر نے اس کا مفہوم کچھ یوں بیان کیا تا کہ تعارض نہ رہے

ان میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے

ا۔ حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں حضور ﷺ کا ظن بالکل درست تھا اگر صحابہ اس پر عمل پیرا ہو جاتے تو ہمیشہ کے لیے پیوند کاری کا تکلف نہ کرنا پڑتا، اگر سال دو سال صبر سے کام لیتے تو پھل پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتا، رہا اس سال پھل کا کم ہو جانا تو وہ معمول عادت کے مطابق بھی ہو سکتا ہے نہ کہ فرمان نبوی کی وجہ سے

(شرح شفاء جلد ا، ص ۳۳۸)

اس مفہوم پر محدثین نے متعدد احادیث بطور تائید ذکر کی ہیں مثلاً مسند احمد میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسی دعوت میں شریک ہوئے جہاں آپ کے لیے بکری بھنی گئی تھی تو فرمایا دستی لاؤ، پیش کی گئی تو آپ نے کچھ تناول فرما کر اسے تقسیم کر دی پھر فرمایا دستی لاؤ، پیش کی گئی تو آپ نے کچھ تناول فرما کر اسے تقسیم

کر دیا تیسری دفعہ دستی لانے کا فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بکری کی دستیاں دو ہی ہوتی ہیں فرمایا اگر تم خاموش رہتے اور میرے کہنے کے مطابق دستیاں لاتے رہتے تو ختم نہ ہوتیں۔

محدثین فرماتے ہیں یہ جاننے کے باوجود کہ دستیاں دو ہی ہوتی ہیں پھر بھی تیسری کے بارے میں فرمایا تا کہ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور ﷺ کا کتنا بلند مقام ہے لیکن جب لانے والے خاموش نہ رہے تو اظہار معجزہ نہ ہوا کیونکہ اس کے لیے تسلیم کامل کا ہونا ضروری تھا

(شرح المواہب للزرقانی جلد ۴ ص ۳۲۸)

یہاں بھی آپ علیہ السلام کھجور کے بارے میں خوب جانتے تھے اگر صحابہ صبر سے کام لیتے تو آئندہ سالوں میں پھلوں میں ہرگز کمی نہ آتی

۲۔ شیخ محمد سنوسی کہتے ہیں آپ علیہ السلام کا مقصود انہیں یہ تعلیم دینا تھا کہ ہر وقت اسباب کی طرف ہی نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ بعض اوقات ان سے بالاتر ہو کر اپنے خالق پر کامل بھروسہ اور اعتماد بھی ہونا چاہیے۔ صحابہ اس طرف متوجہ نہ ہو سکے اگر وہ عمل پیرا ہو جاتے تو پھل میں اضافہ ہی ہوتا کیونکہ آپ ان معاملات کو ان سے کہیں زیادہ جاننے والے ہیں (نسیم الریاض جلد ۳ ص ۲۲۴)

حضرت ملا علی قاری اور امام خفاجی نے اس توجیہ کو نہائت ہی خوبصورت اور لطیف قرار دیا ہے

۳۔ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے یہ جملہ "انتم اعلم بامور دنیاکم" بطور تواضع ارشاد فرمایا۔ امام شہاب الدین خفاجی اس توجیہ کو سامنے لاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام کائنات سے بڑھ کر عقل و دانش عطا فرمائی ہے اس طرح اس نے آپ کو موجودات کے اسرار رموز سے بھی آگاہ فرما رکھا ہے خواہ وہ نقصان دہ ہیں یا نافع، وہ مذموم ہیں یا محمود۔ اس شان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ ﷺ دنیاوی امور میں تمام لوگوں سے بڑھ کر جاننے والے ہیں رہا انتم اعلم بامور دنیاکم 'کا معاملہ تو اس سے آپ کا مقصد بطور تواضع صحابہ کے دلوں کو پریشان نہ کرنا اور اپنی ذات اقدس کی مدح نہ کرنا ہے نہ کہ آپ دنیوی امور سے آگاہ نہ تھے

(نسیم الریاض جلد ۴ص ۲۶۰)

۴۔ بعض محدثین نے لکھا یہ جملہ بطور ناراضگی وتوبیخ ہے جب صحابہ نے اس پر عمل نہ کیا حالانکہ اس میں ان کی بہتری تھی اور تا قیامت اس پیوند جیسے عمل کی ضرورت نہ رہتی تو آپ نے فرمایا کہ تم جانو اور تمہاری دنیا جانے

(شرح شفاء جلد ۱ص ۷۲۰)

اس میں "دنیاکم" (تمہاری دنیا) کا لفظ بھی اس کی تائید کر رہا ہے ورنہ آپ فقط لفظ دنیا فرما دیتے

اس میں علماء نے محاورات عرب بھی پیش کیے ہیں مثلاً والد بیٹے کی بہتری کے لیے کوئی بات کہے اور وہ قبول نہ کرے تو کہا جاتا ہے کہ انت اعلم اس کا مفہوم لغت عرب میں ہے انت وشانک (تو جان تیرا کام جانے)

۵۔ یاد رہے مسند احمد میں اس روایت کے الفاظ "فشانکم به" کے ہیں یعنی تم جانو اور تمہاری دنیا جانے

علماء کرام فرماتے ہیں اگر ولی کسی خاتون کا نکاح کروانے کے بعد اس کو اطلاع دے اور وہ آگے سے کہے انت اعلم تو یہ اس کی رضا نہیں بلکہ ناراضگی کا اظہار ہو گا (فتاوی ظہیریہ، فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح)

فتاوی قاضی خان میں امام ابو یوسف کا یہ فتوی موجود ہے اگر کسی غلام نے اپنے ولی سے اجازت نکاح چاہی تو اس نے جواباً کہا انت اعلم تو یہ اجازت و رضا نہ ہو گی بلکہ یہ ناراضگی ہے

اسی طرح آپ ﷺ کے یہ الفاظ گرامی بھی بطور ناراضگی ہیں نہ کہ عدم علم کا اظہار ہیں

۶۔ شیخ کمال الدین بن ابی شریف اور علامہ بنانی نے اسے زجر قرار دینے کی توجیہ یوں لکھی کہ جب دینی معاملات جو اہم ہیں تمہیں میرے بغیر سمجھ نہیں آ سکتے تو دنیاوی امور جو (حقیر ہیں) وہ تمہیں میری رہنمائی کے بغیر کیسے سمجھ آ جائیں گے لہذا آپ نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا تم جانو اور تمہاری دنیا جانے، ہمارے ہاں بھی یہ محاورہ معروف و مشہور ہے کہ تم جانو اور تمہارا کام جانے اور اسے ناراضگی پر ہی محمول کیا جاتا ہے نہ کہ کہنے والے کے عدم علم پر

۷۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس فرمان مبارک کے تحت لکھا کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مقصد یہ واضح کرتا ہے کہ آپ کی توجہ اور دلچسپی کا مرکز یہ دنیاوی امور نہیں بلکہ اخروی امور ہیں ورنہ آپ ﷺ تمام کائنات سے بڑھ کر تمام امور کا علم رکھتے ہیں خواہ ان کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے ہو، شیخ کے الفاظ ملاحظہ ہو

والا آنحضرت ﷺ داناست از ہمہ در ہمہ کار ہائی دنیا و آخرت

(اشعۃ اللمعات)

۸۔ امام جلال الدین سیوطی اور امام عبد الوہاب شعرانی نے فرمایا چونکہ آپ کے علم کی تکمیل تدریجاً ہوئی تو بعض اوقات مشاہدہ ذات حق میں استغراق کی وجہ سے امور دنیاوی کی طرف توجہ نہ رہتی، یہ موقع بھی انہی میں سے ہے بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس حجاب کو ختم فرما دیا (الیواقیت والجواہر، ۱:۳۳۳)

۹۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی آپ ﷺ کی اتباع و اطاعت کا حکم دیا وہاں ایک مقام پر بھی دینی اور دنیاوی امور کی تقسیم نہیں کی بلکہ کچھ لوگوں نے دنیاوی امور میں اتباع سے گریز کیا تو اس پر زجر و توبیخ کا نزول ہوا مثلاً حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے سے انکار کیا تو آیت مبارکہ نازل ہوئی

'جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کوئی حکم دیں تو کسی مرد و عورت کو اس کے مسترد کرنے کا اختیار نہیں رہ جاتا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی وہ سخت گمراہی میں چلا گیا۔ (سورۃ الاحزاب، ۳۶)

جس معاملہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منافق کی گردن اڑائی تھی وہ کوئی نماز روزہ کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ دنیاوی (پانی کا) معاملہ تھا جب لوگوں نے اس پر شور کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا "تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ آپ کا حکم نہ مانیں اور آپ کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم نہ کریں

(سورۃ النساء ۶۵)

اگر نبی دنیاوی امور میں امت سے زیادہ علم نہیں رکھتے تو پھر ان میں اتباع و اطاعت کا حکم لایعنی ہو کر رہ جاتا ہے

پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ان کی محبت کا عالم تو یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کی پسند پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا تو اس سے ناراضگی اختیار کرتے خواہ وہ اولاد ہی کیوں نہ ہوتی

۱۲۔ زراعت کے حوالے سے یہاں ان احادیث مبارکہ کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے جن میں واضح طور پر صحابہ نے کہا کہ ہمیں بے شک پہلے بھی اس میں نفع اور فائدہ حاصل ہوتا تھا مگر جب ہم نے حضور ﷺ کی ہدایات پر عمل کیا تو کہیں زیادہ بہتر نتائج سامنے آئے مثلاً حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسے معاملے سے روک دیا جو ہمارے لیے آسان ومفید تھا آپ نے مجھے بلا کر پوچھا کہ کھیتوں کا معاملہ کیسے کرتے ہو عرض کیا کہ ہم چوتھائی پیداوار پر کھیتوں کو اجارہ پر دیتے ہیں فرمایا ایسا مت کرو خود کاشت کرو یا کسی دوسرے کو بلا اجرت کاشت کرنے دو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے جو فرمایا وہی حق ہے اور آپ کا حکم ہماری سر آنکھوں پر

(بخاری جلد ا ص ۳۱۰)

نسائی کی روایت کے الفاظ ہیں ہمارا عمل نافع تھا مگر آپ کا حکم انفع (زیادہ نفع دینے والا) ٹھہرا (سنن نسائی جلد ۲ ص ۱۴۱)

اگر آدمی کتب احادیث میں ابواب زراعت کا ہی مطالعہ کرے تو محسوس کرے گا کہ حضور ﷺ زراعت کے معاملہ میں بھی ساری کائنات کے سب سے بڑے ماہر تھے

۱۳۔ یاد رہے ایک سعودی نامور عالم دین الشیخ عبد البدیع حمزہ زلی نے اس مذکورہ حدیث کے تمام پہلوؤں پر ۱۲۰ صفحات پر مشتمل کتاب ''معجزات نبویة نلمسها

تو اصول کے مطابق مذکورہ حدیث کی ایسی توجیہ کرنا ضروری ہے جو قرآن کے مطابق ہو ورنہ خبر واحد ہے جیسے قرآن کے مقابل ترک کیا جا سکتا ہے

۱۰۔ اسلام کا مطالعہ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے آپ ﷺ نے امور دنیا کے حوالے سے کس قدر تعلیمات عطا کیں ہیں، دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں تعلیمات نبویہ موجود نہ ہوں خواہ وہ زراعت ہو یا تجارت ،صنعت ہو یا حرفت ،سیاست ہو یا معیشت۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں آپ علیہ السلام سے امور دنیا، مصالح دنیا اور اہل دنیا کے حوالے سے جس قدر تواتر سے منقول ہے وہ عقول بشری سے ماوراء اور بالاتر ہیں

(الشفاء جلد ۱ ص ۸۷۳)

امام زرقانی شرح میں اس کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام مخلوق پر امانت عظمیٰ عطا فرمائی تا کہ آپ ان کی اصلاح فرمائیں اور انہیں اپنی اطاعت کی دعوت دیں اب اس کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ آپ کو لوگوں کے جمیع احوال سے آگاہی عطا فرمائی جائے خواہ ان کا تعلق دنیا سے ہو یا دین سے تا کہ منصب کی تکمیل اور اس میں کامیابی حاصل ہو البتہ اگر شاذ و نادر کسی معاملہ کی طرف توجہ نہ گئی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں یہی وجہ ہے آپ ﷺ بیک وقت سربراہ مملکت بھی ہیں اور قاضی بھی اور مفتی بھی (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۱)

۱۱۔ ہمیں اس پر بھی غور کرنا چاہیے کیا اس فرمان نبوی "انتم اعلم بامور دنیاکم" کے بعد کسی صحابی یا تابعی سے یہ ملتا ہے کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کے اقوال کی یہ تقسیم کی ہو کہ یہ دین سے متعلق ہے اس پر عمل کریں گئے اور یہ دنیا سے متعلق ہے اس

من لمعات مضئیة علیٰ احادیث ایقاف تابیر النخیل ، لکھی جس میں انہوں نے یہی موقف اختیار کیا ہے

۱۴۔ ذرا غور کریں کیا کوئی بھی معقول آدمی کسی ایسے معاملہ میں دخل اندازی کرتا ہے جس کا اسے علم نہ ہو اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے بہت ہی معیوب و نا معقول سمجھا جاتا ہے، اس کائنات میں آپ ﷺ سے بڑھ کر صاحب فہم و ذکاء کون ہے؟ اگر اس معاملہ کو جانتے نہ تھے تو آپ نے دخل اندازی کیوں فرمائی آپ کا رہنمائی فرمانا بتا رہا ہے کہ آپ اس سے آگاہ تھے

لہذا ہمیں اس روایت کا وہی مفہوم لینا چاہیے جو دیگر نصوص کے مطابق ہے اور اہل علم نے بیان کیا ہے تاکہ آپ ﷺ کا دنیاوی امور سے آگاہ ہونا ہی ثابت رہے۔

کتاب مستطاب، موسوم بہ علم نبوی ﷺ اور امورِ دنیا

از قلم حقیقت رقم، محقق العصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خان قادری زید فیوضہ شیخ الجامعہ،

جامعہ اسلامیہ لاہور

> عنقریب منصۂ شہود پر آنے والی کتاب کے حوالے سے علم الاعداد کے ماہر اور
> قادرالکلام شاعر حضرت طارق سلطان پوری کا منظوم خراجِ تحسین

قطعۂ تاریخ (سالِ اشاعت)

"ہمہ گیر علم و دانش رسول رب علیم"

۱ ۴ ۲ ۹ ھ

دین کے دانائے اسرار و حکم بھی ہیں مگر — کب نہاں اُن کی نگاہوں سے ہیں دنیاوی امور

زندگی کا کوئی بھی شعبہ نہیں جس کے لئے — رہنمائی پیش فرماتا نہیں دین حضور

کوئی بھی گوشہ نہیں ایسا بشر کی زیست کا — تابش علم محمد کا نہیں جس میں ظہور

خلق میں سب سے زیادہ حق نے بخشا ہے انہیں — حکمت و دانش کا عرفان و حق آگاہی کا نور

اُس سے بڑھ کر تھے تخصص یاب شاہ انبیا — حضرت آدم کو تھا جو علم اشیاء پر عبور

اُنکو خالق نے دیا دینی بھی دنیاوی بھی علم — مانتے ہیں یہ حقیقت آشنا اہل شعور

منکرانِ علم محبوب خدا ہیں بس وہی — جن کے ذہنوں میں کیا شیطان نے پیدا فتور

اُن کے کامل علم کا جن کو نہیں ہے اعتراف — وہ ہیں تجسیم مفاسد وہ ہیں تصویر شرور

وسعت علم محمد کا نہیں ہے جو مُقر — وہ ہے تلمت زادہ و پروردۂ فسق و فجور

نجد کے اک فتنہ پرور نے ہے پھیلائی یہ فکر — عاشقانِ مصطفیٰ جس سے ہیں بیزار و نفور

وہ معارف کا حکم کا بحر ناپیدا کنار — کون جانے اُس کی آگاہی کا دانش کا وفور

وسعت آفاق ہے جس کی نظر کے سامنے — ایک ہے جس کی سماعت کے لئے نزدیک و دور

وہ ہے "دانائے سُبل" اقبالؒ کے الفاظ میں — عصر حاضر میں ہے جس کا بے بدل فہم و شعور

مصطفیٰ کی زندگی بھر جس نے عظمت کی بیاں — پیکر عشق محمد جس کی جان ناصبور

اس محب مصطفیٰ نے اس حکیم شرق نے یوں کہا ہے "چشم تو بینندۂ ما فی الصدور"
مصطفیٰ کے حیطۂ دانست سے باہر نہیں کوئی ملک انس و جاں کوئی جہانِ مَلک و حور
اُس کی ذات پاک' نور افشاں وہ خورشید علوم جس سے روشن بے حساب علم وفراست کے بدور
جو نہ دیکھے دن کو بھی سورج کو شپرہ چشم شخص ہے قصور اُس کا' نہیں ہے' اس میں سورج کا قصور

قادری صاحب' خدا کے فضل سے عالم ہیں وہ تجزیاتی سوچ جن کی' جن کا تحقیقی شعور
اُن کے علمی اُن کے قلمی کارنامے بے شمار حلقہ ہائے علم میں ہے جن کی شہرت دور دور
نکتہ سنج اُن کی طبیعت' عارفانہ ہے مزاج اُن کی تحریروں سے واضح شوکت و شان حضور
دیدہ ور' باریک بیں' غائر نظر' جدت طراز اک مفکر اک محقق' نکتہ تر جس کا شعور
رائے قائم جو بھی کر لیتے ہیں بعد از غور وفکر کرتے ہیں اظہار بیباکی سے وہ مرد جسور

ہے مواد عمدہ و نادر اس کتاب خوب کا تابش علمِ نبی سے ہے سراسر نور نور
جاں نثاران مہ طیبہ سراہیں گے اسے عاشقان جان رحمت اس کو چاہیں گے ضرور
مجھ کو بھی غایت ملی اس سے نشاط قلب و روح ہم نے بھی حاصل کیا ہے اس سے ایمانی سرور
قادری صاحب کی خدمت میں بہ اخلاصِ تام پیش کرتا ہے "مبارک" طارق سلطان پور

روح پرور اس کتابِ خوب کی تاریخ چاپ
"کامل و اکمل' علم وسعت علم حضور"

۸ ۰ ۰ ۲ ء

نتیجہ فکر

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری (حسن ابدال)
نزیل: اسلامک میڈیا سنٹر
شیخ ہندی سٹریٹ دربار مارکیٹ۔ لاہور
۲۵ فروری ۲۰۰۸ء

"غبارِ راہ بطحا" (۱۴۲۹ھ)
"معترفِ علوم حضور حبیب الٰہ" (۲۰۰۸ء)

اے فروغت صبح اعصار و دہور چشم تو بینندۂ ما فی الصدور
(علامہ محمد اقبال ؒ)

ماخذ و مراجع

مآخذ و مراجع

۱	القرآن		
۲	الشفاء	قاضی عیاض مالکی	۵۴۴ھ
۳	شرح الشفاء	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۴	سبل الہدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف صالحی شامی	۹۴۲ھ
۵	نسیم الریاض	امام احمد خفاجی	۱۰۶۹ھ
۶	ازالۃ الریب	شیخ سرفراز صفدر	
۷	رسالہ تدبر	شمارہ ماہ ستمبر	۱۹۹۹ء
۸	ضمیمہ براہین	شیخ منظور احمد نعمانی	
۹	شرح مسند احمد	شیخ احمد محمد شاکر	
۱۰	المدخل لدراسۃ السنۃ النبویۃ	ڈاکٹر یوسف قرضاوی	
۱۱	الانتباہات المفیدۃ	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۱۲	زاد المسیر	امام عبد الرحمٰن بن جوزی	۵۹۷ھ
۱۳	مفاتیح الغیب	امام فخر الدین رازی	۶۰۶ھ
۱۴	غرائب القرآن	امام نظام الدین نیشا پوری	۷۲۸ھ
۱۵	الکشاف	شیخ جار اللہ زمخشری	۵۳۸ھ
۱۶	جامع البیان	امام محمد بن جریر طبری	۳۱۰ھ

۱۷	اللباب فی علوم القرآن	امام ابن عادل حنبلی	۸۸۰ھ
۱۸	ارشاد العقل السلیم	امام ابو السعود حنفی	۹۵۱ھ
۱۹	روح المعانی	امام سید محمد آلوسی حنفی	۱۲۷۰ھ
۲۰	تفسیر المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ
۲۱	فتح القدیر	شیخ محمد علی شوکانی	۱۲۵۰ھ
۲۲	محاسن التاویل	شیخ محمد جمال الدین قاسمی	۱۳۳۲ھ
۲۳	صفوۃ التفاسیر	علامہ محمد علی صابونی	
۲۴	اساس فی التفسیر	شیخ سعید حوی	
۲۵	مدارک التنزیل	امام ابو البرکات نسفی حنفی	۷۱۰ھ
۲۶	جلالین	امام جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ
۲۷	البحر المحیط	امام ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی	۶۵۴ھ
۲۸	بحر العلوم	امام ابو اللیث سمرقندی حنفی	۳۷۳ھ
۲۹	تفسیر ابن ابی حاتم	امام ابن ابی حاتم	۳۲۷ھ
۳۰	الدر المنثور	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۳۱	الاکلیل فی استنباط التنزیل	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۳۲	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیر	۷۷۴ھ
۳۳	تفسیرات احمدیہ	حضرت شیخ احمد ملا جیون	۱۱۳۰ھ
۳۴	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۳۵	معارف القرآن	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
۳۶	الرسالۃ اللدنیہ	امام ابو حامد محمد غزالی	۵۰۵ھ
۳۷	روح البیان	امام اسماعیل حقی	۱۱۳۷ھ

۳۸	المنح المکیہ	حافظ ابن حجر مکی	۹۷۳ھ
۳۹	ھدی القرآن الکریم الی معرفۃ العوالم والتفکر فی الاکوان	شیخ عبداللہ سراج الدین حلبی	۱۴۲۲ھ
۴۰	تبیان القرآن	علامہ غلام رسول سعیدی	
۴۱	جواھر القرآن	امام ابو حامد محمد غزالی	۵۰۵ھ
۴۲	جواب حاضر ہے	حافظ عبد القدوس قارن	
۴۳	احیاء علوم الدین	امام محمد غزالی	۵۰۵ھ
۴۴	الاتقان	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۴۵	التحریر والتقریر	امام محمد بن طاہر عاشور	
۴۶	اعجاز القرآن فی تفسیر اُم القرآن	امام صدرالدین قونوی	۶۷۲ھ
۴۷	انباء الحی	امام احمد رضا قادری	۱۳۴۰ھ
۴۸	البخاری	امام عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
۴۹	مسلم	امام مسلم بن حجاج	۲۶۱ھ
۵۰	سنن ترمذی	ابو عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
۵۱	سنن ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بجستانی	۲۷۵ھ
۵۲	سنن ابن ماجہ	امام ابو عبداللہ محمد بن یزید	۲۷۳ھ
۵۳	سنن الدارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	۲۵۵ھ
۵۴	المعجم الکبیر	اماسلیمان بن احمد ایوب طبرانی	۳۶۰ھ
۵۵	البیان والتحصیل	امام ابوالولید ابن رشد قرطبی	۵۲۰ھ
۵۶	کتاب المنہاج	امام ابو عبداللہ حلیمی	۴۰۳ھ
۵۷	فتح المتعال فی مدح خیر النعال	امام تلمسانی	۱۰۴۱ھ

۵۸	وفیات الاعیان	شیخ ابن خلکان	۶۸۱ھ
۵۹	البرہان فی علوم القرآن	امام زرکشی	۷۹۴ھ
۶۰	حاشیہ انباء الحی	امام احمد رضا قادری	۱۳۴۰ھ
۶۱	المیزان الکبریٰ	امام عبدالوہاب شعرانی	۹۷۳ھ
۶۲	الجامع لاحکام القرآن	امام ابوعبداللہ محمد قرطبی	۶۷۱ھ
۶۳	مہر منیر	مولانا فیض احمد گولڑوی	۱۴۲۸ھ
۶۴	مشکوۃ المصابیح	امام خطیب ولی الدین تبریزی	۷۴۲ھ
۶۵	مسند احمد	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۶۶	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۶۷	الکاشف	امام شرف الدین حسین بن محمد الطیبی	۷۴۳ھ
۶۸	جمع الوسائل	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۶۹	جلاء القلوب	امام محمد بن جعفر کتانی	۱۳۴۵ھ
۷۰	المواہب اللدنیہ	امام احمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۷۱	زرقانی علی المواہب	امام احمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۷۲	دلائل النبوۃ للبیہقی	امام بیہقی	۴۵۸ھ
۷۳	البدایہ والنہایہ	امام ابن کثیر	۷۷۴ھ
۷۴	فتح الباری	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۷۵	زاد المعاد	شیخ ابن قیم	۷۵۱ھ
۷۶	جامع الروایات	شیخ محمود نصار	
۷۷	مطابقۃ الاختراعات	امام احمد صدیق غماری	۱۳۸۰ھ
۷۸	شرح المواقف	علامہ میر سید شیف جرجانی	۸۱۲ھ

۷۹	السیف المسلول	امام تقی الدین سبکی	۷۵۶ھ
۸۰	مصباح العقائد	علامہ نجم الغنی	
۸۱	الفصل فی الملل	شیخ ابو محمد علی بن حزم ظاہری	۴۵۶ھ
۸۲	عقائد نسفیہ	امام ابو حفص عمر حنفی	۵۳۷ھ
۸۳	شرح المقاصد	علامہ تفتازانی	۷۹۳ھ
۸۴	سیرت المصطفیٰ	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
۸۵	کنز العمال	امام علی متقی	۹۷۵ھ
۸۶	الادب المفرد	امام بخاری	۲۵۶ھ
۸۷	مسند الفردوس	امام دیلمی	
۸۸	محاضرات سیرت	ڈاکٹر محمود احمد غازی	
۸۹	بیان القرآن	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
۹۰	الاربعین فی اصول الدین	امام محمد غزالی	۵۰۵ھ
۹۱	المستدرک	امام حاکم نیشاپوری	۴۰۵ھ
۹۲	مسند ابو یعلیٰ	امام ابو یعلیٰ موصلی	۳۰۷ھ
۹۳	عمدۃ القاری	امام بدر الدین محمود عینی	۸۵۵ھ
۹۴	حجیۃ السنۃ	علامہ عبد الغنی عبد الخالق	۱۴۰۳ھ
۹۵	الاقتصاد فی الاعتقاد	امام محمد غزالی	۵۰۵ھ
۹۶	افعال النبی ﷺ	ڈاکٹر محمد سلیمان اشقر	
۹۷	المقدمہ	ابن خلدون	۸۰۸ھ
۹۸	البلاغ	شمارہ، مئی، جون	۱۹۸۶ء
۹۹	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ دہلوی	۱۱۷۶ھ

۱۰۰	تکملۃ فتح الملہم	مفتی تقی عثمانی	
۱۰۱	تاریخ دعوت وعزیمت	ابوالحسن ندوی	
۱۰۲	ابن قیم حیاتہ واثارہ	شیخ بکر بن عبداللہ	
۱۰۳	سنن نسائی	امام نسائی	۳۰۳ھ
۱۰۴	تذکرۃ اولی الباب	شیخ داؤد	۱۰۰۸ھ
۱۰۵	نظام الحکومۃ النبویۃ	امام عبدالحی کتانی	۱۲۸۴ھ
۱۰۶	شرح عقائد	علامہ سعد الدین تفتازانی	۷۹۳ھ
۱۰۷	النبراس	علامہ عبدالعزیز پرہاروی	
۱۰۸	حاشیہ النبراس	حافظ برخوردار ملتانی	
۱۰۹	حاشیہ شرح عقائد	مولانا عبداللہ	
۱۱۰	الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ	مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی	۱۳۶۷ھ
۱۱۱	سیدنا محمد رسول اللہ	شیخ عبداللہ سراج الدین حلبی	۱۴۲۲ھ
۱۱۲	الرسول المعلم	شیخ عبدالفتاح ابوغدہ	
۱۱۳	التنویر فی اسقاط التدبیر	امام تاج الدین احمد بن محمد عطاء اللہ	۸۰۹ھ
۱۱۴	سیر اعلام النبلاء	امام شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ
۱۱۵	شذرات الذہب	شیخ ابن العماد	۱۰۸۹ھ
۱۱۶	معجزات النبویہ	شیخ عبدالبدیع حمزہ زللی	
۱۱۷	الاسلام	شیخ سعید حوی	
۱۱۸	المحصول	امام فخرالدین رازی	۶۰۶ھ
۱۱۹	جمع الجوامع	امام تاج الدین سبکی	۷۷۱ھ
۱۲۰	اصول السرخسی	امام ابوبکر محمد سرخسی	۴۹۰ھ

۱۲۱	فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت	امام عبد العلی انصاری	۱۲۲۵ھ
۱۲۲	اشرف التفاسیر	مفتی احمد یار خان نعیمی	۱۳۹۱ھ
۱۲۳	الانتصاف	امام ناصر الدین احمد منیر سکندری	
۱۲۴	الابریز	سیدی عبدالعزیز دباغ	۱۱۳۲ھ
۱۲۵	حاشیہ شیخ زادہ	امام شیخ زادہ	۹۵۲ھ
۱۲۶	النکت والعیون	امام ابوالحسن ماوردی	۴۵۰ھ
۱۲۷	احکام القرآن	امام ابن العربی	۵۴۳ھ
۱۲۸	آداب الشافعی ومناقبہ	امام ابومحمد عبد الرحمن الرازی	۳۲۸ھ
۱۲۹	حاشیہ البنانی علی شرح الجمع الجوامع	شیخ بنانی	
۱۳۰	النجم الثاقب فی اشرف المناقب	امام بدرالدین حسن بن حبیب حلبی	۷۷۹ھ
۱۳۱	طرح السقط	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۱۳۲	بدایۃ السؤل فی تفضیل الرسول	شیخ عزالدین بن عبدالسلام	۶۶۰ھ
۱۳۳	عجالۃ الراکب	محمد بن علی زملکانی	
۱۳۴	نفع قوت المغتذی	امام سید علی بن سلیمان مالکی	
۱۳۵	فتح العزیز	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
۱۳۶	ترجمان السنۃ	مولانا بدر عالم میرٹھی	
۱۳۷	المسایرہ	امام ابن ہمام	۶۸۱ھ
۱۳۸	عوارف المعارف	امام شہاب الدین سہروردی	۶۳۲ھ
۱۳۹	نظم الدرر	امام ابراہیم بقاعی	۸۸۵ھ
۱۴۰	فتاوی عالمگیری		

۱۴۱	تعلیقۃ علی الخصائص	شیخ محمد خلیل ہراس	
۱۴۲	اشعۃ اللمعات	شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۴۳	عصیدۃ الشہدہ	امام عمر بن احمد خرپوتی	۹۵۱ھ
۱۴۴	اللفظ المکرم	امام قطب الدین خیضری	۸۹۴ھ
۱۴۵	عقائد دیوبند	علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ	
۱۴۶	الزواجر	حافظ ابن حجر ہیتمی	۹۷۴ھ
۱۴۷	اتحاف السادۃ المتقین	علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی	۱۲۰۵ھ
۱۴۸	منح الروض الازہر	ملا علی قاری	۱۱۱۴ھ
۱۴۹	تذکرۃ الحفاظ	امام شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ
۱۵۰	انجاح الحاجہ	حضرت شاہ عبد الغنی	۱۳۲۷ھ
۱۵۱	شرح مسلم	امام نووی	۶۷۶ھ
۱۶۲	شرح شمائل	امام عبد الرؤف مناوی	۱۰۰۳ھ
۱۶۳	فتاویٰ قاضی خان	امام قاضی خان	۵۹۲ھ